U34791 23-12-09

Title - MURAQQA-E-YAADGAAR SHAHADAT

Author - Zia-ul-Qadri

Publisher - Nizami Press (Badaun).

Date - 1358 H

Pages - 264

Subject - Tareekh - Islam - Manzoom;
Urdu Shayari - Majmua Kalaam.

مرقعِ شہادت

ضیاء القادری

انتساب

یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اُنْظُرْ حَالَنَا
یَا حَبِیْبَ اللّٰہ اِسْمَعْ قَالَنَا

اے بینواؤں کی حالت دیکھنے والے۔ اے بیکسوں کی فریاد سننے والے غلام دلِ شکستہ حضور کے پارہ ہائے جگر کے طیب و طاہر خون کو بینوا کی تپتی ہوئی ریتی سے دامنِ اوراق میں سمیٹ کر حاضرِ بارگاہ ہوا ہے۔ شہدائے کر صدقہ میں امت کے لئے دعائے نصرت اور ضیاء بینوا کیلئے فضائے گنبدِ خضرا شہادت کی دعا فرما دیجئے۔

فقیر
ضیاء القادری غفرلہ

۷۸۶

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

مرقع یادگار شہادت

۱۳۵۶ھ

یا منظوم

تاریخ اسلامیہ

۱۳۵۸ھ

از حضرت لسان الحسان مولینا ضیا القادری مدظلہ العالی

بفرمائش مولوی محمد یوسف حسین صاحب قادری بی اے و مولوی شکیل احمد صاحب شکیل قادری

بصرف ہمت شیخ محمد سلیمان صاحب قادری

پرنٹر محمد احید الدین ایف آر ایس اے ۔ لندن

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

بار اول ۵۰۰ قیمت فی جلد ۶/

فہرست عنوانات مرقع شہادت

تقریظ

فاضل جلیل عظیم المحامد حضرت الحاج مولانا عبد الحامد رضا قادری صاحب دامت برکاتہم

مولانا یعقوب حسین صاحب ضیاء قادری بدایونی کی شخصیت اب کسی تعارف کی محتاج نہیں انکا کلام بدایوں کی علمی و ادبی دنیا سے نکل کر محیط ہند میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اخبارات و جرائد کے صفحات پر بھی ان کا کلام، نمایاں جگہ حاصل کرتا رہتا ہے۔

علماء و مشائخین، ارباب علم و ادب یکساں طور پر ضیاء کی نظموں سے لطف اندوز ہوتے ہیں مولانا ضیاء القادری محض ایک کامیاب شاعر ہی نہیں بلکہ علم ادب اور فن تاریخ میں بھی خاص درک اور مہارت رکھتے ہیں۔ اور کثیر تصانیف ملک کے سامنے پیش فرما چکے ہیں۔

حضرت قدوۃ السالکین شیخ المفسرین مولانا شاہ مطیع الرسول محمد عبد المقتدر العثمانی البدایونی قدس سرہ النورانی کے خاندان اور دوسرے خانوادوں کے متعلق آپ نے "اکمل التاریخ" کے نام سے ایک ایسی تاریخ مرتب کر کے شایع کی جو ہر طرف عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی۔ اس کے بعد سے اب تک مختلف علمی و ادبی مضامین پر آپ کی ٹھوس اور معلومات سے لبریز کتابیں شایع ہو چکی ہیں مرقع شہادت جو اس وقت میرے زیر نظر ہے اس کے کچھ حصے میں نے سب سے پہلی بار بمبئی کی ایک عظیم الشان محفل میں اعزی میاں شکیل احمد صاحب قادری علیگ کی زبانی سنے مجھے وہ منظر یاد ہے کہ جس وقت میاں شکیل احمد صاحب نے مرقع شہادت کے چند اشعار پڑھے تو ہزاروں کا مجمع بیخود ہو گیا۔ اس عظیم الشان مجمع میں شاید ہی کوئی فرد ایسا ہو۔ جس پر کیفیت طاری نہ ہو گئی ہو۔ اس وقت سے

مرقعِ شہادت ہر محفل و مجلس میں اپنے تاثرات پیدا کرنے لگا۔ اور حضرت ضیاءؔ سے اصرار ہونے لگا کہ اس بے مثل مرقع کو شایع کیا جائے۔ مقام مسرت ہے کہ یہ تالیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر ملک کے سامنے آرہی ہے جس پر حضرتِ ضیاءؔ مستحق تحسین و مبارکباد ہیں۔

اس تالیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حادثۂ کربلا کو نہایت حزم و احتیاط اور ادب و احترام کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اور غلط روایات نہیں آنے دی ہیں۔ اس تاریخی واقعہ کا وہ صحیح فلسفہ جس نے حضرت سیدنا امام عالیمقام اور آپ کے رفقائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صبر و رضا، قربانی و وفاداری کے واقعات کو دنیائے عشق و محبت میں نمایاں کر دیا۔ حضرت ضیاءؔ نے پوری محنت کیساتھ اس قدر موثر انداز میں پیش کیا ہے جو اپنی صنف میں بے مثال ہے۔ اور اس خصوصیات میں مرقعِ شہادت سے بہتر کوئی دوسری کتاب نہیں دیکھی گئی۔

میری دلی دعا ہے کہ رب مقتدر ضیائے قادری کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور یہ تالیف اُن کو حسنِ خاتمہ اور مغفرت کا سبب ہو۔

فقیر

محمد عبد الحامد القادری البدایونی

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۶۰ھ

قطعہ تاریخ از مولوی شکیل احمد صاحب شکیلؔ قادری برادر زادہ مصنف

فردوسِ نظر ہے کربلا کا منظر — اللہ غنی کمالِ زورِ خامہ

تاریخ کا ہے خیال ہمیں جو شکیلؔ — کہئے اسے مسند شہادت نامہ

۱۳۶۰

مقدمہ

از مولانا قمر الدین احمد صاحب بی اے۔ بی ٹی علیگ بدایونی اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول
رائچور۔ حیدر آباد دکن

تازہ خواہی داشتن تا داغہائے سینہ را — گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را

بلگرام کے بارے میں تاریخ ہندوستان (آرائش محفل) کا اعلان ہے کہ "ایک بڑا قصبہ ہے۔ اکثر وہاں کے لوگ قابل، صاحب کمال اور صاحب طبع ہوتے ہیں قصبہ مذکور میں ایک کنواں ہے جو کوئی چالیس دن تک اس کا پانی پئے خوب گانے لگے"۔ شہر بدایوں بھی جو اکبر کے زمانے تک صوبہ کا مستقر تھا مردم خیزی میں بلگرام سے کچھ پیچھے نہیں ہا۔ اور اب یہ خدا کو علم ہے کہ یہاں کے ملا عبدالقادر جیسے صاحب دین حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی جیسے صاحب دل اور لوا جیسے صاحب دیوان یہاں کے ساغر نال۔ قاضی حوض اور سوت کے آبشاروں نے پیدا کئے ہیں۔ یا حاجی جمال ملتانی کی خاک مزار نے۔ اسباب کچھ بھی ہوں نتیجے سے کسی کو انکار نہیں، بدایوں کے دوسرے صاحبانِ فضل و کمال سے اس وقت غرض نہیں صرف ادبا اور شعرا میں سیکڑوں آفتاب یہاں کے افق سے اٹھے اور "چوں قامت ماہ نو خمیدیم" کہہ کر غروب ہو گئے۔ آسمان شاعری کے حالیہ درخشاں تارے مثلاً اعلیٰ۔ نادر شش تولا۔ ضیٰ۔ قمر۔ فانی ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ زیر گور میں گر رہے ہیں۔ مگر ؎

خدا کی یہ زمیں کیا اب بھی دیوانوں سے خالی ہے

پروردگار کا شکر ہے کہ عیش۔ جامی۔ ضیاء امیر نا فتنہ وغیرہ ابھی باقی ہیں۔ اول الذکر تین حضرات نعت منقبت اور منظوم روایات تاریخی لکھ کر اصلاحی اور تعمیری کام انجام دے رہے ہیں کیوں نہ ہو

دہر حق عشق احمد سپارگان جیدہ خود را
کہ خاصاں شاہ می بخشد رمے نوشیدہ خود را

موثر تاریخی روایات کو نظم کر کے قومی شعار اور اسلامی کلچر کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا تبلیغی کام سب سے پہلے شبلی مرحوم نے پیش کیا تھا۔ اسی بنیاد پر حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام کا شاندار محل تیار کیا اور عیش بدایونی نے شہنشاہ نامۂ اسلام لکھ کر فقر دین کو اور بلند کیا۔ زیر تنقید مرقع شہادت مولفہ مولوی محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء بدایونی اسی سلسلہ کی تیسری کڑی ہے۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ عیش صاحب بدایونی حفیظ جالندھری کی پہلی کاربن کاپی ہیں۔ اور ضیاء صاحب دوسری۔ ضیاء صاحب کو یہ علمی اور دینی خدمت اپنے یگانہ روزگار استاد مولانا علی احمد خاں صاحب اسیر مرحوم سے ورثہ میں ملی ہے۔

لکھنؤ اسکول کے انیس و دبیر جیسے مشاہیر نے مراثی کے ذریعہ جو دینی اور ادبی خدمت کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن مراثی میں شاعری زیادہ ہوتی ہے اور تاریخ کم۔ مرثیہ کا مقصد تاثر و تبلیغ ہے۔ حقیقت و صداقت سے اسکو زیادہ سروکار نہیں۔ دقیق النظر حکماء کا خیال ہے کہ دجل اور باطل کا اصل توڑ صدق ہے نہ کہ کذب جو لوگ کہ کذب و باطل کا جواب بطور خود دروغ و مبالغہ سے دیتے ہیں۔ وہ کوئی بڑا دقیق اور پائدار کام انجام نہیں دیتے۔ بقول اکبر مرحوم اُن سے کہہ سکتا ہے کہ ؎

میں کب کہتا ہوں اے واعظ کہ ہیچ کار دیں سمجھا
مگر اتنا سمجھتا ہوں کہ تو بھی سمجھے نہیں سمجھا

لیڈی کلیرنڈا نے کیا اچھی بات کہی ہے۔ تاریخ اور حقائق کی حمایت میں کہتی ہے "میں تو تاریخ کی بے کیف مگر خالص صداقت کے مقابلہ میں کذب اور افسانے کے سارے مفید اثر اور دلچسپ

افادہ کو جوتی کی نوک پر مارتی ہوں" نظر غور سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ابراہیمیؑ اور محمدیؐ تعلیم کا بھی اصل منشا یہی تھا کہ صدیق بنائے جائیں کم ہمت دنیا بالعموم کذب کا مقابلہ کذب سے کرتی ہے۔ اور یہہ ایمان والصاف کے نزدیک کوئی قابل لحاظ خدمت نہیں کسی شومی بخت یا بے احتیاطی سے حقیقت کا پردہ ذرا اٹھ جائے کہ آن کی آن میں ساری ملمع سازی کھل جاتی ہے اور بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے کچھ عرصہ ہوا انگلستان میں ایک بلند آہنگ گر پست اخلاق مقرر سامعین سے پر زور طریقہ پر کہہ رہا تھا میں اسوقت جو کچھ کہہ رہا ہوں حق و صداقت کی زمین پر کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں ایسی حالت میں ممکن نہیں ہے کہ آپ میرے ہم خیال نہ ہوں" اتنے میں مجمع میں سے ایک کفش فروش کی آواز آئی مقرر صاحب آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ آپ حق و صداقت کی زمین پر نہیں کھڑے ہیں آپ اس جوتے پر کھڑے ہیں جس کی قیمت آپ نے سال بھر سے مجھ کو اب تک ادا نہیں کی ہے اور روز لیت و لعل کرتے ہیں۔

مرقع شہادت میں مجھے ایک قابل قدر اور مستقل خوبی یہہ نظر آئی کہ مستند تواریخ کے مطابق اس میں قدم قدم پر صداقت واقعات اور حقیقت حالات کا خیال رکھا گیا ہے کسی واقعہ کو نظم کرنے میں اگر کم قوت شاعر محض صداقت بیان اور اظہار حقیقت پر نظر رکھے تو نتیجہ نکرے

چشمان تو زیر ابرو انند
دندان تو جملہ در دہانند

ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور شعر کا برقی موثر جو اس کا فطری سحر ہے غایب ہو جاتا ہے۔ مگر یہہ ضیار صاحب کے قلب کا خروش، گفتار کی طاقت اور بیان کی سلاست ہے کہ ایک ایک شعر دل میں نشتر کی طرح چبھتا ہے۔ بالخصوص المناک حالت میں سوز و گداز کے تیر جگہ جگہ دل کو زخمی کرتے ہیں۔ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ کوئی قدم قدم پر دل میں چٹکیاں لیتا جا رہا ہے۔ شعر زبان سے ادا ہوا کہ دل میں اتر گیا۔

اکبر مرحوم نے سچ کہا ہے۔ ؎

سخن تو بس وہی ہے جوش خاطر سے جو ہو پیدا
کہ دل میں بیٹھ جاتا ہے وہی جو دل سے اٹھتا ہے

شاعری کچھ نہیں ہے دل کی گہرائیوں میں رہنے والے لطیف محسوسات کی تصویر ہے۔ اور تصویر کشی کا سچا کمال شاعر کو اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ انسانی جذبات اور احساسات کا ماہر نہ ہو۔ مثال کے طور پر مرقع شہادت میں جناب امام کی کعبہ سے کوفہ کو روانگی دیکھئے "تاریخ و تاثر۔ حقائق و وجدان۔ واقعات و محاکات کو کیسا یکجا کیا ہے۔ ضیا صاحب فرماتے ہیں ؎

ابھی تک حج بیت اللہ میں مشغول تھی دنیا
حرم کے گلشنوں سے چن رہی کچھ پھول تھی دنیا

کہیں سعیِ صفا مروہ پہ تھی مخلوق آمادہ
منا میں تھی کہیں اللہ والے زیبِ سجادہ

کہیں تھا شور و غل تہلیل و تسبیح الٰہی کا
اجالا تھا کہیں حجروں میں نورِ صبح گاہی کا

فضاؤں میں یکایک ایک درد افزا صدا گونجی
ہوئی گم مرکزِ اسلام سے اسلام کی پونجی

دل و جانِ خلیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے
شہیدِ فی سبیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے

امانت حق کی دامانِ حرم سے نکلی جاتی ہے
متاعِ دین و دنیا آج ہم سے نکلی جاتی ہے

جگر پر فرطِ غم سے سنگِ اسود نے رکھا پتھر
صفا مروہ بھی اس نازوہ میں کھانے لگے چکر

شہادت کا تھا جذبہ عورتوں میں اور مردوں میں
بہاسی آدمی تھے قافلے کے رہ نوردوں میں

خدا کی راہ میں گھر سے خدا کا میہماں نکلا
خود اپنے کارواں کو لے کے میر کارواں نکلا

ارباب نظر کے نزدیک کمالِ نظم یہ ہے کہ اگر انسان اسے نثر کرنا چاہے تو نہ کرسکے چوتھا، پانچواں چھٹا اور نواں شعر پھر پڑھیئے اور دیکھئے کہ ان سلیس رواں اور سہل ممتنع اشعار کی نثر اور کیا ہوسکتی ہے ماہر نفسیات ہونے کی خصوصیت وہ خصوصیت ہے جو شاعر کو معلم اور مصلح بناتی ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر

شاعر جانتا ہے کہ کس واقعہ کو پھیلا کر بیان کیا جائے۔ اور کہاں اختصار سے کام لیا جائے کونسے مواقع رزم کے اور پُر مغز ادعا کے ہیں اور کون سے بزم وعظ اور پند کے۔ کس موضوع کے لئے سادگی زیور ہے اور کس کے لئے شوخی و رنگینی۔ ضیاؔ صاحب نے کعبہ سے کوفہ تک نو منازل کے حالات و واقعات ایسی صحت، ایسی صفائی، اور ایسی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ مستند کتب تواریخ و جغرافیہ کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اعلان و ادعا مردانہ جوش اور میدان جنگ کی جیتی جاگتی تصاویر دیکھنی ہوں تو مرقع شہادت" میں حضرت مسلم رضؓ بن عوسجہ رحؒ خطیب کوفہ کی منظوم تقریر ملاحظہ فرمایئے۔

طرفداران امام علیہ السلام میں حضرت مسلم بن عوسجہ رضؓ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے میدانِ جنگ میں سب سے پہلے جامِ شہادت پیا۔ ان کی خوش نصیبی دیکھیے کہ ابھی کچھ دم باقی تھا۔ کہ جناب امام سرہانے پہونچ گئے اور جھک کر کان میں بشارت دی "مسلم جنت میں پیش قدمی مبارک" آپ نے پُر اشتیاق نظروں سے چہرہ امامؑ کو دیکھا اور ہمیشہ کے واسطے آنکھیں بند کر لیں ؎

اب حشر تک بہار تماشا ہے اور ہم آنکھیں مچی ہیں بند رُخ یار دیکھ کر (رضیب)

اس موقع پر ربط مضمون کے بخیال اگر اسلامی تاریخ کے متعلقہ باب کی چند سطروں پر نظر ڈالی جائے تو ناظم کی بصیرت اور نظم کی قوت کا صحیح اندازہ ہو جائے گا۔ "تاریخ کا اعلان ہے:۔

عشرہ کی صبح سے قبل جناب امام نے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا۔ اور ہم کو قرآن کا فہم دیا۔ لوگو آج روئے زمین پر میرے اہلبیت سے زیادہ ہمدرد اور میرے ساتھیوں سے زیادہ غمگسار نہیں۔ تم کو اللہ جزا دے کل میرا اور دشمن کا فیصلہ ہو جائے گا۔ کامل غور کے بعد میری رائے ہوئی ہے کہ تم لوگ متعلقین کا ہاتھ پکڑو اور تاریکی میں یہاں سے چلدو۔ میں تم کو خوشی سے رخصت کرتا ہوں۔ دشمن صرف میری جان چاہتے ہیں مجھے لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے۔ یہ سن کر اہل بیت بے چین ہوگئے۔ حضرت عباس رضؓ نے کہا

جنابِ امامؑ یہ کیوں کیا اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں ۔ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے اب امامؑ نے مسلمؓ بن عقیلؑ کے رشتہ داروں سے کہا مسلمؑ کا خون کافی ہے تم چلے جاؤ ۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے سردار اور اپنے عم زادوں کو چھوڑ کر چلے جائیں ۔ ہم نے نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی نہ تیر پھینکا ۔ جنابِ امامؑ آپ کو چھوڑ کر جانا ہم سے ہرگز نہ ہوگا ہم آپ کے ساتھ جانیں قربان کردینگے ۔ جو آپ پر گذرے گی وہی ہم پر بھی ، خدا ہمیں آپ کے بعد زندہ نہ رکھے اتنا سنکر آپ کے دوسرے ساتھی کھڑے ہو گئے پہلے حضرت مسلمؓ بن عوسجہ اسدی نے کہا ۔ ! جنابِ امام ! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کے کہنے سے آپ کو چھوڑ دیں گے ۔ واللہ کبھی نہیں میں لڑونگا اور اپنا یہ نیزہ دشمنوں کے سینہ میں توڑ دوں گا ۔ جب اس کا قبضہ بھی ہاتھ میں نہ رہے گا تو تلوار چلاؤں گا ۔ تلوار بھی جاتی رہیگی تو پتھر پھینکوں گا ۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کردے گی سعد بن عبداللہ الحنفیؓ نے کہا جنابِ امامؑ ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک کہ خدا دیکھ نہ لے کہ ہم نے اس کے رسول کا حق محفوظ رکھا ۔ واللہ اگر میں ستر مرتبہ بھی آگ میں بھونا جاؤں تو بھی آپکا ساتھ نہ چھوڑوں گا ۔ زہیرؓ ابن القین نے کہا ۔ جنابِ امامؑ واللہ اگر میں ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا خوشا نصیب میرے اگر میری قربانی سے خاندانِ رسول کی جانیں بچ جائیں "۔

ضیاء صاحب حضرت مسلمؓ بن عوسجہؓ کی عروسِ تقریر کو زیورِ نظم سے یوں آراستہ کرتے ہیں ۔

مٹانا چاہتا ہے ہم کو باطل زور و طاقت سے — ہمیں حق کی مدد کرنا ہے امکانی شجاعت سے
ہمارے ہاتھ میں جب تک سنان و تیغ و خنجر ہیں — ہمارے سامنے باطل کے جب تک لاؤ لشکر ہیں
کرینگے تیر بارانی پرستارانِ باطل پر — چلائینگے سنان و تیغ افواجِ مقابل پر
جہاں تک دست و بازو کام دینگے کام ہم لیں گے — نہ ہرگز اک قدم ہٹنے کا پیچھے نام ہم لیں گے
امامِ دوسرا کیا چھوڑ دیں تم کو اکیلا ہم — کریں دنیائے اربابِ وفا میں خود کو رسوا ہم

نہ ہوں ہتھیار میدانِ وغا میں پاس گر اپنے ‏ ‏ دکھائیں لشکرِ اشرار کو ہم یوں ہنر اپنے
کریں زخمی عدو کو خشت باری سنگباری سے ‏ ‏ کسی صورت نہ جیتنے دیں کبھی میدان داری سے
اُٹھے غازی صحابہ تیغ بر کف یا علی کہہ کر ‏ ‏ کہا مرنے کو ہم حاضر ہیں اے لختِ دلِ حیدرؓ

ضیاء صاحب کی نظم کیا ہے ہر مسلم مجاہد کے بیتابانہ جذبات فدائیت کا ایک روشن آئینہ ہے حضرت مسلمؓ ابن عوسجہؓ کا یہ اعلان مجلس میں تھا لیکن بعد کو دنیا نے دیکھ لیا کہ اس کا ایک ایک حرف میدانِ جنگ میں عملاً سچا ثابت کیا گیا۔ ؎

ہم نے جو منہ سے کہا تھا وہی کر کے اُٹھے
جان دی آپ کے دروازہ پہ مر کے اُٹھے

حسینی شمع کے دوسرے پروانے زہیرؓ بن القین کی بھی آخری حالت میدان میں دیکھنے کے قابل ہے۔ ؎

سر و پا دست و بازو چور تھے زخموں کی کثرت سے ‏ ‏ مگر سرشار تھا غازی مئے جامِ شہادت سے
بدن زخمی تھا سارا خون کے چشمے اُبلتے تھے ‏ ‏ سنان و تیغ غازی پر کفِ افسوس ملتے تھے
زباں بھی خشک تھی غالب تشنگی تھی رک رہا تھا دم ‏ ‏ مگر تیغ و سنان جنبش میں تھی قتل و قتال پیہم
کہا سرکار نے اے مرنے والے آرزو کیا ہے ‏ ‏ کہا پیاسا ہوں کوثر کے سوا اب جستجو کیا ہے
ہوا جنت پہ سایا رحمتِ عالم کے دامن کا ‏ ‏ تعال اللہ یہ رتبہ زہیرؓ ابن قین کا
ہو بارش عرش سے جلووں کی جنت سے بہاروں کی ‏ ‏ ہوں قائم یادگاریں مستقل ان جاں نثاروں کی

اپنی فوج کے میسرہ کے افسر حبیبؓ ابنِ مظاہر کی شہادت پر جناب امام کا جوش اور تہور بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ؎

حبیبؓ ابنا محب خاص حبیب مبین کام آیا ‏ ‏ حسینؓ ابنِ علیؓ کے دل میں جوشِ انتقام آیا

اُٹھائی ذوالفقارِ حیدرِ کرار ہاتھوں میں بنی برقِ غضب تیغ قضا تلوار ہاتھوں میں
زرہ حمزہؓ کی پہنی نیزۂ عباس چمکایا رگِ شبیرؓ میں خونِ ہاشمی چھپن کر اُبھر آیا
یدُاللّٰہی تحمل نے قبائے ناز کو چوما شجاعت نے رکابِ رکبِ جانباز کو چوما

جگر گوشۂ حسینؓ جناب علی اکبرؓ کی شہادت تو جیسے وہ شہادت ہے جس پر جو ادبی نوحہ خواں ہی صرف دو اشعار سے اس شہادت کی عظمت دیکھئے کہ کس شان اور کس آن سے اُٹھائی گئی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جواہرات قدرت نے صرف ضیاؔ صاحب ہی کی قسمت میں رکھے تھے۔ ؎

ہوا نسلِ خلیل اللہ میں ابنِ علیؓ پیدا ہوئی گلزارِ ابراہیمؑ میں تازہ کلی پیدا
نشانِ شانِ خلت کربلا میں پھر نظر آیا پدر کے سامنے پھر ذبح ہونے کو پسر آیا

سبحان اللہ ..... ع

ہر اک زباں کو یہ موتی عطا نہیں ہوتے

فانیؔ کے بقول بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ ؎

دلم گوید کہ تحسیں کن چو سرتاپائے او بینی
تو سرتاپائے تحسینی ترا تحسیں چہ کار آید

جو لوگ شغلِ شاعری کو شغلِ بیکاری سمجھتے ہیں ان کو سمجھنا چاہیئے کہ دنیا میں کوئی شغل نہ مستقلاً مضر ہے اور نہ مستقلاً مفید۔ ہر چیز کی قدر و قیمت اس کے نتائج و آثار سے دیکھی جاتی ہے کسی چیز میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے یا اس کے غلط استعمال سے بحث نہیں حد سے بڑھ جانا صرف شاعری کے لئے نہیں ہر مفید سے مفید مصروفیت کے لئے بُرا ہے۔ ؎

جو کوئی حد سے بڑھا اسکی خرابی آئی خاک میں لوٹتے ہیں یار کے گیسو بڑھ کر

اب رہا یہ سوال کہ انسان کو کاروباری اور عملی زندگی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے تو اس کو کوئی منع نہیں کرتا۔ لیکن اس میں بھی حد سے بڑھ جانا اور ہمہ وقت سرگرداں رہنا اپنے لطیف جذبات اور ذوقِ سلیم کو گرا دیتا ہے۔ اور خود کو مضحکہ بنا لینا ذہن و ذوق کی تفریح کے واسطے ناگزیر ہے۔ کہ انسان کبھی کبھی ان مشاغل میں بھی حصہ لے جبتک انسان کے ساتھ وجدان ہے موسیقی فنا ہو سکتی ہے اور نہ شاعری یہ چیزیں سوشل لائف کے دسترخوان کی چٹنی ہیں البتہ ان مستقل غذا نہیں بنایا جا سکتا۔ ان حالات میں تو شاعری کا شغل اور بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔ انسان ضیاء صاحب جیسے لوگوں کی طرح اسکو توشۂ عقبیٰ بنائے اور اس سے خوابیدہ سماج کے جذبات ابھارنے کا وہ شریفانہ کام ہے جو کبھی میدانِ جنگ میں رجز سے اہلِ عرب لیتے تھے۔ اب فوجی بینڈ سے ممالک متمدنہ میں لیا جاتا ہے۔ کارلائل نے انھیں فوائد کے مدنظر کہا تھا" اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ تم کلام شکسپیر کا چھن جانا پسند کرتے ہو یا مملکت ہندوستان کا"، تو میں بلا تامل کہونگا کہ مملکت ہندوستان کا۔ اسلئے کہ ہندوستان ہم مخلوق کی سعی کا نتیجہ ہے اور کلام شکسپیر ہمارے خالق کا عطیہ۔ ضیاء صاحب کے زورِ کلام کے بعد اس واقعہ اور اُس عنوان پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جس پر یہ زور صرف ہوا ہے۔ ایک عربی مثل ہے کہ اصل حسن وہ ہے جسکی سوکنیں بھی داد دیں۔ ایک مسیحی مورخ ماسیو ماربین اپنی کتاب سیاست اسلامیہ میں لکھتا ہے "جناب امام حسینؑ کے دل میں ملک گیری یا حکومت کی ہرگز ہوس نہ تھی۔ کربلا کے مصائب اُنھوں نے خود پر اس لئے گوارا کئے کہ وہ اپنے نانا کے دین کو رسوائی اور بربادی سے بچا رکھنا چاہتے تھے اس عالی مقصد کے مدنظر انھوں نے ایسی اندوہناک صورتِ حال پسند فرمائی۔ بقول ثاقب لکھنوی:

محبت میں وہ صدمے جھیل کر اُٹھا ہوں دنیا سے
کہ اب تک لفظ غم کے ساتھ میرا نام آتا ہے

فرانسیسی ادیب وکٹر ہیگو نے سچ کہا ہے حریت و حق کا بیج کبھی بار آور نہیں ہو سکتا۔ اگر ظلم کے شہد سے اس کی آبیاری نہ ہو۔ علم و ادب کے زندہ دیوتا برناڈ شا سے ایک مرتبہ ایک اخباری نمائندے نے کہا۔ اگر تمام دنیا ڈوب رہی ہو اور انسانیت کی بقا کے واسطے آپ سے کہا جائے کہ دنیا میں سے صرف بارہ آدمی لے کر آپ اس کشتی میں پار اتر جایئے۔ تو آپ کن بارہ نفوس کا انتخاب کرینگے" اس کا جواب برناڈ شا نے اپنی طبعی حاضر جوابی سے دیا۔ انسانیت کی بقا کے واسطے صرف میری زندگی کافی ہے۔ میں باقی سب کو ڈوب جانے دونگا۔ برناڈ شا دنیا میں صرف ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا۔"

برناڈ شا جیسے خود پسند دنیا میں سیکڑوں موجود ہیں۔ اور سیکڑوں ہوں گے لیکن شاہِ شہیداں جیسا بے مثل گوہر یکتا ہماری دنیا میں صرف ایک تھا اور تا قیامت ایک ہی رہے گا۔ ایسی ذات پاک نے اپنی موت سے جس پر لاکھوں زندگیاں قربان انسانیت کو دائمی بقا دیدی بقول انیس مرحوم ؎

تباہی میں سفینہ آچکا تھا امتِ جد کا
یہ کشتی بحرِ خوں میں ڈوب کر شہ نے نکالی ہے

ماہِ زہرا جیسے عنوان پر ضیاء صاحب کی روشنیٔ طبع نے چار چاند لگائے ہیں۔ مرقع شہادت دیکھ کر کیسی خوشی ہوتی ہے کہ ماشاء اللہ شعر بھی بے مثل در برتن بھی نہایت پاکیزہ کیوں نہ ہو ؎

حکایت از قدِ آں سروِ دل نواز کنم
بایں بہانہ مگر عمرِ خود دراز کنم

قمر الدین احمد بی۔ اے۔ بی۔ ٹی علیگ بدایونی

۲۴؍ اگست ۱۹۴۱ء

هو المقتدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت

رواں الحمدللہ حمدِ رب میں ہی قلم میرا ہی آغازِ کلام اللہ عنوانِ رقم میرا
ہوا باہر نہ ہوگا جادۂ حق سے قدم میرا کہ دل صرفِ رکوع و سجدہ ہی سوئے حرم میرا
مذاقِ طبع ہے نعتِ رسولِ پاک پر مائل دل و جاں ہیں ثنائے صاحبِ لولاک پر مائل
ازل سے بارگاہِ عرش منزل کا سلامی ہوں مسیحِ جانِ رحمت ترجمانِ خوش کلامی ہوں
سرورِ جان و دل ہی وصفِ اصحابِ پیمبر کا ثناخواں ہوں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کا
وہ اصحابِ نبی ہی نورِ رخشاں ہر طرف جن کا صحابی کالنجوم اللہ اکبر ہے شرف جن کا
ثنائے اہلبیتِ مصطفیٰ ایمان ہے میرا ولائے خامسِ آلِ عبا ایمان ہے میرا

میرا اسلام کمالِ عشق تو شاہِ زمن سے ہے — عقیدت فی الحقیقت چار یار و پنجتن سے ہے

زہے عز و علائے اہلبیتِ رحمتِ عالم

قدوم پاک پر جن کے تصدق دولتِ عالم

مناقبِ حضور سیّدہ رضی اللہ عنہا

وہ فخرِ انس و جاں بنتِ خدیجہ دختِ پیغمبر — زنانِ دہر و حورانِ جناں سے افضل و برتر

وہ خاتونِ جناں معصوم حوریں باندیاں جن کی — ملک جنت سے آ کر پیستے تھے چکیاں جن کی

وہ مستوراتِ عالم پر مسلّم جن کی سرداری — وہ جن کا دامنِ عصمت ظہورِ شانِ ستّاری

وہ جن کی آلِ اطہر محترم اولادِ آدم سے — وہ جن پر آیہ تطہیر اتری عرشِ اعظم سے

وہ شب بیدار وہ صرفِ رکوع و سجدہ پیہم — وہ جن کی ذات پہ نازاں حضورِ رحمتِ عالم

وہ جن کا ایک سجدہ ضامنِ عفوِ خطاکاراں — وہ جن کی جنبشِ لب شافعِ جرمِ گنہگاراں

وہ نور العین وہ لختِ دلِ محبوبِ ربّانی — وہ فخرِ ہاجرہ و آسیہ وہ مریمِ ثانی

زکیہ، طاہرہ، خاتونِ جنت فاطمہ رض زہرہ رض — وہ جن کا منکرِ توقیر لطفِ حق سے بے بہرہ

بتول فاطمہ رض وہ جن کی الفت حاصلِ ایماں

محبت جن کی عرفانِ خدا نورِ دلِ ایماں

سامانِ نکاحِ جنابِ سیّدہ زہرہ رضی اللہ عنہا

بحمد اللہ جب سولہ برس کی عمر کو پہنچیں — ندا ہیں صاحبِ لولاک کو افلاک سے آئیں
فرشتوں کی زبانی حکمِ ربِّ ذو الجلال آیا — رسولِ پاک کو زہرہؓ کی شادی کا خیال آیا
مسائل عقد کے جب تا لبِ خیر الانام آئے — صحابہ کی طرف سے عقدِ زہرہ کے پیام آئے
ازل سے یہ سعادت تھی مگر تقدیرِ حیدرؓ میں — کہ تھے مولا علی محبوب تر چشمِ پیمبر میں
علیؓ کا حسن سرمستِ شبابِ زندگانی تھا — کہ اکیس سال کی تھی عمر آغازِ جوانی تھا

تھا گہوارہ مدینہ انعقادِ عقد و نسبت کا
بہار افزا تھا موسم دوسرا تھا سال ہجرت کا

مناقبِ حضرت اسد اللہ الغالب مولیٰ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

علیؓ تھے ابنِ عم پروردۂ آغوشِ رحمت تھے — علیؓ شیرِ خدا تھے قوّتِ بازوئے حضرت تھے
علیؓ دروازۂ شہرِ علومِ مصطفائی تھے — علیؓ گنجینۂ اسرارِ شانِ کبریائی تھے
علیؓ کو وہ رسولِ خالقِ یکتا سے نسبت تھی — کہ عبد اللہ جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت تھی
تھی پابوسِ علیؓ شانِ توکل شوکتِ شاہی — رگ و پے میں علیؓ کے جاذب تھا نورِ ید اللّٰہی

علیؓ اَبنَاءَنَا وَاَبنَاءَکُم کی شرح کامل تھے
علیؓ جزوِ نبی تھے لحمک لحمی کے حامل تھے

علیؓ مَن کُنتُ مولاہُ کی تفسیر مکمل تھے
علیؓ میدانِ نصرت کے علمبردار اوّل تھے

علیؓ فخرِ قریش و افتخارِ آلِ ہاشم تھے
علیؓ سے زندہ جاوید اسلامی مراسم تھے

علیؓ تھے فرد زہد و علم میں زور و شجاعت میں
علیؓ تھے اول الاصحاب اصحابِ پیمبر میں

علیؓ خیبر شکن فاتحِ خندق ہونے والے تھے
علیؓ نام و نشانِ بت پرستی کھونے والے تھے

علیؓ تھے اپنا ثانی آپ اوصاف و محامد میں
علیؓ ہیں وصف تھے وہ سب جو ہوں غازی مجاہد میں

علی کا فضل ظاہر ماہ سے لے تا بہ ماہی تھا
علی زوجِ بتولؓ پاک ہوں امرِ الٰہی تھا

عقد و نکاح

غرض وہ روزِ نور روزِ شرف وقتِ سعید آیا
کہ ہمرشتہ نظر دُرِّ نجف دُرِّ فرید آیا

رسولِ عرش مسند نے بارشادِ خداوندی
نکاحِ حیدرؓ و زہرہؓ بہ ظاہر کی رضامندی

علیؓ ابن ابی طالب کا اے صلی علیٰ رشتہ
نکاحِ فاطمہؓ کا خود پڑھا سرکار نے خطبہ

زمیں سے عرشِ اعظم تک مچی دھومیں تھی شادی
نبی دستِ نبیؐ ہیں مرحبا دلہن نبی زادی

خوشی سے بزمِ عقدِ پاک میں اصحابِ خیر آئے
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ، انسؓ، طلحہؓ، زبیرؓ آئے

علیؓ مجلس میں دولہا بن کے آئے اس تجمل سے — کہ جیسے لوٹ لے گل ہو، نہ چھپائے دامن گل سے
قبائے سادہ زیب جسم تھی، سر پر عمامہ تھا — شہانہ تھا نہ سہرا تھا نہ مقنع تھا نہ جامہ تھا
ہوئی طے چار سو مثقال چاندی مہر کے بدلے — عروس شب نے جوڑے نو عروس دہر کے بدلے
لٹائے بزم میں چھوارے شہ والا نے خوش ہو کر — حلاوت یاب محفل میں ہوئے اصحاب پیغمبر
دلہن دولہا کے ملنے کی مسرت کی گھڑی آئی — جناب سیدہ زہراؓ کی رخصت کی گھڑی آئی

ہوئی بعد فراغ عقد رخصت فاطمہؓ بی کی
رسوم بزم شادی پر نظر تھی ہر صحابی کی

خاتون جنت کا جہیز

جہیز اللہ اکبر جو دیا حضرت نے زہراؓ کو — وہ بہر خانہ داری تھا مکمل درس دنیا کو
بچھونے دو یمانی چادریں دو، ایک کملی تھی — پلنگ تھا، چار گدے، ایک تکیہ ایک چکی تھی
سبو، چہ، ایک چھالی، ایک مشکیزہ تھا پانی کا — یہ ساماں مختصر سا تھا اثاثہ زندگانی کا
طلائی ہار گردن میں، نہ پیشانی پہ جھومر تھے — فقط چاندی کے بازو بند دو از قسم زیور تھے
جہیز آقا کی جانب سے دلہن کو مرحبا یہ تھا — ظروف و پیرہن زیور غرض جو کچھ کہ تھا یہ تھا
علیؓ کے گھر نبی کے گھر سے خاتون جناں آئیں — جناب ام ایمن ساتھ بن کر رازداں آئیں

توقف ہو لیا جب بعد رخصت چند ساعت کا
ہوا دل رونمائی کو شہنشاہِ رسالت کا

علیؓ کے اس نئے آباد گھر میں شاہِ دیں آئے
دعائے خیر دینے رحمۃ اللعالمین آئے

بلایا فاطمہؓ کو پاس مانگا آپ نے پانی
اٹھائے ہاتھ سوئے آسماں باخندہ پیشانی

جناب سیدہ لائیں پیالہ بھر کے پانی کا
سما قروہ بنی سے انبساطِ جاودانی کا

دیئے پانی کے چھینٹے بطنِ زہرہؓ پشتِ حیدرؓ پر
دعا مانگی کہ اے ربِ دو عالم خالقِ برتر

عطا اولاد ہو وہ فاطمہؓ کو رحمتِ باری
قیامت تک رہے جسکا مبارک سلسلہ جاری

نبوت کا چمن پھولا پھلا گلہائے زہرہؓ سے
بہارِ گلشنِ ایجاد ہے ابنائے زہرہؓ سے

دعوتِ ولیمہ

ولیمہ دوسرے ہی دن کیا مولا نے شادی کا
عمل مسنون تھا یہ مصطفٰےؐ دنیا کے ہادی کا

ولیمہ میں وہی ہر روز کا سادہ سا کھانا تھا
کہ آبِ سرد اور نانِ جویں یہ آب و دانا تھا

بجائے میوہ دسترخوان پر خرمے کھجوریں تھیں
یہ وہ دعوت تھی جس کی دید یاں جنت میں حوریں تھیں

غلط ہے یہ علیؓ نے دعوتیں دل سیر کی ہوں گی
زیادہ سے زیادہ روٹیاں دس سیر کی ہوں گی

تعالی اللہ یہ تقریب شادی اسکے گھر پر تھی
تصدق سلطنت کون و مکاں کی جسکے در پر تھی

درسِ حیات

شہنشاہِ رسالت خسروِ کونین کے صدقے — سرپرآرائے عالم صاحبِ قوسین کے صدقے
عجب ارشاد و ہدایت کی ہمیں تعلیم فرمائی — نظامِ زندگی کی مستقل تنظیم فرمائی
سکھایا بندہ پرور دین کے طرزِ بندگی ہم کو — بسر کرنا بتایا سادگی سے زندگی ہم کو
تعیش سے ہمیں محفوظ رہنے کی ہدایت کی — تصنع پر، تکلف پر، نمائش پر، ملامت کی
معاش و بود و باش و حرمت کے طور سکھلائے — طریقے ارتقائے زیست کے فی الفور سکھلائے
ہمیں آدابِ تہذیب و تمدن سے کیا واقف — تھے جن اسرار سے ہم بے خبر اُن سے کیا واقف
جہاں داری رواداری کے سب اطوار سمجھائے — ہمیں دنیا کی تقریبات کے معیار سمجھائے
ہمیں اسراف پر تبذیر پر تنبیہ فرمائی — مصارف میں کفایت کی ہمیں تاکید فرمائی

اصولِ راحت و آرام سمجھا دیئے سارے
مکمل شعبہ ہائے زندگی فرما دیئے سارے

ہماری سرخوشی و خود فراموشی

غم و شادی ہیں روزانہ کے معمولات دنیا میں — یہ قصے یہ قضیے رہتے ہیں دن رات دنیا میں

مگر ہم روزمرہ شادی و غم کی محافل میں
تصور یہ کبھی بھولے سے بھی لاتے نہیں دل میں

یہ ہم کیا کر رہے ہیں کیوں یہ اخراجات کرتے ہیں
نہیں کرنا جو ہم کو چاہیئے وہ بات کرتے ہیں

غم و اندوہ کا جب وقت ہم پر کوئی آتا ہے
نمائش کی طرف لے کر تخیل ہم کو جاتا ہے

حذر ہوتا نہیں اصلا ہمیں بیجا مصارف سے
ہم اکثر دور ہٹ جاتے ہیں اسلامی معارف سے

ہماری تعزیت کی مجلسیں بے شبہ روزانہ
ہمارے بے محل اسراف کا بنتی ہیں افسانہ

کچھ اس انداز سے کرتے ہیں تقریبات شادی ہم
سمجھتے ہیں کہ ہیں سرمایہ دارِ کیقبادی ہم

تباہی آفریں ہوتی ہے ہر تقریب شادی کی
گھٹائیں سر پہ منڈلاتی ہیں برسوں نامرادی کی

ہمیں فکر جہیز و زیور و پوشاک ہوتی ہے
دماغ و ذہن سے گم قوت ادراک ہوتی ہے

خوشی میں ہمت پرواز تا افلاک ہوتی ہے
ہماری سب کمائی دم زدن میں خاک ہوتی ہے

ہمیں اظہار شان و منزلت کا جوش ہوتا ہے
نمود و نام کی خواہش میں دل مدہوش ہوتا ہے

ہماری حیثیت تک قرض میں مکفول ہوتی ہے
غلط شہرت کی خاطر مال و زر کی دھول ہوتی ہے

ظروف و جامہ ہائے بے ضرورت کی خریداری
ہمیشہ پیشتر کرتے ہیں ہم ناداں بہ ہشیاری

ہمیں یہ ولولہ رہتا ہے اپنی سر بلندی کا
کہ ہو شادی کی ہر دعوت میں کھانا ٹوٹے بندی کا

فضول اسدرجہ اخراجات ہم شادی میں کرتے ہیں
کہ آخر کار پہلے موت سے بے موت مرتے ہیں

کہاں وہ صاف ستھری بے تکلف زندگی سادہ
کہاں یہ ذوق سرجوشی کہاں یہ کیف بے بادہ

غرض یہ ہے کہ جب کرتے ہیں ہم اولاد کی شادی — ز خود ہو جاتے ہیں آمادۂ تکمیل بربادی

وہ دستور العمل جو قابلِ تقلیدِ امت تھا — وہ ذوقِ انفاحیں پر مدارِ دین و ملت تھا

فریبِ صحبتِ ناجنس سے ہم نے کیا زائل — سرورِ بے ثباتِ دہر پہ ہم ہو گئے مائل

ہمیں دنیا نے خوگر کر دیا اعزاز و شہرت کا
رہا پاس ادب ہم کو نہ احکامِ شریعت کا

دعائے مسلم

خدائے پاک پھر ہم میں وہی احساس پیدا کر — طریقِ ملتِ حق پر دلِ امت کو شیدا کر

روایاتِ سلف پھر ہوں ہماری ذات سے تازہ — الٰہی متحد ہو جائے پھر امت کا شیرازہ

رہا پابندیٔ رسم و رواجِ غیر سے ہم ہوں — شمارِ داعیانِ خیر اہلِ خیر سے ہم ہوں

طریقِ زندگی میں سادگی پہلی سی آ جائے — ہمیں سچا مسلماں بزمِ عالم میں کہا جائے

ہمارے قلب میں ہو جذبۂ تعلیمِ اسلامی — ہمارے ہر عمل سے دور ہو احساسِ ناکامی

ہو پیدا قوتِ حسنِ عمل میں گرم جولانی — ہمارے سامنے ہو اسوۂ محبوبِ ربانی

تمدن ہو ہمارا داعیٔ تہذیبِ لاثانی — ہمارا ہر عمل ہو تابعِ احکامِ قرآنی

ہمارا ذوق تقریبات نذرِ طاقِ نسیاں ہو — کبھی مائل نہ تفریحات پہ یا رب مسلماں ہو

بنا سچا نمونہ ہم کو اصحاب پیمبرؐ کا
ہمیں احساس دے تقلیدِ اہلبیتِ اطہر کا

ولادت حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام

عرب کی وادیوں میں تیسرا تھا سال ہجرت کا
جہاں مرکز تھا ماہِ صوم کی یمن و سعادت کا

پندرھواں روزہ روزِ شنبہ لیکر یہ خبر آیا
گل ریحانِ جنت خلد سے زہرہؓ کے گھر آیا

ہوئے بطنِ بتولِ گل بداماں سے حسن پیدا
کیا نقاشِ قدرت نے چمن اندر چمن پیدا

مبارکباد دینے عرش سے روح الامیں آئے
فرشتے کرتے ٹوپی جنت الفردوس سے لائے

سجایا قدسیوں نے گلشنِ خلدِ معلےٰ کو
تو یہ تہنیت حوروں نے دی آ آکے زہرہؓ کو

خوشی سی تھی خوشی انصار و اصحاب پیمبر کو
دیا اللہ نے کیا چاند سا فرزند حیدرؓ کو

خوشی میں تھا رخِ سلطان خوباں شمع نورانی
فروغِ سجدۂ شکرانہ سے روشن تھی پیشانی

سرورِ انبساطِ حیدرؓ و صفدر کو کیا کہیئے
خدا کے نور سے گھر تھا منور گھر کو کیا کہیئے

دلوں پر حمدِ رب شکرِ خدا کا جوش تھا غالب
مقامِ حمد تھا بابِ علیؓ ابنِ ابی طالب

حسنؓ نام خدا منجملۂ اسماء احسن تھا
نہاں نامِ حسنؓ مثلِ چراغِ زیرِ دامن تھا

ولادت کی خبر سن کر علیؓ کے گھر نبیؐ آئے
باندازِ طرب آئے بصد عیش و خوشی آئے

لیا فرزند کو آغوش میں دِل سے دعائیں دیں — مبارکباد کی خاتونِ جنت کو نداتیں دیں

ازل سے تابعہد بعثتِ شاہنشۂ خوباں — حجابِ قدس میں پاک و طیب نام تھا پنہاں

بالہامِ خداوندی نبی نے نام شبّر کا — و فورِ تہنیت جوشِ مسرت سے حسنؓ رکھا

عرب میں شور تھا جنت کا مہ پارا اُتر آیا
کنارِ فاطمہؓ میں عرش کا تارا اُتر آیا

جمال حسنؓ

حسنؓ کا حسن صورت حسنِ صورت گر کا مظہر تھا — بالفاظِ دگر آئینۂ شکلِ پیمبر تھا

حسنؓ اک نوشگفتہ پھول تھے گلزارِ جنّت کے — نظر آتے تھے اک روشن مرقع نورِ قدرت کے

حسنؓ کی شکل زیبا تھی شبیہِ خسرو خوباں — حسنؓ کے چاند سے رُخ سے عیاں تھا جلوۂ یزداں

حسنؓ سر تا بپا نور مجسم ماہِ طلعت تھے
عرب کے چاند تھے۔ محبوبِ حق تھے۔ خوبصورت تھے

عقیقہ

ہوا جب ساتواں دن راحتِ جاں کی ولادت کا — عقیقہ خود کیا شہ نے گلِ ریحانِ جنت کا

پسر پہ لوز کے بالوں کو سر سے خود اُتروایا | علیؓ صدقہ میں دیں ہموزن چاندی حکم فرمایا

مناقب امام حسن رضی اللہ عنہ

حسن کو پا کے زیبِ دوش کہتے تھے حضور اکثر | یہ ہیں محبوب مجھ کو ان کو رکھ محبوب اے داور
بجوشِ رحمت و رافتِ حضورِ شافعِ محشر | بٹھاتے تھے حسن کو کمسنی میں دوشِ اقدس پر
حضور اکدن سرِ راہِ حرم تشریف فرما تھے | حسنؓ شاداں و فرحاں راکبِ دوشِ معلّٰی تھے
کہا اک شخص نے اے طفل کیا اچھا یہ مرکب ہے | شہِ دیں نے کہا راکب بھی تو یہ خاصۂ رب ہے
حسنؓ کو گود میں لیکر زباں آقا دکھاتے تھے | زباں کو دیکھ کر یہ شاد ہوتے مسکراتے تھے
نمازِ پنجگانہ کے لیے جب مصطفٰےؐ جاتے | حسنؓ خوش فعلیاں کرتے ہوئے مسجد میں آجاتے
وہ جب سجدے میں ہوتے پشت و گردن پر یہ چڑھ جاتے | بدورانِ رکوع و قومہ ساقِ پا میں در آتے
حدیثِ پاک یہ صدیقِ اکبرؓ کی زبانی ہے | عیاں جس سے حسنؓ کی خاص شانِ کامرانی ہے
رسول اللہ تھے رونق فزا مسجد کے منبر پر | حسنؓ بھی جلوہ آرا تھے قریبِ حضرتِ سرور
کبھی اصحاب کی جانب نگاہِ بندہ پرور تھی | کبھی چشمِ خدا بیں روئے پر نورِ حسنؓ پر تھی
میانِ خطبہ لوگوں سے شہِ والا نے فرمایا | مرا فرزند ہے سید ہے یہ خاتون کا جایا
بلا شک ہے یہ صدیقوں شہیدوں کے رفیقوں میں | سبب اس کے ہوگی صلح دو مسلم فریقوں میں

حسنؑ تھا عطرِ مجموعہ رُخِ زہراؑ کی نزہت کا
بہارِ گلشنِ ایجاد تھا یہ پھول جنت کا

فصاحت بذلہ سنجی جاں نثارِ خوش بیانی تھی
دل آویزو حلاوت آفریں شیریں زبانی تھی

حسنؑ بارِ امامت فضلِ بے پایاں کے حامل تھے
حسنؑ مجموعہ اخلاق و اوصاف و فضائل تھے

حسین و صاحبِ تمکیں سخی و بندہ پرور تھے
حلیم و ذی وقار و با مروت دافعِ شر تھے

سخاوت

بیاں کوئی کرے سرکار کے کن کن فضائل کو
سخی ایسے کہ بخشے لاکھ درہم ایک سائل کو

خدا کی راہ میں خیرات کی دو بار سب دولت
نہ رکھا پاس اک حبہ پئے آسائش و راحت

دکھائے تین بار ایسے سخا و جود کے منظر
لٹا راہِ حق میں کل اثاث البیت اور گھر در

غنی تھا قلب تھا جوشِ عطا دستِ تونگر میں
خدا کی دی ہوئی دولت لٹا دیتے تھے دم بھر میں

اندازِ گفتگو

ہیں ابنِ سعد راوی آپ کی شیریں کلامی کے
بیاں کرتے ہیں وہ کچھ حال اوصافِ گرامی کے

خوشا حسن یہ اندازِ کلامِ سبطِ اکبر تھا
تصدق گفتگو پہ ہر مخاطب ہر سخنور تھا

شہیدِ جنبشِ لب تھیں مخاطب کی تمنائیں — یہی جی چاہتا تھا گفتگو حضرت کئے جائیں
زباں سے فحش کلمہ عمر بھر کوئی نہیں نکلا — دمِ گفتن جو نکلا حرف موںھ سے دلنشیں نکلا
طریقِ گفتگو کا عمر بھر میں جائزہ لے کے — لب و لہجہ پہ یہہ تنقید کی ہی بعض لوگوں نے
زمیں پر عمرو بن عثماں سے بھی کچھ آپ کی اَن بَن — ہوا جو فیصلہ باہم مخالف اس سے تھا بدظن
ہمارے پاس کیا ہی آپ نے یہہ لفظ فرمائے — بجز اس کے کہ ان کی ناک خاک آلود کی جائے
یہ فقرہ زندگی بھر میں لبِ شبیر سے نکلا ہی — عتاب آمیز قال و قیل کا یہ ایک جملا ہی
عجب شانِ تکلم تھی عجب شیریں مقالی تھی — زباں قدرت نے گویا نور کے سانچے میں ڈھالی تھی

حلم و تحمل

رقم طبقاتِ ابن سعد میں اک روایت ہے — عیاں جس سے سکون و حلمِ نوشاہِ امامت ہے
نمازِ جمعہ میں ہوتا تھا یہہ مروان کا خطبہ — کہا جائے حسنؑ کے سامنے حیدرؑ کو کم رتبہ
تحمل کا حسنؑ کے جائزہ مروان لیتا تھا — سرِ منبر علیؓ کو خیرہ سر دشنام دیتا تھا
سکون و صبر سے سنتے تھے یہہ سب سبطِ پیغمبر — زباں سے کچھ نہ کہتے تھے اثر ہوتا تھا جو دل پر
کئے مروان نے اک روز حملے ذاتِ اقدس پر — غرض یہ تھی کہ ہوں غیظ و غضب سے مشتعل شبر
مگر تھا آپ کا قلبِ مصفا مثلِ آئینہ — کہ تھا وَالکاظِمینَ الغَیظ کا رحمت کدہ سینہ

کہا ناصر سے سن کر آپ نے مروان کی باتیں
رہنگی یاد مجھ کو ظالم نادان کی باتیں

مجھے کہتا ہے وہ جو کچھ گلہ اس کا نہیں مجھ کو
مگر ہے منتقم قہر خدا یہہ ہے یقیں مجھ کو

کہا مروان نے جو کچھ اگر سچ ہے تو محشر میں
یقیناً آئینہ ہو جائے گا دربارِ داور میں

جزائے راستی ہو یا سزائے باطل و ناحق
بہر صورت حکم ہے منتقم ہے قادرِ مطلق

رضائے حق پہ صابر ہوں وہی ہوگا جو ہونا ہے
مگر مروان کے مقسوم میں عقبیٰ کا رونا ہے

ہے یہ بھی واقعہ منجملۂ بیدادِ مروانی
حسنؑ پر روز و شب ظالم تھا مصروفِ ستمرانی

مگر یہہ پیکرِ صبر و رضا تھا صرفِ خاموشی
ادھر یادِ خدا دل میں ادھر اظہارِ سرجوشی

یکایک ناک دھنے ہاتھ سے مروان نے پونچھی
یہہ ناشرع حرکت سبطِ پیغمبر نے جب دیکھی

شریعت کی اہانت پر خمِ ابرو نے بل کھایا
نظر بدلی ہوئے چیں بر جبیں فوراً جلال آیا

کہا مروان سے تف ہے تری فطری جہالت پر
نظر رکھتا نہیں نا اہل آدابِ طہارت پر

ہے دستِ راست بہرِ پاکیٔ اجزائے جسمانی
ہے بایاں ہاتھ بہرِ شستنِ اندامِ پنہانی

ہوا اس ڈانٹ پر مروان ساکت اور شرمندہ
رہا محجوب اپنے فعل پر جب تک رہا زندہ

زہے حلم و سکوں ہیں دم بخود اپنی مصیبت پر
جھڑک دیتے ہیں دشمن کو مگر توہینِ ملت پر

تعددِ ازدواج

حسنؓ کا حسنِ احسن دلربا تھا جاذبِ دل تھا — جہاں دیکھا کسی نے اک نظر سو جاں سے مائل تھا
وہ رس آنکھوں میں رخ میں وہ کشش وہ پاک صورت تھی — دلِ دوشیزگاں میں آپ سے شادی کی حسرت تھی
بکثرت شادیاں کیں آپ نے کوفہ مدینہ میں — طلاق و عقد کا تھا دور گویا ہر مہینہ میں
ظہورِ حسنِ صورت آفریں وہ حسنِ یکتا تھا — جمالِ حق نما کا تا عراق و شام شہرا تھا

خلعِ خلافت

امیر المومنین مولا علیؓ کے بعد ہی فوراً — ہوئی شیرازۂ امت میں پیدا برہمی فوراً
کیا دعویٰ اُدھر شامی حکومت نے خلافت کا — حسنؓ کو اس طرف سمجھا گیا وارث امامت کا
خلافت آپ کی تسلیم کی اعیانِ کوفہ نے — کہ بیعت ہاتھ پر کی آپ کے شیعانِ کوفہ نے
کیا کچھ روز تک تو کوفیوں نے پاس بیعت کا — مگر فی الفور ہی جاتا رہا احساس بیعت کا
امیرِ شام سالارِ عرب حضرت معاویہؓ — حریفِ حضرت مولا سمجھتے تھے جنہیں شیعہ
علی الاعلان جب لشکرِ خلافت پر ہوئے مائل — لرز اٹھے خیالِ کشت و خوں سے کوفیوں کے دل
امام دوسرا نے بیعہ کو الٹ کر ملا دیکھے — توسل آشنا بزدل متقلب بے وفا دیکھے

امام حسنؓ اور فریبِ اہلِ فتن

مگر جب قیس ابنِ سعد کوفی فوج کا افسر
ہوا دربار میں حاضر کہا اے وارثِ حیدرؓ

مرے زیرِ کماں بارہ ہزار افواج کا دل ہے
رسد کا باربرداری کا ہر ساماں مکمل ہے

امیرِ شام کے حملے کا ڈر اصلا نہیں مجھ کو
ہو کتنا ہی قوی دشمن مگر خطرا نہیں مجھ کو

امامِ پاک باطن پر عیاں تھا رازِ مستقبل
خلافِ مرضیٔ حق تابِ گفتن تھی مگر مشکل

جد کوفہ سے باہر آئے اصرارِ احبا پر
نظر آیا مقابل میں امیرِ شام کا لشکر

ہوئیں شب باش فوجیں بالمقابل دونوں میداں میں
مچا غل یک بیک یہ لشکرِ محبوبِ یزداں میں

پیادوں اور سواروں میں یکایک ابتری پھیلی
ردائے شب ہوئی گرد و غبارِ فوج سے میلی

ہوئی شہرت کسی نے قیس ابنِ سعد کو مارا
ہوا شیرازۂ افواجِ کوفہ منتشر سارا

جب اپنی فوج ہو اپنے سپہ سالار کی دشمن
ہے ناممکن حریفانِ دغا پر ہو وہ خنجر زن

امامِ پاک کے ڈیرے میں بھی کچھ لوگ در آئے
نبی زادے کو بھی مجروح کرنے سے نہ شرمائے

اُتاری دوش سے چادر لیا خیمہ کو لوٹا
بہت کچھ ان مظالم سے شہِ والا کا دل ٹوٹا

سحر تک ہٹ گئے مغرور کوفی بے وفا سارے
کئے سرکار نے سب یہ حمیت سوز نظارے

ربیعہ اور ہمداں آپ کو لائے مدائن میں
شفا زخموں سے پائی آپ نے آخر کئی دن میں

معاویہؓ نے ان حالات کی جس دم خبر پائی — شہِ والا سے ملنے کے لیے تقدیم فرمائی
امیرِ شام یہ مانے ہوئے تھے عہدِ حیدرؓ سے — نہیں تھی جنگ کی خواہش انھیں سبطِ پیمبر سے
مدائن میں حسنؓ ابنِ علیؓ سے خود ملے آکر — مکمل گفتگو کی ملکی و مالی مسائل پر
امام پاک نے پایا ابنِ عمہ زورِ ید اللٰہی — مسلمانوں کی خونریزی کسی صورت نہیں چاہی
شرائطِ صلح کے باہم دگر طے ہوگئے سارے — ہوئے جنگ و جدل کے دم زدن میں بند نظارے
خلافت پائیں گے حضرت حسنؓ بعد معاویہؓ — عراق و طیبہ و بطحیٰ نہ دیں گے کچھ زرِ فدیہ
صلحنامہ کے دن تک ہی حسنؓ پر جس قدر قرضہ — کرینگے خود ادا ابنِ ابو سفیانؓ ہر قرضہ
اہم یہ تین شرطیں ہی صلحنامہ کے اندر تھیں — امیدیں منحصر دونوں طرف کی بس اسی پر تھیں
ربیع الاول اکتالیس ہجری میں صلحنامہ — مکمل ہوگیا باہمدگر بے شر و ہنگامہ
نہ کی پروائے مال و ملک و دولت ابنِ حیدرؓ نے — خلافت کا خلع فرمادیا سبطِ پیمبر نے

مکمل جذبۂ ایثار و ذوقِ عذر خواہی تھا
وقارِ ملتِ حق پر تصدقِ تاجِ شاہی تھا

محبانِ علیؓ کا رویہ

وہ شیعانِ علیؓ اب تک حسنؓ کے جو فدائی تھے — بدلتے ہی ہوا مصروفِ خنجر آزمائی تھے

حسنؓ ابن علیؑ پر تھا تبرّا اب شعار ان کا — غرض عنوانِ بدعہدی تھا ہر قول و قرار ان کا
یہ ننگ خلق عار المومنین شبر کو کہتے تھے — ہمیشہ فکرِ توہینِ حسنؓ میں غرق رہتے تھے
مذلّ المومنین کہہ کر سلام آقا کو کرتے تھے — غرض آزردہ خاطر یوں غلام آقا کو کرتے تھے

واپسی دربار رسولؐ

محبانِ علیؓ کے جور جب حد سے سوا پائے — مدینہ میں امامِ پاک کوفہ سے چلے آئے
مدینے میں رہے نو سال تک شہزادۂ والا — مدارج پائے دربارِ نبی سے ارفع و اعلیٰ
یہ دورِ زیست تھا دورِ عبادت دورِ شاہانہ — ملا کرتے تھے دینار آپ کو یک لاکھ سالانہ
یتیموں بے نواؤں اور بیواؤں میں یہ دولت — ہمیشہ صرف کرتے تھے شہ والا بصد رغبت
مدینہ تھا خدا کی یاد تھی حق کی حضوری تھی — تھا حاصل قربِ محبوبِ خدا دنیا کی دوری تھی

سعیِ یزید

یزیدِ زشت خو آمادہ بیداد تھا پیہم — خلافت کے نہ ملنے کا اسے تھا واہمہ ہر دم
سمجھتا تھا کہ بعد مرگِ فرزند ابو سفیاںؓ — رہے زندہ اگر سبطِ نبی ابنِ شہ مرداں
حکومت شام کی ہرگز نہ مجھ کو ملنے پائے گی — حسنؓ کے حق میں شرطِ عہد نامہ رنگ لائے گی

بشوقِ ملک گیری و حکومت کلبیہ زاں ہوا قتلِ حسنؓ پہ دیدہ و دانستہ آماں
دیئے پیغام جعدہ بنت اشعث کو پسِ پردہ یزید اس شرط پر لے دختِ اشعث ہے ترا بردہ
حسنؓ کو بھی اپنے شوہر محبوب طلعت کو پلا زہر ہلاہل بھیجا ہے گلزار جنت کو
یہ جعدہ جو ابھی منجملہ ازواج والا تھی جفا پیشہ کے شوقِ زوجیت میں بہک گئی تھی

جہانِ حسن میں عورت عجب نا فہم ہوتی ہے
خود اپنی آبرو و شوہر کی اپنے جان کھوتی ہے

شہادت سیدنا امام حسنؓ

پلایا زہر ناہنجار نے معصوم شوہر کو کیا واصل بحق سلطانِ دیں سبطِ پیمبر کو
غضب کا زہر تھا جس نے غضب تاثیر دکھلائی نہ ہرگز راس تدبیر علاجِ شاہ دیں آئی
جگر کٹ کر دہن کی راہ سے باہر نکل آیا خدا کا نور عرش اللہ سے باہر نکل آیا
ہوئی محسوس بے چینی شہیدِ عشق یزداں کو نئے جلوے نظر آنے لگے نوشاہِ خوباں کو
حسینؓ ابن علیؓ تشریف فرما تھے جو بالیں پر ہوئے گویا کہ اے جانِ برادر سبطِ پیغمبر
یہ بے چینی ہے کیوں یہ اضطرابِ روح فرسا کیوں یہ جوشِ ناشکیبائی یہ کربِ حسرت افزا کیوں
نبی کے پاس تم یا مرتضیٰؓ کے پاس جاتے ہو خدا کے سامنے اے صاحبِ احسان جاتے ہو

خدیجہؓ فاطمہؓ زہرہؓ جہاں تشریف فرما ہیں — جہاں قاسمؓ ہیں طاہرؓ ہیں جہاں جعفرؓ ہیں حمزہؓ ہیں

وہاں جاتے ہوئے اسد رجہ حیرانی کا کیا باعث — میں قرباں کچھ تو کہیے سوزِ پنہانی کا کیا باعث

کیا ارشاد اے جانِ برادر ماجرا یہ ہے — ہے میرے سامنے اک اور منظر ماجرا یہ ہے

نہ پہونچا تھا جہاں تک ہاں میں آج جاتا ہوں — نہیں دیکھا تھا جس مخلوق کو نزدیک پاتا ہوں

سپرد اللہ کے تم کو کیا ثابت قدم رہنا — مصائب جھیلنا، صدمے اٹھانا رنج و غم سہنا

جنابِ عائشہؓ سے عرض کرنا میری جانب سے — مجھے حجرہ کے اندر دفن ہونے کی رضا دیجے

اجازت یہ اگر دربارِ صدیقہؓ سے ہو جائے — دمِ تدفیں رکاوٹ بھی نہ کوئی پیش گر آئے

مجھے آغوشِ سلطانِ رسل میں تم سلا دینا — مری میت کو خاکِ حجرۂ شہ میں ملا دینا

یہ کہہ کر نعمتیں جتنی تھیں نانا جان سے پائیں — سپرد حضرتِ شاہِ شہیداں شہ نے فرمائیں

کیا رخ سوئے قبلہ ہو گئے واصل بحق حضرت — شہادت نے جبیں چومی ہوئی رخ پر فدا رحمت

ملے شاہِ رسل سے بعد رحلت سبطِ پیغمبر

ہوئے مسند نشینِ قصرِ جنت سبطِ پیغمبر

شہادت کی خبر سن کر زمانہ کو اچنبا تھا — ربیع الاول کی پانچویں تھی پنجشنبہ تھا

سنِ پنجاہ یا پنجاہ و یک میں امرِ حق پا کر — شہید اللہ اکبر ہو گئے لختِ دلِ حیدرؓ

جنازہ پر ہجومِ عاشقانِ آلِ اطہر تھا — شریکِ تعزیت مروان بھی با دیدۂ تر تھا

حسینؓ پاک نے مروانؑ سے پوچھا کہ اے خود سر — کئے کیا کیا نہ تو نے زندگی میں ظلم حضرت پر
پس مردن اب انکی نعش پر رونیسے کیا حاصل — کہا مرواں نے میں کیا کہوں مغموم ہے کیوں دل
میں اس مرحوم کو روتا ہوں جو کوہِ تحمل تھا — میں روتا ہوں اُس سے اللہ پہ جس کو توکل تھا
جنازہ جب امامِ پاک کا بہرِ نماز آیا — حسینؓ ابن علیؓ سبطِ پیمبر نے یہ فرمایا
یقیناً خود پڑھاتا میں نمازِ اخِ معظم کی — مگر ہے یہ بھی اک سنت رسولِ ربِ اکرم کی
نمازوں میں امامت والیٔ آمر کا منصب ہے — یہی حکمِ شریعت ہے یہی آئینِ مذہب ہے
سعیدؑ اسوقت تھے جو والی و عامل مدینہ کے — پسر تھے عاص کے تھے آدمی بھی کچھ قرینہ کے
انھوں نے ہی نمازِ میت شہ کی امامت کی — حسینؓ پاک نے تعمیل احکامِ شریعت کی
جنازہ لے چلے جب لوگ سوئے روضۂ انور — ہوا مرواں مزاحم کھنچ گئے باہمدگر خنجر
جناب بوہریرہؓ نے کیا یہ فیصلہ بڑھ کر — کہا شبیرؓ سے فرزند ہے یہ مرضیٔ داور
کنارِ فاطمہ میں دفن ہو لختِ دلِ زہرہؓ — بقیعِ پاک میں ہو تربتِ ابنِ رسول اللہ
بالآخر وہ ہوا لکھا تھا جو قدرت کے دفتر میں — علیؑ کا لختِ دل آسودہ ہے آغوشِ مادر میں
کفن بر رخ چھپا ماہِ مبیں آغوشِ تربت میں — چھپا کر فاطمہؓ کا چاند دو بازِ ظلِ رحمت میں

۱۔ مروان ابن الحکم خلافتِ اسلامیہ میں افتراق کا بانی خوگر فریب و دغا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ سے مسلسل مسلمانوں کے محترم آمرین کو لڑاتا رہا۔ معاویہ ابن یزید کے بعد ۲۳ ذیقعدہ ۶۴ھ کو امارتِ بنوامیہ پر فائز ہوا۔ ۳ رمضان ۶۵ھ کو دمشق میں فوت ہوا

۲۔ سعید بن العاصی دو مرتبہ والی مدینہ مقرر ہوئے ۱ھ میں پیدا ہوئے ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔

ہوا مستور جلوہ شمع قندیل رسالت کا
چراغ پرضیا گل ہوگیا قصر امامت کا

حسین بدر کی صورت حسنؓ کی پاک صورت تھی
سراپائے جمال صاحب لولاک صورت تھی

جہاں میں بجلیاں چمکیں مسلمانوں کی آہوں سے
حسنؓ کی چاند سی صورت ہوئی پنہاں نگاہوں سے

یہہ کہدو کشتگان عشق کے غم میں جو روتے ہیں
شہیدان محبت زندہ جاوید ہوتے ہیں

ولادت حضرت امام حُسینؓ رضی اللہ عنہ

عجب تھی فرخ ومسعود چوتھی سال ہجری کی
خوشی تھی رات دن دونی جناب فاطمہؓ بی بی کی

طرب افروز تھا دن پانچ شعبان المعظم کا
کہ قصر سیدہ زہرہؓ سے خورشید شرف چمکا

حسینؓ ابن علیؓ تشریف لائے بزم ہستی میں
مے جام نجف آنکھوں سے ٹپکی جوش مستی میں

ولادت کی خبر گوش رسول پاک تک پہنچی
زمیں سے عیش سرمد کی صدا افلاک تک پہنچی

شفق پھولی فضائے چرخ پر انوار قدرت کی
ہوئی پھولوں سے سرخی رونما رنگ شہادت کی

عروس فتح نے در نجف کا مینہہ برسایا
پھریرا نصرت حق کا زمانہ بھر میں لہرایا

فرشتے خیر مقدم کے لئے زہرہؓ کے گھر آئے
مدینہ کی زمیں پر عرش کے تارے نظر آئے

نگاہ بوتراب آئینہ برکف دیدہ کو دوڑی
خوشی سوسو قدم تک عیش کی تجدید کو دوڑی

خوشی کے سُرخ دوڑے تھے عیاں چشمِ پیمبر میں | شعاعیں موجزن تھیں چشمۂ خورشیدِ انور میں
سنبھل دیکھ کر نورِ نظر کے روئے روشن کا | رسول اللہ نے بوسہ لیا بچہ کی گردن کا
مبارک باد دی روح الامیں نے عرش سے آکر | سرور انداز تھے ہمراہِ سلطانِ رسل حیدرؓ
لبِ جبریل سے حق کا سنا پیغام سرور نے | حسینؓ اس چاند سے بیٹے کا رکھا نام سرور نے
عطا کی دوسری نعمت نبی کو حق تعالیٰ نے | کیا اس لختِ دل کا بھی عقیقہ شاہ والا نے
پلایا دودھ ام الفضل[1] نے فرزند زہراؓ کو | فرشتوں نے کھلایا گود میں دلبندِ زہراؓ کو
رہے شبیر بطن والدہ میں چھ مہینے تک | کفِ پا سے تھے ہمشکل رسول پاک سینے تک

سراپا نور تھے نور نبی تھے نور کی صورت
جبینِ پاک روشن تھی چراغِ طور کی صورت

مناقب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ازل سے آپ تھے ظلِ جمالِ حضرت یحییٰؑ | ہر اک خواب آپ کی تھی ہم خیالِ حضرت یحییٰؑ

---

[1] ام الفضل کنیت الکبریٰ لقب۔ لبابہ نام۔ بنت حارث۔ خولہ بنت عوف کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ خدیجہ کبریٰ کے بعد آپ پہلی خاتون ہیں جو ایمان لائیں حضور انکے دیکھنے کو اکثر انکے گھر جایا کرتے تھے۔ انھوں نے خواب دیکھا کہ حضور کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا انکی گود میں آگیا ہے گھبرائیں تعبیر دریافت کی حضور نے فرمایا کہ حسینؓ میرے جگر کے ٹکڑے کو گود میں کھلاؤگی۔ زمانہ خلافت عثمان غنی میں انتقال فرمایا۔

رہے چھ ماہ وہ بھی اور یہ بھی بطنِ مادر میں
ہوئے دونوں شہید اللہ اکبر راہِ داور میں

سکون و صبر و تسلیم و رضا دونوں میں یکساں تھی
وہ پیغمبر تھے سچے اور یہ سچے مسلماں تھے

حسینؑ پاک کا بھی نام تھا اسمائے حسنیٰ میں
کوئی پہلے نہ تھا اس نام کا انسان دنیا میں

حسینؑ آئینہ دارِ حسنِ روئے مصطفائی تھے
حسین اک مطلعِ انوارِ ذاتِ کبریائی تھے

حسنؑ کی ہر ادا کے تھے حسینؑ پاک آئینہ
حسن کی طرح تھا آئینہ خانہ آپ کا سینہ

تھے دونوں مشترک اوصاف کے اخلاق کی حامل
تھے دونوں آسمانِ عرش رفعت کے مہ کامل

یقیناً راکبِ دوشِ شہ ابرار تھے دونوں
جوانانِ ریاضِ خلد کے سردار تھے دونوں

علیؑ کے لختِ دل زہراؑ کے نور العین در پردہ
تھے محبوبِ خدا کی گودیوں کے ناز پروردہ

یہ دونوں پھول زہراؑ کے گلِ ریحانِ جنت تھے
تھے دونوں شاہزادے زینتِ ایوانِ جنت تھے

نمازِ مصطفےٰ کی حق نما تصویر تھے دونوں
رکوع و سجدہ ہائے فرض کی تفسیر تھے دونوں

رسولِ پاکؐ سے ملتی ہوئی دونوں کی طلعت تھی
رسولِ پاکؐ کے سینہ میں دونوں کی محبت تھی

یہ دونوں مصطفےٰؐ کے سامنے جب گذرتے تھے
دعا یہ مصطفےٰؐ دونوں کے حق میں حق سے کرتے تھے

میں ان دونوں کا طالب ہوں مرے مطلوب ہیں دونوں
خدا محبوب رکھ ان کو مجھے محبوب ہیں دونوں

ملیں اللہ اکبر کس قدر دونوں کے پائے ہیں
حدیثوں میں فضائل مشترک دونوں کے آئے ہیں

حسینؑ ابن علیؑ کا اوج و رفعت کوئی کیا جانے
حسنؑ جانے علیؑ جانے نبیؐ جانے خدا جانے

نبی کا چاند سا فرزند ابراہیم[1] مہ پارہ
نبی کے زانوئے پرنور پر بیٹھا انجمن آرا

حسین رض پاک بھی یکبار آئے بزم سرور میں
ہوئے جلوہ نما آتے ہی آغوشِ پیمبر میں

یہ دونوں لختِ دل سرکار کی آنکھوں کے تارے تھے
زیادہ سب سے دونوں سرورِ دیں کو پیارے تھے

یکایک حضرت جبرئیل آئے عرشِ رحماں سے
گذارش کی بصد تکریم یہ سلطانِ خوباں سے

ہے فرمانِ خداوندی کہ یہ نورِ نظر دونوں
نہیں رہ سکتے مل کر ایک جا باہم اگر دونوں

خدا کا حکم یہ منظور اے محبوب رب کیجیے
ہو ان دونوں میں جو محبوب اسکو منتخب کیجیے

حسین رض پاک سے از بسکہ تھے مانوس پیغمبر
کیا قربان ابراہیم رض کو فرزند زہرا رض پر

حسین رض ابن علی رض لپٹے رہے دامانِ رحمت سے
ہوئے معصوم ابراہیم رض پنہاں چشم حضرت سے

---

[1] حضرت سیدنا ابراہیم روحی فداہ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہ قبطیہ جنکو مقوقس بادشاہ مصر نے حضور کو ہدیہ میں بھیجا تھا۔ آپ کی والدہ تھیں ذالحجہ ۸ھ میں مدینہ کے عوالی عالیہ میں پیدا ہوئے آپکی قابلہ حضرت سلمہ زوجہ ابو رافع اور دودھ پلائی ام سیف اور ام بردہ نے۔ پیدا ہونے کے ساتویں دن حضور نے آپکا عقیقہ کیا۔ نام رکھا اور سر کے بال اتروا دیئے بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کر کے بال دفن کرا دیئے۔ آپ کی عمر اٹھارہ ماہ یا سولہ ماہ آٹھ یوم کی ہوئی۔ حضور کو جس قدر آپ کی پیدائش کی خوشی ہوئی اتنا ہی موت کا غم ہوا۔ نماز جنازہ حضور نے پڑھائی۔ فضل بن عباس نے غسل دیا۔ اسامہ بن زید اور فضل نے قبر میں اتارا۔ بعد دفن قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ اور علامت قبر بنائی گئی۔ حضرت عثمان بن مظعون کے قریب دفن فرمائے گئے۔

رسولِ پاک تھے اک دن مکانِ امّ سلمہ میں — کبھی سلمہ سے باتیں تھیں کبھی تھے یادِ مولا میں
یکایک آئے جبریلؑ امیں عرشِ معظم سے — کہا باصد ادب محبوبِ خلاقِ دو عالم سے
برائے گفتگو ہو تخلیہ اس کی ضرورت ہے — اور خاص خلوت میں کہے جائیں ہدایت ہے
نبی نے امّ سلمہ[1] سے کہا خاتونِ باعزت — بنو کچھ دیر کو اب تم نگہبانِ درِ دولت
کوئی داخل نہ ہو حجرہ کے اندر دیکھتی رہنا — کہے کچھ کوئی لیکن ماننا اُس کا نہ تم کہنا
جنابِ امّ سلمہؓ تھیں نگہبانِ درِ حجرہ — کہ آئے اک طرف سے کھیلتے لختِ دلِ زہراؑ
حسینؓ پاک نے نانی سے نانا جان کو پوچھا — کہا حجرہ کے اندر ہیں حضورِ سیدِ بطحا
مگر حجرہ کے اندر کوئی داخل ہو نہیں سکتا — کہ ہے اے راحتِ جاں حکم یہ سرکارِ والا کا
حسینؑ آنکھوں میں آنسو بھر کے بولے امّ سلمہ سے — مجھے بھی کیا منع فرما دیا ہے میرے نانا نے
درونِ حجرہ سے آواز آئی ان کو آنے دو — جلیسِ خلوت و جلوت ہیں یہ ان کو نہ تم روکو
گئے شبیرؓ ہنستے کھیلتے سرکارِ والا تک — ہوئے مسرور سلطانِ الم نشرح لک صدرک

---

[1] حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کنیت اصل نام ہند۔ امیہ ابو حذیفہ باپ کا نام عاتکہ بنت عامر ماں کا نام ابو سلمہ سابق شوہر کا نام ہے۔ زوجین مسلمان تھے مہاجر تھے۔ ابو سلمہ غزوہ احد میں زخمی ہوئے۔ اسی زخم کے اثر سے ۹ جمادی الثانی سنہ ۴ھ میں وفات پائی۔ ام سلمہ آخر ماہ شوال سنہ ۴ھ میں حضور کے عقد میں آئیں۔ ۸۴ برس کی عمر میں سنہ ۶۳ھ میں قبل واقعہ حرہ وفات پائی حضرت ابو ہریرہ نے آپکی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔ ولید بن عتبہ والی مدینہ کسی عذر سے حاضر نہ ہو سکا

کہا جبریلؑ نے ختم الرسل محبوب یزداں سے — محبت آپ کو ہے جسقدر شاہِ شہیداں سے
بجا ہے ٹھیک ہے لیکن ازل سے انکی قسمت میں — یہ لکھا ہے کہ انکا امتحاں ہو دشتِ غربت میں
مفصل مصطفٰےؐ سے واقعاتِ کربلا منزل — کہے جبریل نے اکثر بطورِ رازِ مستقبل
نکالی پیرہن سے ایک شیشی خاک تھی جس میں — نہاں آمیزشِ خونِ شہ لولاک تھی جس میں
حسینؑ پاک دجبریلِ امیں جب ہو گئے رخصت — یہ دیکھی ام سلمہؓ نے شہ کونین کی حالت
رُخِ انور پہ آثارِ غم و اندوہ طاری ہیں — طبیعت مضطرب ہے اشکِ غم آنکھوں سے جاری ہیں
گذارش کی یہ ام المومنیں نے شاہِ والا سے — مرے ماں باپ صدقے ہیں تصدق ماجرا کہیئے
کیا باچشم نم ارشاد سلطانِ دو عالم نے — رلایا ہے مجھے اے ام سلمہؓ آج اس غم نے
یہ مٹی جو مرے ہاتھوں میں ہے جبریلؑ لے دی ہے — یہ خوں آمیز مٹی آہ دشت کربلا کی ہے
کیا جائے گا جس جا قتل یہ فرزند زہراؓ کا — بہے گا افّ لہو جس خاک پر دلبند زہراؓ کا
یہ مٹی ہے وہی اے ام سلمہ اس کو تم رکھو — لہو ہو جائے جس دن خاک یہ از خود تو تم سمجھو
حسینؑ ابن علی کو دشمنوں نے قتل کر ڈالا — مکرر اتنا کہہ کر رو دیئے پھر سرور والا
تعالی اللہ تھا یہ علم سلطانِ رسالت کا — نظر کے سامنے تھا واقعہ سارا شہادت کا
معلم تھا خدا۔ روح الامیں تھے مخبرِ صادق — عیاں تھا آپ پر ہر منظرِ مستقبل و سابق
یہی وہ علم ہے علم لدنی جس کو کہتے ہیں — یہ ہے وہ علم علمِ غیب سنی جس کو کہتے ہیں

حکومت یزید

معاویہؓ[1] کی رحلت ہوگئی جب ساٹھ ہجری میں
ہوئے مصروف شامی سلطنت کی خیرخواہی میں

بٹھایا تخت پر سب نے یزید کینہ پرور کو
سمجھتا تھا جو دشمن پیشتر سے آلِ حیدرؓ کو

یہ ظالم بیٹھتے ہی شام کے تختِ حکومت پر
اتر آیا قدیمی دشمنی فطری عداوت پر

کئے قاصد روانہ شام سے مکہ مدینہ کو
لکھے فرماں کہ حاکم مان لیں سب اس کمینہ کو

ابی سفیانؓ کا پوتا مدینہ میں گورنر تھا
بظاہر سخت در پردہ خلافِ فتنہ و شر تھا

ولید اس نیک دل کا نام تھا عتبہ کا بیٹا تھا
سفیرِ شام جب آیا تو یہ بستر پہ لیٹا تھا

دیا قاصد نے خط مضمون خط اس نے پڑھا سارا
چچا کی موت کا تھا سامنے آنکھوں کے نظارا

---

[1] حضرت امیر معاویہؓ ابن ابوسفیانؓ۔ فتح مکہ سے کچھ قبل مسلمان ہوئے جنگ حنین میں شرکت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت کتابت وحی پر مامور فرمایا۔ زمانۂ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اسلامی افواج کے ہمراہ شام پر لشکر کشی میں شریک ہوئے یزید بن ابی سفیان اپنے بھائی کی وفات کے بعد عامل دمشق مقرر ہوئے عہد فاروقی میں صرف گورنر دمشق تھے۔ بعدہٗ عہد خلافت ذوالنورین میں کل شام کے عامل ہوئے بیس برس تک گورنر رہے۔ سنہ ۴۰ھ میں شام کی جداگانہ خلافت قائم کی۔ اور ۶۲ سال کی عمر میں اپنے خلیفہ اسلام ہونے کا اعلان کیا۔ ۲۰ سال خلافت کرکے ۸۲ سال کی عمر میں بمقام دمشق انتقال فرمایا۔ مابین باب الجابیہ و باب الصغیر مدفون ہوئے۔

دیا کچھ لکھ کے نوکر کو کہا اس کو دزا لے جا
برائے مشورہ مرواںؔ کو فوراً بلا بھیجا

ولید آیا یہ نامہ پا کے ایوانِ حکومت میں
ہوا مرواں بھی داخل آ کے ایوانِ حکومت میں

سعیِ بیعتِ امام

لکھا تھا حکم میں لی جائے بیعت ان اکابر کی
ہمیشہ رہتے ہیں بیزار جو شاہانِ جابر سے

حسینؓ ابن علیؓ ابن عمرؓ ابنِ زبیرؓ اکثر
رہا کرتے ہیں شامی سلطنت سے باغی و خودسر

ہو جتنا جلد ان تینوں سے لی جائے مری بیعت
پھر اسکے بعد حکم عام ہو جاری پئے طاعت

کہا مرواں نے فوراً بلایا جائے تینوں کو
ملے موقع تدبر کا نہ ان انجام بینوں کو

ملازم مسجد نبوی میں ان کو ڈھونڈتا آیا
حسینؓ پاک و عبد اللہؓ زبیری کو وہیں پایا

بہم دونوں بزرگوں نے کہا حکم طلب سن کر
ہم آتے ہیں عقب سے دی خبر عامل کو اے نوکر

ہوئی ابنِ زبیرؓ و ابنِ حیدرؓ کو پریشانی
نہ باہم کر سکے کچھ فیصلہ دونوں بآسانی

حسینؓ آئے مکاں پر ساتھ لیکر کچھ سواروں کو
گئے عامل کے گھر باہر بٹھا کر رازداروں کو

ولید ابنِ رسول اللہ کی عزت کا قائل تھا
جب آئے یہ تو استقبال کی جانب بھی مائل تھا

دیا ابنِ علیؓ کو خط یزید فتنہ ساماں کا
پڑھا خط رنگ دیکھا ابن عتبہ اور مرواں کا

دعائے مغفرت بہرِ امیرِ شام فرمائی — کہا بیعت کی بابت صاف [illegible]

امیرِ فاسق و فاجر کی بیعت میں کروں توبہ — خلافِ دینِ حق الزام اپنے سر دھروں توبہ

یہ کہہ کر آپ نکلا چاہتے تھے قصرِ عامل سے — کہا مروان نے فوراً ولیدِ خوش شمائل سے

بلا بیعت لیے زندہ نہ جانے دیجیے ان کو — یہی موقع ہے بڑھ کر قتل فوراً کیجیے ان کو

حسینؓ ابنِ علیؓ نے ڈانٹ کر فی الفور فرمایا — غلط ہے قتل مجھ کو تو کرے مروان سے بابا

نہیں تنہا یہاں میں اے ولیدِ عاملِ طیبہ — محافظ ہے مرا وَاللّٰہُ خَیرٌ حَافِظًا واللہ

مکاں سے کہہ کے یہ تشریف باہر آپ لے آئے — مگر امکان رہنے کے مدینہ میں نہ اب پائے

گئے دار الامارۃ کو نہ خود ابنِ زبیرؓ[1] صلا — مدینہ سے کیا عزمِ سفر فی الفور مکہ کا

---

[1] عبداللہ ابن زبیر بن عوام۔ آغاز سال ہجری کے دس ماہ بعد پیدا ہوئے حضورؐ نے اپنا لعابِ دہن چٹایا۔ ان کے والد حضرت زبیر نبی صلعم کے پھوپی زاد بھائی خدیجہ کبریٰؓ کے برادر زادے صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے عشرہ مبشرہ میں تھے جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت ہے۔ جو جنگ جمل میں ۱۰ رجمادی الاخری ۳۶ھ بعمر ۶۷ سال بروز پنجشنبہ شہید ہوئے۔ عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ تھیں۔ یزید ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ میں فوت ہوا مرنے سے پہلے حصین بن نمیر کو ابن زبیر کے خلاف چڑھائی کا حکم دیا جس نے کعبہ پر آتشباری کی واقعہ حرہ اسی کا نام ہے۔ یزید کے مرنے اور معاویہ ابن یزید کی چند روزہ برائے گفت امارت کے بعد بلا اختلاف عبداللہ ابن زبیر حجاز، عراق، یمن، خراسان کے خلیفہ تسلیم کیے گئے۔ مروان اور عبدالملک ابن مروان برابر آپ سے لڑتے رہے۔ حجاج ابن یوسف سپہ سالار لشکر عبدالملک نے یکم ذالحجہ ۷۲ھ کو کعبہ کا محاصرہ کیا۔ سات مہینہ مسلسل کعبہ پر آتشباری کی گئی ۱۵ رجمادی الاخر ۷۳ھ کو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ شہید ہوئے۔ شب بیدار ایسے کہ ایک رات برابر صبح تک قیام کرتے دوسری رات صبح تک رکوع میں رہتے تیسری شب تا سحر سجدہ میں گذارتے

روانہ ہو گئے کعبہ کو چھپ چھپ کر قرینہ سے

مدینہ چھوڑ کر مکہ کی جانب بیقرار آئے
خدا کے گھر میں محبوبِ خدا کے جانثار آئے

دربار رسول انام
اور
رخصت امام

مزارِ مصطفےٰؐ پر شام ہوتے ہی امام آئے
اجازت کی غرض سے آخری کرنے سلام آئے

کہا رو کر سلام اے تاجدارِ عالمِ امکاں
سلام اے سیدِ عالم سلام اے سرورِ ذیشاں

سلام اے ہادیٔ اسلام اے محبوبِ ربّانی
سلام اے صاحبِ لولاک لذرِ ذاتِ یزدانی

سلام اے اپنے مظلوموں کے وارث رحمتِ عالم
سلام اے بیکسوں کے والی ڈھارس شافعِ اعظم

ذرا دیکھو تو چہرہ سے اٹھا کر گوشۂ داماں
حسینؑ ابن علیؑ پر تنگ ہیں طیبہ کی اب گلیاں

ذرا حجرہ سے نکلو اے مکینِ گنبدِ خضرا
ذرا دیکھو تو اہلِ بیت پر ہیں سختیاں کیا کیا

یزیدی دور ہے اسلام ہی سرکار خطرے میں
نواسہ آپکا اس وقت ہی دشمن کے نرغے میں

یزید فاسق و فاجر مخالف ہے شریعت کا
نہیں احساس اسکو احترامِ دین و ملّت کا

اسے ضد ہے حسینؑ اسکی اطاعت پر ہو آمادہ
مگر توہینِ مذہب کیوں روا رکھے نبی زادہ

ہیں قرباں اے مجھے ناز ونعم سے پالنے والے — مصائب آنے والے دم زدن میں ٹالنے والے

دُہائی آپ کی اے دادرس بے نواسوں کے — دُہائی آپ کی اے آسرا بھوکے پیاسوں کے

مدد اے التجائیں سننے والے آلِ اطہر کی — مدد اے آرزو بر لانے والے سائل در کی

مراقب ہوگئے یہ کہہ کے فرزندِ رسول اللہ — اٹھایا سر تو نکلا بے ارادہ مونھ سے واأسفاہ

نگاہِ یاس وحسرت سے درودیوار کو دیکھا — بچشم اشک افشاں مرقدِ سرکار کو دیکھا

گذارش کی لگا کر قبرِ نورانی کو سینے سے — حسینؑ خانماں برباد جاتا ہے مدینے سے

مگر یہ التجا ہے یا نبی یا رحمت عالم — قدوم پاک سے ہوں دور جب تا کام الفت ہم

ہماری بیکسی درماندگی کی لاج رکھ لینا — ہمیں نظروں میں اپنی صاحب معراج رکھ لینا

کہیں پیدا نہ ہو جب تک ٹھکانا بے ٹھکانوں کا — نہو پرساں کوئی جبتک ضعیفوں ناتوانوں کا

رہیں جب تک عدو آمادہ جور وستم رانی — رہے جس وقت تک ہم پر ہجوم خانہ ویرانی

ہمیں مکے میں بھی رہنے نہ دے جب دشمن خودسر — خدا کے گھر سے بھی ہوں جب وطن آوارگان بے گھر

بلانے والے بن کر دوست جب بنجائیں بیگانے — گذر جائیں جب اپنی بیکسی کے حد سے افسانے

ہمیں جب کربلا میں سامنا کرب وبلا کا ہو — ہمیں جب تیر بیدادِ اجل نے چپکے تاکا ہو

سپاہِ شام جب محصور کرلے ہم غریبوں کو — کہیں امن واماں حاصل نہ ہو جب بے نصیبوں کو

خیام اہلبیتِ پاک ہوں جب نصب ریتی پر — تصرف جب خزاں کا ہو بہارِ باغِ گیتی پر

تلوار لی زد پر — یزیدی ہنستے ہوں جب کشتگانِ حق کے مشہد پر

عدو کے ہاتھ سے جب قتل ہو لشکر نواسوں کا — بیاباں میں لٹے جب قافلہ بھوکے پیاسوں کا

سکوں برباد اہلبیت پر جب بند ہو پانی — حسینؑ تشنہ لب پر ہوتی ہو جب تیر بارانی

ہوں خاتونانِ اہلبیت جب پابند نامحرم — ہوں جب دشمن کے ہاتھوں پابجولاں عابدؑ پرغم

پئے تسکیں مرے سرکار تم اس وقت آجانا — سکون و صبر کی تلقین دلِ افگاروں کو فرمانا

بس اب اے قبلۂ دیں مجھ کو جانے کی اجازت ہو — لب اطہر سے فرما دو حسینؑ اب جاؤ رخصت ہو

مدینے سے شہ کونین کا نورِ نظر نکلا

وطن سے بے وطن ہو کر وطن کا تاجور نکلا

مدینہ سے روانگی

غرض باچشمِ نم شبیر لوٹے آستانہ سے — ملے صبر و سکوں کے ساتھ ہر اپنے بیگانہ سے

لیا ہمراہ اہلبیت و یارانِ مکرّم کو — سفر فرما دیا طیبہ سے بیت اللہ اعظم کو

ولید اب تک یہ سمجھا تھا کہ ہیں دونوں یہیں — گرفتاری کی تھی دَرپردہ حسرت اُسکے سینہ میں

تقاضے پر تقاضے آرہے تھے اسکی جانب سے — مگر دونوں نہاں تھے چشمِ اغیار و اجانب سے

ولید اس علم پر طیبہ سے دونوں ہو گئے غائب — ہوا اپنی تغافل کیشیوں پر خاسر و خائب

یزیدِ تند خو تک شام میں جب یہ خبر پہونچی | کیا صادر ولید پر خط کو حکم معزولی
مدینہ پر کیا مامور فوراً دوسرا عامل | سعید[1] الاشدق کا تھا پسر جو عمرو نا قابل
مدینے سے پناہِ کعبہ میں ابنِ زبیرؓ آئے | عدا کے گھر میں بچ کر زد سے دشمن کی بخیر آئے
محافظ بن کے قدسی آسماں سے راہ میں آئے | امامِ پاک بھی طیبہ سے بیت اللہ میں آئے

اہلِ کوفہ کے خطوط

خبر ان واقعاتِ خاص کی جب پہونچی کوفہ میں | ہوا معلوم جب شاہِ شہیداں بھی ہیں مکہ میں
سلیماں[2] کے مکاں پر مجلسِ شوریٰ ہوئی قائم | محبانِ علی نے بے خیالِ لومۃ لائم
کیا یہ فیصلہ لکھیں عریضہ ابنِ حیدرؓ کو | بلائیں کوفہ میں بہرِ امامت سبطِ اصغر کو
حبیب ابنِ مظاہر اور رفاعہ اور مسیب نے | مرتب خط کیا شیعوں کے ہر طبقہ کی جانب سے
لکھا خط میں کہ ہم بیزار ہیں شامی حکومت سے | ہیں سہے سوئے ظن نعمان کے طرزِ سیاست سے
ہیں شیدائی علیؓ ابنِ ابیطالب کے ہم شیعہ | ہمارا سخت دشمن ہے یزید ابنِ معاویہؓ
بجز سرکار کے ہم غیر کی بیعت سے قاصر ہیں | حضور آئیں تو جان و مال سے ہم لوگ حاضر ہیں
امام دوسرا کوفہ میں گر تشریف لے آئیں | تو ہم نعمان سے کہدیں یہاں سے وہ چلے جائیں

---

[1] عمرو بن سعید الاشدق رمضان سنہ ۶۰ھ میں عامل مدینہ ہوا۔ [2] سلیمان بن صرد خزاعی رئیس کوفہ سنہ ۶۵ھ میں قاتلانِ حسینؓ سے لڑا

سب حضر[1] … گئے سوئے حرم دو معتمد قاصد اُسے لے کر

یہ قاصد دونوں عبد اللہ ہمدانی و والی تھے … نہایت تیز رو تھے صاحبِ تدبیرِ عالی تھے

ابھی دو دن نہ گذرے تھے کہ پھر لوگوں نے جی شاں آیا … لکھا پھر دوسرا خط پھر روانہ قاصد کو فرمایا

پھر اس کے بعد بھی قاصد پہ قاصد خط پہ خط بھیجے … عریضے پے بہ پے ترغیب کے تحریص کے لکھے

خطوں پر دستخط ہوتے تھے صدہا اہلِ کوفہ کے … اثر یہ خط کہاں تک قلبِ حضرت پر نہیں کرتے

یزیدی جور سے بصرہ حجاز و شام نالاں تھے … خلیفہ ابنِ حیدرؑ ہوں بہت سے لوگ خواہاں تھے

حطوطِ اہلِ کوفہ لے کے اکثر نامہ بر آئے

مگر نا واقفِ انجام آئے بے خبر آئے

اہلِ بصرہ کے خیالات

کئے شیعانِ بصرہ نے بھی مل کر مشورے اکثر … مکانِ ماریہ[2] پر رات دن جلسے رہے اکثر

ہر اک ذی فہم کی یہ رائے تھی جس طرح ممکن ہو … بلایا جائے بصرہ میں امامِ پاک باطن کو

یزید[3] ابنِ نبیط اک باہمت صاحب دل تھا … وقارِ اہلبیتِ پاک پر سو جاں سے مائل تھا

---

[1] ۔ عبد اللہ بن سبع ہمدانی ۔ عبد اللہ بن دال [2] ماریہ بنت سعد قبیلہ عبد القیس [3] ۔ یزید بن نبیط معہ عبد اللہ و عبید اللہ پسران کے حاضر خدمت امام ہوا ۔ تینوں کربلا میں شہید ہوئے

کہا اس نے بجائے نامہ و پیغام بہتر ہے ۔ کہ خود جا کر نہیں ہم ـ ـ ا جو دل کے اندر ہے
عبید اللہ و عبد اللہ دو بیٹوں کو بھیجے کر ۔ نواحِ بصرہ سے آیا حضورِ سبطِ پیغمبر
کہے سب واقعاتِ اہلِ بصرہ آ کے حضرت سے ۔ گذارش کی وہاں کے لوگ ہیں مشتاق بیعت کے
بقدرِ حوصلہ کی ترجمانی بصرہ والوں کی ۔ نئی تصویر کھینچی خاص لوگوں کے خیالوں کی

فدائی آ کے سب شامل ہوئے یہ زر خریدہ ہیں
ہوئے قرباں شہِ والا پہ کہلائے شہید وہیں

خیالات حضرت امام عالی مقام

یہاں کعبہ میں اصحابِ نبی سے قبلۂ عالم ۔ کیا کرتے تھے مستقبل کی بابت مشورے پیہم
بکثرت متفق اس رائے پر تھے لوگ مکہ کے ۔ رہیں حضرت حرم میں چین سے حاکم جو رہنے دے
خطوطِ اہلِ کوفہ پڑھ کے فرزندِ رسول اللہ ۔ ارادوں سے ہوا خواہانِ دولت کے ہوئے آگاہ
مقامی مجلسِ شوریٰ طلب کی شاہِ والا نے ۔ ہر اک تجویز پر تنقید کی ادنیٰ و اعلیٰ نے
جماعت کثرتِ آراء سے پہونچی اس نتیجہ پر ۔ کہ پہلے جائے کوفہ میں نمائندہ کوئی بن کر
اجازت دے اگر اس شہر کا ماحولِ آسودہ ۔ تو لکھے من و عن حالات سرکاری نمائندہ
زبانی کوفیوں سے مختتم ہر بات کی جائے ۔ مکمل حالِ مستقبل کی تحقیقات کی جائے

حضرت مسلمؓ کی کوفہ کو روانگی

نمائندہ بنے مسلمؓ امام پاک طینت کے
مدینہ سے گزر کر آئے کوفہ میں یہ مکہ سے

یہ جب داخل ہوئے کوفہ میں گھر گھر اک شادی تھی
یکم تاریخ تھی ذالحجہ کی سن ساٹھ ہجری تھی

کیا اظہار ارباب عقیدت نے مسرت کا
ہوا سامان گھر گھر خیر سے مسلمؓ کی دعوت کا

بکثرت نزدِ مسلمؓ لوگ آتے شادماں ہو کر
امام پاک کا یہ خط سناتے ترجماں ہو کر

ترقی رات دن ہونے لگی اہلِ عقیدت کی
ہزاروں کوفیوں نے حضرتِ مسلمؓ سے بیعت کی

موافق جب فضائے کوفہ مسلمؓ کو نظر آئی
جماعت لڑنے مرنے کے لیے بھی مستعد پائی

لکھے حالات سب مسلمؓ نے فرزندِ پیمبرؐ کو
بلایا جانب کوفہ حسینؓ و آلِ حیدرؓ کو

خلاصہ واقعی حالات کا تحریر فرمایا
نتیجہ اپنی تحقیقات کا تحریر فرمایا

انتظاماتِ حکومت

یہ جوشِ انقلابات و ہجومِ شورشِ تازہ
ہوا امن و اماں کا منتشر جس سے کہ شیرازہ

نواحِ کوفہ میں دن رات جب بڑھتا نظر آیا
فساد و جنگ کا سیلاب سا چڑھتا نظر آیا

کیا نعمان[1] نے اجلاس اک دارالامارت میں ۔۔۔ عمائد کو [illegible] فرمالیا قصرِ حکومت میں
دیا خطبہ بغاوت کرنے والوں پر ملامت کی ۔۔۔ رعیت کو کسی سازش نہ کرنے کی ہدایت کی
کہا خطبہ میں تاوقتیکہ حملہ ہو نہ کوفہ پر ۔۔۔ غلط الزام پہ ہرگز اٹھائیں گے نہ ہم خنجر
خلافِ سلطنت جو مرتکب ہوگا بغاوت کا ۔۔۔ یقیناً مستحق ہوگا وہ پاداش و سیاست کا
یہ خطبہ گرچہ تھا بالکل حکومت کے تعاون میں ۔۔۔ مگر آتا تھا اس سے فرق کچھ ملکی تمدن میں
حکومت کے ہوا خواہوں نے کی تنقید خطبہ پر ۔۔۔ اڑائیں پھبتیاں نعمان کے منصب پہ رتبہ پر
مخالف سمت سے دشمن پہ سختی کا تقاضا تھا ۔۔۔ دلِ نعمان مگر مائل بہ درسِ استغفا تھا
عمارہ[2] اور عبداللہ[3] و عمرِ سعد[4] نے فوراً ۔۔۔ حکومت کو خبر کی جان کر یہ امر مستحسن
یہ تینوں فتنہ جو تھے معتمد شامی حکومت کے ۔۔۔ جہاں بیٹھے ہوئے تھے سکران کی ہر سیاست کے
یزید دشمنِ ایماں کو ان لوگوں نے لکھا تھا ۔۔۔ کہ ہے نعمان کی کمزوریوں سے ملک کو خطرا
خبر ہے سیدِ معصوم کے کوفہ میں آنے کی ۔۔۔ ہیں جاری کوششیں شامی حکومت کے مٹانے کی
حسینؑ ابنِ علیؑ کا ہے یہاں موجود اک نائب ۔۔۔ امیرِ شام سے جو کر رہا ہے خلق کو تائب
کسی صورت نہیں اس حال میں نعمان اس قابل ۔۔۔ یہ بہتر ہے نہ رکھا جائے کوفہ میں اسے عامل

---

[1] نعمان بن بشیر گورنر کوفہ [2] عمارہ بن ولید بن عقبہ [3] عبداللہ بن مسلم [4] عمر بن سعد بن ابی وقاص

...سے معزول کر دیجیے | مقرر اور عامل بہتر تو معقول کر دیجیے

یہ خط جس دن یزید کینہ ور نے شام میں پایا | اراکینِ حکومت کو طلب فی الفور فرمایا

نہ راس آیا اُسے یہ دور کوفہ کی حکومت کا

نیا ساماں کیا فی الفور کوفہ کی حکومت کا

تقرر عبیداللہ ابن زیاد بطور عامل کوفہ

مشیر معتمد سرجون رومی نے کہا اُٹھ کر | عبیداللہ[1] زیادی سے نہیں زائد کوئی بہتر

عبیداللہ جو اس وقت تک بصرہ کا عامل تھا | مدبر تھا مگر سفاک طینت بد خصائل تھا

یزید اس رائے کو سمجھا کہ منظوری کے قابل ہے | اُسے معلوم تھا ابنِ زیاد اک مردِ عاقل ہے

سرِ اجلاس لکھوایا گیا پروانۂ شاہی | سند لیکر ہوا البصرہ کو مسلم باہلی راہی

عبیداللہ نے بصرہ میں یہ فرمان جب پایا | اُسے فی الفور ہی کوفہ کے جانیکا خیال آیا

کھلے اس پر شورشِ کوفہ کے ظاہر راز پہلے سے

بغاوت کے سنے تھے اس نے سازو باز پہلے سے

---

[1] عبیداللہ ابن زیاد عامل بصرہ۔

تدبیرِ حفاظتِ بصرہ

امامِ پاک نے لکھا تھا اک خط اہلِ بصرہ کو ۔۔۔ بنایا تھا مخاطب مالکؔ[1] و منذر و غیرہ کو
یہ خط تجدیدِ ایماں اتباعِ حق کی دعوت تھا ۔۔۔ بالفاظِ دگر اظہارِ تنظیمِ خلافت تھا
امام دوسرے کے خط کو منذر ابن جارود نے ۔۔۔ اسی صورت سے پہونچایا عبیداللہ کے آگے
پڑھا خط پڑھ کے خط شغلِ لہو کا ہو گیا ظالم ۔۔۔ پیاسا مفت قاصد کے لہو کا ہو گیا ظالم
تہیہ قتلِ اہلِ بیت کا فوراً کیا دل میں ۔۔۔ کھلے لفظوں میں لڑنے کا کیا اعلان محفل میں
دلایا خوف دشمن کو سزائے قتل و غارت کا ۔۔۔ عطا منصب کیا عثمانؔ[2] کو اپنی نیابت کا

عمائد سے لیا اقرار امداد و اعانت کا
کیا مضبوط بندوبست بصرہ کی حفاظت کا

ابنِ زیاد کی کوفہ کو روانگی

ادھر انتظامی کر کے طے سب ایک دم ظالم ۔۔۔ روانہ ہو گیا کوفہ کو با جاہ و حشم ظالم

---

[1] مالک بن مسمع بکری۔ احنف بن قیس۔ مسعود بن عمرو۔ قیس بن ہیثم۔ عمر بن عبیداللہ بن معمر۔ منذر بن جارود افرادِ بصرہ جن کے نام خط روانہ کیا تھا۔ [2] عثمان بن زیاد برادر عبیداللہ۔

[illegible] یہ حالت تھی — ترقی پر امام دوسرا کی دل میں الفت تھی

بھیجے تھے چونکہ خط پیہم شہ والا کی خدمت میں — طبیعت روز و شب بے چین تھی شوقِ زیارت میں

یقیں ہر ایک کو تھا آ رہے ہوں گے شہ والا — تھے محوِ شوقِ استقبال سب ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ

وفا کوشی و قدم بوسی کے ارماں دل میں آتے تھے — نکل کر شب کو آبادی سے باہر لوگ جاتے تھے

غرض یہ حسرتوں کا رنگ ارمانوں کا منظر تھا — مسلسل انتظارِ آمدِ سبطِ پیمبر تھا

قریبِ کوفہ اس انداز سے ابنِ زیاد آیا — رہا اسباب پیچھے پیشتر یہ نامراد آیا

وہ شیدائی کھڑے تھے منتظر جو شہر سے باہر — اندھیری رات میں سمجھے آ گئے لختِ دلِ حیدر

صدائیں مرحبا یا ابنِ زہرا کی اٹھیں پیہم — نظر آئے عقیدت مند کوئی خوش دل و خرم

عقیدت نے نئی اک لہر دوڑا دی وفاؤں میں
صدا تکبیر کے نعروں کی گونج اٹھی فضاؤں میں

ابنِ زیاد کا داخلہ کوفہ میں

عبید ابنِ زیاد آہستہ آہستہ خموشی سے — بڑھا دار الامارۃ کی طرف اک گرم جوشی سے

یہ نو وارد بالآخر جب درِ نعمان پر پہونچا — ہجومِ شہر بھی قصرِ رفیع الشان پر پہونچا

درِ قصرِ حکومت بند تھا پہرا مقرر تھا — کوئی اندر نہ داخل ہو سکے یہ حکم افسر تھا

مگر پہونچا عبید اللہ فوراً باب دولت تک
کہا دروازہ کھولو نہ کھولا جائیگا بیشک

تھی یہ آواز پہچانی ہوئی ارباب دولت کی
کھلی زنجیر اس آواز پر باب حکومت کی

عبید اللہ کو آواز سے لوگوں نے پہچانا
ہوا چاروں طرف اک شور ہے یہ ابن مرجانا

فضائے کوفہ پر چھائے ہراس و خوف کے بادل
ہوا مجمع کا مجمع دم زدن میں آنکھ سے اوجھل

اداسی چھا گئی یک بار ارباب محبت پہ
گریں اوج فلک سے بجلیاں جوش عقیدت پہ

دربار ابن زیاد

سحر ہوتے ہی قصر عام میں ابن زیاد آیا
اراکین و عمائد کو سر اجلاس بلوایا

دیا خطبہ مخاطب کر کے اعیان رعیت کو
یہاں آیا ہوں میں سرکوبیٔ اہل بغاوت کو

مجھے کوفہ کا عامل اب بنایا ہے حکومت نے
مری موجودگی میں سرکشی گر کی رعیت نے

یقیناً سخت میں ایسے عناصر کو سزا دوں گا
مزا اچھی طرح شورش پسندوں کو چکھا دوں گا

مگر وہ لوگ جو خواہان انصاف و عدالت ہیں
ہیں بیشک حق بجانب مورد لطف و عنایت ہیں

امیر المومنیں ہیں دور حاضر میں یزید اپنا
وہ ہے رب مجسم ہے یہ نقشہ چشم دید اپنا

خلاف اسکے جو ہے بیشک وہ باغی ہے حکومت کا
امیر اپنا کہے جو اس کو مخلص ہے حکومت کا

یہ سب ہے اعدائے حکومت کا   یہ لقبِ لعین ہونا چاہیئے اعیانِ دولت کا
مرتب دوست دشمن کی کریں فہرست سب مل کر   علیحدہ تا کہ ہو جائیں سب اہلِ خیر و اہلِ شر

بغاوت کا تدارک خنجر و پیکاں سے اب ہوگا
نظامِ سلطنت قائم نئے عنواں سے اب ہوگا

اہلِ کوفہ کا تذبذب

عبید اللہ کے احکام سن کر نیک دل سارے   ہوئے باشندگانِ شہر مضطر خوف کے مارے
وہ جوشِ اعتقاد و جذبۂ بیعت ہوا رخصت   محبانِ علیؑ کے قلب و دل پر چھا گئی ہیبت
جماعت حضرتِ مسلم کی کم ہونے لگی از خود   ہوئی مسدود یاروں کی ہوا خواہوں کی آمد شد
سنے مسلمؓ نے جب یہ سخت احکامِ عبید اللہ   خیالاتِ جماعت بھی ہوئی تبدیل جب ناگاہ
پریشاں ہو گئے مختار کے گھر سے نکل آئے   درِ ہانی پہ گھبراتے ہوئے بے محل آئے
کہا ہانی نے ان کو دیکھ کر ناحق یہاں آئے   پھنسا لینے کو مجھے بھی آپ اے مسلم کہاں آئے
مگر اب جبکہ گھر پر آ گئے ہو میرے اے مسلم   اماں میں آپ کو دوں گا کہے کتنا ہی کچھ ظالم

رہے کچھ روز تک ہانی کے گھر مسلمؓ نہاں ہو کر
اسیرِ صاحبِ خانہ تھے گویا میہماں ہو کر

جستجوئے مسلمؓ

عبید اللہ واقف تھا کہ مسلمؓ کوفیوں میں ہیں مگر پا بند ہیں جکڑے ہوئے بالوسیوں میں ہیں
بنایا اک غلامِ خاص کو جاسوس ظالم نے سکھایا اس کو طرزِ سازشِ معکوس ظالم نے
کہا اُس سے وہ بن جائے عقیدت مندِ مسلمؓ کا کرے شکوہ محبانِ علیؑ سے خوب حاکم کا
دیئے زائد سے زائد درہم و دینار بھی اس کو عقیدت کے بتائے مختلف اسرار بھی اس کو
غلامِ حیلہ جو یہ جا ملا احبابِ مسلمؓ سے کیا معلوم مسلمؓ کا پتا احبابِ مسلمؓ سے
سنیں راز و نیازِ بیعتِ مسلمؓ کی سب باتیں مسلسل حضرتِ مسلم سے کیں شب کو ملاقاتیں
مکاں پر دو دفعہ ہانی کے خود ابنِ زیاد آیا بہت ممکن تھا ہانی قتل ظالم کو کرا دیتا
مگر ہانی بہادر دیندار و نیک طینت تھا نظر میں اُس کی ہر دم پاسِ احکامِ شریعت تھا
ہوا قتلِ عبید اللہ پر ہرگز نہ وہ مائل یہ دونوں موقعے اُسے کر دیے بالقصد خود زائل
بنا ہمراز مسلمؓ خادمِ جاسوس عامل کا عبید اللہ سے کہتا تھا سارا حال محفل کا
کئی دن ہو گئے ہانی نہ جب اجلاس میں آیا نہ آنے کا سبب عامل نے خود دریافت فرمایا
محمد ابن اشعث نے کہا بیمار ہے ہانی گواہی عمر نے دی اسکو لاحق ہے پریشانی
عبید اللہ نے ہنس کر کہا یہ سب بہانا ہے مجھے ہے علم ہانی خوب اچھا ہے توانا ہے

ہانی کی گرفتاری

ہں اب جاؤ بلا کر اس کو میرے پاس لے آؤ
بلانے میں نہ آسکے عذر و حیلہ درمیاں لاؤ

انے والے ہانی کے رفیق دیار ہمدم تھے
فریب فتنۂ عامل سے ناواقف تھے بے غم تھے

انے پر عبیداللہ کے ہانی سے چلے آئے
مگر عامل کے تیور آج کچھ بدلے ہوئے پائے

گفتگوئے ابن زیاد و ہانی

یداللہ نے پوچھا کہ مسلمؑ آپ کے گھر ہیں
کہا ہانی نے کیا معلوم کس جا ہیں کہاں پر ہیں

یداللہ نے پوچھا ہاں ہیں وہ تمہاری ہیں
کہا ہانی نے یہ باتیں خلاف رازداری ہیں

یداللہ بولا راستی انساں کا زیور ہے
کہا ہانی نے مہماں پر کرم حکم پیمبرؐ ہے

یداللہ بولا سلطنت کے آپ باغی ہیں
کہا ہانی نے شاید آپ وقتِ بے دماغی ہیں

یداللہ بولا مجھ کو سازش کا پتہ سب ہے
کہا ہانی نے ہم کو کیا غرض کیا اس سے مطلب ہے

اللہ نے جاسوس کو غصہ میں بلوایا
جو دیکھی صورت مخبر تو ہانی کو حجاب آیا

اللہ نے بدلی اودھر بے ساختہ چتون
ندامت سے اودھر ہانی کی فوراً جھک گئی گردن

اللہ پھر غیظ و غضب سے جوش میں آیا
کہا ہانی نے مسلم کو نہیں ہے میں نے بلوایا

یہ مانا نائبِ ابنِ رسول اللہؐ ہیں مسلمؓ
حکومت سے لیے مامالہ جابر راہ ہیں سم

مگر جب تک پناہِ دامنِ ہانیؓ میں ہیں مسلمؓ
باذن اللہ کر سکتا نہیں کچھ ان کا تو ظالم

غرض دونوں طرف سے ٹھن گئی جب بڑھ گئیں باتیں
سنا ہیں کچھ عبید اللہ نے ہانیؓ کو صلواتیں

پھر دربار رنگِ انقلاب آگیں نظر آیا
ہر اک آئینِ تخت و تاج بے آئیں نظر آیا

شورشِ سردارانِ کوفہ

عبید اللہ کو غصہ تھا لیکن خوف تھا اس کا
یہ وہ ہانیؓ ہے صد ہا قبیلوں پہ ہے اثر جسکا

آل کار ہانیؓ کو بلا کر مکر سے تنہا
کیا پابند زنجیر و سلاسل قید میں بھیجا

سرِ جلسہ عبید اللہ کو اسماء بن ؓ اٹھا
کہ اے بدعہد اے پیماں شکن کیوں عہد کو توڑا

بلایا تو نے ہانیؓ کو ہمارے ہی ذریعے سے
ہمارے سامنے ہی قید میں بھیجا انہیں تو نے

غلط ہے یہ سراسر فتنہ جو طرزِ عمل تیرا
یہ اندازِ جفا ہے ناروا ہے بے محل تیرا

سزا دی سخت ابنِ خارجہ کو بھی ستمگر نے
کمی کہنے میں کی اصلا نہ لیکن اس دلاور نے

سنا جب عمرو بن حجاج نے یہ ماجرا سارا
اٹھا یہ آتشِ غیظ و غضب بن کے انگارا

نبھایا خوب حقِ دوستی اسماء و ہانیؓ کا
دکھایا مدعی کو رنگ جوشِ نوجوانی کا

...ر دلوں کو — کیا آمادہ بہر جنگ مذحج کے سواروں کو

...ر چاروں سمت سے دار الامارت کو — ادبھارا جنگ پر ابن زیاد پست ہمت کو

...اں ہر ایک کو تھا قتل کر ڈالے گئے ہانی — بجوش خونبہا عامل کے تھے سب دشمن جانی

...راک للکارتا تھا ابن مرجانہ نکل باہر — اڑا دینگے ابھی اک وار میں گردن سے تیرا سر

تھے آثار بغاوت ہر در و دیوار سے پیدا
صدائے جنگ تھی تلوار کی جھنکار سے پیدا

ابن زیاد کا حسن تدبر

...بد اللہ نے جب یہ رنگ دیکھا گھر کے اندر سے — کہا قاضی شریح قاضی شرع پیمبر سے

...ت لایئے ہانی کو جا کر قید خانے سے — فرو کیجے بغاوت یہ کسی حیلے بہانے سے

...ں قاضی شریح پارسا مرد معمر تھے — نہایت صاحب تقویٰ مسلمانوں کے رہبر تھے

...یں نے مشتعل مجمع کو آکر خوب سمجھایا — ہیں زندہ بے شبہ ہانی زباں سے اپنی فرمایا

...ا جوش بغاوت رفتہ رفتہ ہو گیا ٹھنڈا — ہوا شاہی حکومت کا بلند اس طرح پھر جھنڈا

...اللہ اب منت سے نرمی سے خوشامد سے — ملا ہر سر برآوردہ بہادر نیک اور بد سے

...لیچ کسی کو جاہ و منصب مال و دولت کا — لقب بخشا کسی کو خود و فادار حکومت کا

نہاں تھا اس فریبِ تازہ میں رازِ ستمرانی کہ تھا پیشِ نظر اعلانِ آغازِ ستمرانی

مسلمؓ کا جذبۂ جہاد

اِدھر مسلمؓ نے یا منصور امت کی ندا کر دی جہادِ فی سبیل اللہ کی پیدا فضا کر دی

ہوئے شامل ہزاروں آدمی آکر جماعت میں تھے داخل وہ ہزاروں وہ ہزار افراد جیت میں

صدائے نعرۂ تکبیر سے لشکر اُمنڈ آیا سرِ مسلمؓ پہ ہر جانب سے تلواروں کا تھا سایہ

کیا مسلمؓ نے فوجی شان سے آراستہ لشکر عمائد کو کیا معمور ہر سو سو کے دستہ پر

کسی ذی حوصلہ کو میمنہ کی افسری بخشی کسی کو میسرہ کی مرحمت فرمائی سالاری

یہ لشکر یاعلیؓ کہہ کر بڑھا دار الامارت میں عبید اللہ جا کر چھپ رہا قصرِ حکومت میں

یزید ابنِ زیاد۔ اعدائے مسلمؓ پر تبرہ تھا یہ فوری جوشِ اظہارِ جلالِ روزمرہ تھا

عبید اللہ کے گھر میں بھی کچھ فوجی سپاہی تھے کھڑے تھے تیغ بر کف تابعِ احکامِ شاہی تھے

سیاسی حکمتوں میں منتخب تھا عاملِ کوفہ لڑائی سے گریزاں تھا یہ مردِ کاملِ کوفہ

کہا ہمراہیوں سے اس نے فوراً چھت پہ چڑھ جائیں بغاوت پر ہیں جو افراد مائل اُن کو سمجھائیں

کہیں اُنسے کہ جو مسلمؓ کے لشکر سے جدا ہوگا حکومت کی طرف سے مال و زر اسکو عطا ہوگا

کریگا جو اطاعت آج احکامِ حکومت کی اُسے جاگیر دیجائے گی بخشش از بخشش قیمت کی

... جو ہو سکا — اماں لینے کو حاضر بندۂ درگاہ جو ہوگا

بغاوت دور کرنے کو جو ہم سے متحد ہوگا — امیر المومنین شام کا جو معتقد ہوگا

اُسے انعام و خلعت سے سرافرازی عطا ہوگی — اُسے منصب ملیگا منزلت اُس کی سوا ہوگی

عبید اللہ کے احکام کی تعمیل کی سب نے — کیا یہ کام مل کر اہل ملت اہل مذہب نے

وظائف کی ذکایتں دیں مساجد کے اماموں کو — کیا سیراب آب سیم و زر سے تشنہ کاموں کو

کہا ذی مرتبہ لوگوں سے ہر جانب یہ چل پھر کر — عبث ہی یہ غم و غصہ عبث ہی یہ فساد و شر

تم اے ابنائے کوفہ سرکشی ناحق یہ کرتے ہو — بغاوت کا عبث الزام سر پر اپنے دھرتے ہو

بجز تکلیف کے راحت ہی کیا حاصل بغاوت میں — عنا و رنج ہی کس سے تمہیں شامی حکومت میں

کرو تو غور ٹھنڈے جی سے اے لوگوں ذرا دل میں — مخالف کس کو تم سمجھے ہوئے ہو بزم عاجل میں

اگر قرآن پر اسلام پر ایمان لائے ہو — اگر احکام قرآنی کو کچھ سیکھے سکھائے ہو

اگر لَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ کے معنی ہو تم سمجھے — تو وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ پڑھیے

یہ وعظ و پند راس آیا خطیبانِ حکومت کا — ہوا غصہ فرو سازش پسندانِ بغاوت کا

کمال غیض میں آیا زوال آہستہ آہستہ

ہوا زائل دلوں سے اشتعال آہستہ آہستہ

تنہائیِ مُسلمؓ

بغاوت کے عناصر خود بخود چھٹنے لگے سارے
جو بڑھ بڑھ کر چلے آتے تھے اب ہٹنے لگے سارے

سحر سے دوپہر تک ہی رہی یہ شورش آرائی
ہوئی جب دھوپ میں تیزی زیادہ چھٹ گئی کائی

وہ کوفی حضرتِ مسلم کے جو اب تک فدائی تھے
جو اب تک صبح سے آمادۂ جنگ آزمائی تھے

ہوئے روپوش میداں سے شکستِ التجا کر کر
مثل کوفی ولا یوفی کی صادق آگئی سب پہ

فقط تھے تیس کس مسلم کے گرد و پیش مسجد میں
تھے وقفِ طاعتِ حق مسلمؓ ذی ہوش مسجد میں

مبادا گھیر لے مسجد میں افواجِ عدو آ کر
نکل آئے بعجلت مسلمؓ ذی حوصلہ باہر

غلط سب دعویٰ اہلِ وفا معلوم ہوتے تھے
مسلمان دشمنِ آلِ عبا معلوم ہوتے تھے

مکان طوعہ خاتون میں پناہ گزینی

چلے اصحاب کندہ کی طرف بہرِ اماں خواہی
علیحدہ راستے ہی سے ہوئے سب بے مہر ہمراہی

فقط تنہا تھے اب مسلمؓ نہ کوئی یار و یاور تھا
اُمید و یاس میں ملجا و ماوا لطفِ داور تھا

نہ کوئی مستقر تھا اب نہ کوئی اور منزل تھی
قدم شل ہو چکے تھے قوتِ رفتار زائل تھی

بھٹکتے بھولتے پھر اک مکاں پہ رک گئے آ کر
غم و افکار نے ٹوکا کر دئے کیا کہیں جا کر

زباں بھی خشک جوشِ تشنگی تھا آپ پہ غالب
صدائے ہر نفس بھی قطرہ ہائے آب کی طالب

یہ گھر طوعہ کا تھا جو تھی بنی کندہ کی اک عورت
شریف و نیک سیرت باحمیت حسب باعزت

یکایک گھر سے یہ خاتون باعزت نکل آئی
جو دیکھا سامنے مسلمؑ کو پوچھا کون ہو بھائی

کہا مسلمؑ نے ہوں لب تشنہ پہلے دو مجھے پانی
مری صورت ہی شاہد ہوں میں اک آفت پہ حیرانی

درِ طوعہ پہ مسلمؑ رک گئے جب پی چکے پانی
کہا عورت نے نازیبا ہے یہ ناخواندہ مہمانی

یہاں کیوں آپ ٹھہرے گھر کو اپنے جائیے صاحب
کسی کے گھر زبردستی نہ رکنا چاہیئے صاحب

تمہارا نام کیا ہے گھر کہاں ہے کیوں پریشاں ہو
یہیں کی ہے سکونت یا کسی کے گھر پہ مہماں ہو

کہا مسلمؑ نے مسلمؑ ہوں ابوطالب کا پوتا ہوں
نہ پوچھو مہماں کس کا ہوں شرمندہ میں ہوتا ہوں

کہ گھر در کہاں ہوں خانماں برباد مدت سے
بلایا تھا مجھے اربابِ کوفہ نے محبت سے

اب مہر و الفت کے ہیں سب بند دروازے
کسے جاتے ہیں مجھ پہ میری تنہائی پہ آوازے

معلوم جب طوعہ کو ہیں یہ حضرت مسلمؑ
ہوئی خاموش دیکھی غور سے پھر صورتِ مسلمؑ

خلوص و تواضع گھر کے اندر آپ کو لائی
اقامت آپ نے اک سمت تنہائی میں فرمائی

حیا سے منہ چھپائے ہر خطا پوشِ محبت تھا
سوا مردوں سے مستورات میں جوشِ محبت تھا

سُراغ رسی

بلالؔ اس نیک دل عورت کا اک بیٹا سپاہی تھا — وفاداروں میں تھا منجملۂ خدامِ شاہی تھا
اُسے مسلمؑ کا اپنے گھر کے اندر چھپ کے یوں رہنا — نہ تھا منظور لیکن تھا خلافِ عقل کچھ کہنا
ہوئی جب دوسرے دن ختم سب ہنگامہ آرائی — سکوں کی لہر سارے شہر میں یکساں نظر آئی
مٹے آثارِ شورش ہو چکا امن و اماں قائم — کیے عامل نے ہر ناکہ پہ اپنے پاسباں قائم
خطا بخشی کا ہر جانب کیا اعلان کونے میں — منادی عفو و بخشش کی ہوئی ہر ایک کوچے میں
گرفتاری ہو مسلمؑ کی کیا انعام کا وعدہ — گرفتاری پہ مسلمؑ کی ہوا ہر شخص آمادہ
بلالِ ناخلف نے دی خبر اِس حکومت کو — مری ماں نے اماں دی ہے امامِ پاک طینت کو
عبید اللہ نے مظلوم مسلمؑ کا پتہ پا کر — کیا فوراً مرتب فوجیوں کا مختصر لشکر
محمد ابنِ اشعث تھا سپہ سالار لشکر کا — یہ دستہ یہ گروہِ فوج تھا گنتی میں ستر کا
ہر اک فوجی تھا اس دستہ میں غارتگر جفا آگاہ — تھے قیس و بکر بن حمراں عمر ابنِ عبید اللہ

بڑھے خنجر بکف تیغ آزمائی کے لئے دشمن
چلے تیر و سناں لیکر لڑائی کے لئے دشمن

جہاد و فریبِ جنگ

لشکر گھر پہ طوعہ کے یکایک آ گیا چڑھ کر
سُنا مسلمؓ نے جب غوغا اُٹھایا ہاتھ میں خنجر

مکانِ طوعہ سے نکلے کہی تکبیر برجستہ
کہا فوجِ عدو سے چھوڑ دو اے بزدلو رستہ

سپاہی فوج کے یلغار کر کر آپ پر ٹوٹے
شکوہِ جنگِ مسلمؓ دیکھ کر چھکے مگر چھوٹے

باب کرتا بنتِ خنجر سے بجلی سی نکلتی تھی
صفِ دشمن الٹ جاتی تھی جب تلوار چلتی تھی

لئے تیغ و سناں سے تین حملہ فوجِ دشمن نے
مگر سب کر دیئے رد مسلمؓ شمشیر افگن نے

میداں عجب جوشِ جہادِ مردِ میداں تھا
جلالِ ہاشمی زورِ یداللّٰہی نمایاں تھا

خنجر بکف جب یہ برادر زادہ حیدرؓ
مقابل چند ساعت بھی نہ ٹھہری فوجِ غارتگر

ے کٹ کٹ کے سر بزدل ہوئے مفرور آگے سے
لپک کر بکر بن حمران نے یکبار پیچھے سے

تلوار کا اک وار اس شدت سے چہرے پہ
کٹا جبڑا گرے دو دانت فوراً ٹوٹ کر باہر

ں کر آپ نے حملہ کیا جب ابنِ حمراں پہ
گرا مجروح ہو کر منہ کے بل میداں میں خودسر

تا خوردہ ساتھی گھس گئے اندر مکانوں کے
کئے ان بزدلوں نے کام چھپ چھپ کر بہانوں کے

ا پر چڑھ کے پیہم خشت باری تیر باری کی
نکالی یہ نئی تدبیر جنگِ اضطراری کی

ے سنگ برسے گو چھتوں سے آگ برسائی
خلافِ شاہِ مرداں خوب نامردوں کی بن آئی

مسلسل زخم کھا کر دل کو جب رنج و قلق پہونچا ۔ تڑپ کر جب [illegible] پر زمیں پہ شیرِ حق
صدا اللہ اکبر کی لبِ شمشیر سے نکلی ۔ دعائے فتح و نصرت نعرۂ تکبیر سے نکلی
سنان و تیغ سے ٹکڑے اڑائے نامرادوں کے ۔ دکھایا جوشِ حق چھکے چھڑائے بدنہادوں کے
تنِ نازک پہ صد ہا زخم تھے گو تیر و خنجر کے ۔ مگر وہ خم وہی باقی رہے مردِ دلاور کے
کوئی دم میں فنا ہونے کو تھے یہ سارے چھپنے والے ۔ محمد ابنِ اشعث نے کہا او حق کے متوالے
خدارا بند لڑنا کیجئے دیدی اماں ہم نے ۔ خود اپنی بے بسی تسلیم کر لی مہرباں ہم نے
بنی ہاشم سے لڑ سکتا ہے کوئی کس کی ہمت ہے ۔ ازل سے آپ کی ہمت پہ قرباں فتح و نصرت ہے
ذرا دم لیجئے چھت سے اتر کر آئیے حضرت ۔ میں خادم ہوں ذرا مجھ پر کرم فرمائیے حضرت
محمد ابنِ اشعث نے بہت کچھ جب لجاجت کی ۔ ہوئی تسکینِ خاطر مسلمؑ معصوم فطرت کی
پڑھے اشعار کچھ حضرت نے جس سے صاف ظاہر تھا ۔ یقیناً ابنِ اشعث آپ کو ہل کر دغا دے گا
محمد ابنِ اشعث نے گزارش کی قسم کھا کر ۔ نہیں دھوکہ نہیں دینا مجھے منظور اے سرور
قسم پر مسلمؑ غازی خصائل کو یقیں آیا ۔ قدم جو تھا علوِ اوج پر سوئے زمیں آیا
بدن زخموں سے چکنا چور تھا قوت بھی تھی زائل ۔ جہادِ حریت کا جوش بھی تھا کچھ سکوں مائل
حرارت تھی رگ و پے میں جو خونِ گرم کی جاری ۔ ہوائے سرد سے وہ بجھ چکی تھی بالیقیں ساری
کمالِ ناتوانی سے غشی تھی آپ پر چھائی ۔ ہوا سکتہ کا عالم ہو گئی زائل توانائی

خدا پر تھا شہیدِ تشنۂ دیدار کا تکیہ

...ب پچھ یہہ کہتے ہیں کہ فوجِ کینہ پرور نے
بالفاظِ دگر یا خود سپہ سالارِ لشکر نے

...و دیکھا آپ کو بیہوش فوراً جوش میں آکر
چلایا گردنِ معصوم پر بیساختہ خنجر

...سی سکتہ کے عالم میں شہادت آپنے پائی
شہیدِ دین و ملت ہو کے جنت آپنے پائی

ہوئے دراصل سجق جاں نذر کی ذوقِ شہادت میں
دعائیں مغفرت دیگی اب تک انکو جنت میں

نظربندی مسلم رض

بعض اربابِ تاریخ و سیر سے یہ روایت بھی
ہے اطمینان کے قابل یہ تاریخی شہادت بھی

سکتہ کا عالم حضرتِ مسلم رض پہ جب طاری
ہو بے ساختہ زخموں سے جب ہونے لگا جاری

...سے تیغِ مسلم رض کی چرائی ابنِ اشعث نے
سمجھ کر نیم جاں کی بیوفائی ابنِ اشعث نے

...ہر سے لیا مسلم رض کو ظالم نے حراست میں
ادب رکھا مگر ملحوظ پابندی کی حالت میں

... آپ کو خچر پہ لائے قصرِ عالی تک
بمکر و حیلہ پہنچایا گیا مسلم رض کو قاتل تک

...نے راہ میں پیہم قبائے ناز کو چوما
نسیمِ صبحِ جنت نے لبِ اعجاز کو چوما

...آپ کو حاصل ہوا سکتہ کی حالت سے
دماغ و قلب نے پایا سکوں کچھ استراحت سے

کھلی جب آنکھ دیکھا ہاتھ ہیں تلوار سے خالی   بنام اندر بغل ہے جب یہ ہر دار سے
کہا سرکار نے للکار کر یہ میر لشکر سے   کہ اے بزدل یہ حیلہ نارو ابھی اک ولاور سے
محمد ابن اشعث تو نے دھوکہ دیدیا مجھکو   مری تلوار بھی لی اور مقید بھی کیا مجھکو
عبید اللہ تک مجھ کو لئے جاتا ہے تو ناحق   مجھے یوں قید کر لینے کا تھا ظالم تجھے کیا حق
نہیں کچھ ابن اشعث نے کہا سرکار اندیشہ   کریگا کیا بھلا ابن زیاد معصیت پیشہ

جو امردوں کو ہوتی ہے کہیں تلوار کی حاجت
بنی ہاشم کے شیروں کو نہیں تلوار کی حاجت

تاثرات مسلم رض

جواب ابن اشعث پہ ہوئی مسلم رض کو حیرانی   رواں ہونے لگا چشم عناب آلود سے پانی
کہا مسلم رض سے یہ ابن عبید اللہ نے ہنس کر   ہے رونے کا سبب کیا اے برادر زادہ حیدر رض
کہا مسلم نے میں روتا نہیں رونا تو اس کا ہے   حسین رض ابن علی رض کو میں نے خط لکھ کر بلایا ہے
چلا دنیا سے میں کعبہ سو وہ اب چلنے والے ہیں   یہ رونا ہے کہ احکام قضا کب ٹلنے والے ہیں
مجھے آتا ہے رونا اس قیامت خیز منظر پہ   مصیبت آئے گی میری بدولت آل اطہر پہ
محمد ابن اشعث اے عمر ابن عبید اللہ   شکست عہد کے باعث یقیناً ہو چکا گمراہ

مگر آگے عبید اللہ کا تم نام لیتے ہو

بنِ اشعث نے کہا اے حضرتِ مسلمؓ
یہ مانا ہے عبید ابنِ زیاد پُر جفا ظالم

مگر ہم نے اماں دی ہے ہماری بات مانے گا
ہمارے کہنے سننے سے حق و ناحق کو جانے گا

ہراساں آپ کیوں ہوتے ہیں کیوں صدمہ اٹھاتے ہیں
اماں دے کر عرب کے لوگ جاں پر کھیل جاتے ہیں

خدا ناخواستہ گر رنگ کچھ بدلا نظر آیا
عبید اللہ جو بد ناروا پر گر اُتر آیا

لکھینگے ہم مفصل حال نوشاہِ امامت کو
یہاں آنے نہ دینگے نونہالانِ نبوت کو

غرض یہ گفتگو جاری رہا بابِ حکومت تک
لگا لائے انہیں باتوں ہی میں یہ دار الامارت تک

ہوئے گرانِ مسلمؓ حیثیت قیدی ناظم و ناظر
بنِ اشعث ہوا پیش عبید اللہ خود حاضر

مکمل روئیداد جنگ عامل سے بیاں کر دی
لڑائی میں جو صورت پیش آئی تھی عیاں کر دی

التجائے میرِ لشکر

سبب سے التجا کی میں نے مسلمؓ کو اماں دی ہے
ہوئی پیماں شکنی کا طالب پایا وعدہ جو یہاں دیکھا

عبید اللہ بولا ترش روئی سے خشونت سے
محمد ابنِ اشعث ہے یہ غداری حکومت سے

تمہیں نے مجھ کو بولا حکمِ گرفتاری
خلافِ حکم باغی کی سفارش ہے یہ غداری

ابھی لا پا بجولاں کر کے مسلمؓ کو مرے آگے | [illegible] سا مجرم کو تڑپتے
پھر اجلاس میں مسلمؓ کو سپاہی جا کے لے آئے | نظر ملتے ہی کچھ وعدہ شکن بدعہد شرمائے
سلام اصلاً نہ مسلمؓ نے کیا مغرور جاہل کو | نہ سمجھا آپ نے مسلم مسلمانوں کے قاتل کو
عبیداللہ نے مسلمؓ کو چشم قہر سے دیکھا | علیحدہ آپ کو رسم و رواج دہر سے دیکھا

جلالت روئے مسلمؓ سے علی الاعلان ظاہر تھی
سکون و صبر و تسلیم و رضا کی شان ظاہر تھی

گفتگوئے ابن زیاد و حضرت مسلمؓ

عبیداللہ بولا تم کو میں اب قتل کردوں گا | کہا مسلمؓ نے میں راہ خدا میں اپنا سر دوں گا
کہا عامل نے اب ہو جائیے مرنے کو آمادہ | کہا مسلمؓ نے مدت سے شہادت کا ہوں دلدادہ
عبیداللہ بولا تم بغاوت کے ہوئے بانی | کہا مسلمؓ نے ہے یہ افترا اے دشمن جانی
عبیداللہ بولا تم مخالف ہو حکومت کے | کہا مسلمؓ نے ہم تابع ہیں اسلامی شریعت کے
کہا مغرور نے تم ہو یزید شام کے دشمن | کہا مسلمؓ نے ہم ہیں دشمن اسلام کے دشمن
کہا عامل نے تم نے کی نہ پروا کچھ حکومت کی | کہا مسلمؓ نے کی توہین تم نے دین و ملت کی
کہا عامل نے تم نے بادہ نوشی کی مدینے میں | کہا مسلمؓ نے ہے نار جہنم تیرے سینے میں

تھا کل تک خانداں تیرا شراب و خمر کا تاجر

پھرے پھرے ہی لے ناخلف اخیار کوفہ پر
کھلے بندوں چلائے بے گناہ و بے سبب خنجر

تمہاری سلطنت میں خونِ مسلم کی ہے ارزانی
ہیں تم میں قیصر و کسریٰ کے اندازِ ستمرانی

ہمیں اربابِ کوفہ نے بلایا جب تو ہم آئے
کتاب و سنت و رشد و ہدایت ساتھ میں لائے

ہمیں دینا ہے الزامِ بغاوت اے ستم پیشہ
ہمیں تجھ سے نہ تیرے جور سے تھا کچھ بھی اندیشہ

ہیں تیری طرح تیرے کارکن بد عہد بد طینت
وگرنہ میں کہاں ظالم کہاں تیرا درِ دولت

عبید اللہ چپ سنتا رہا مسلمؓ کی یہ باتیں
سنائیں بعد غصہ میں جل کر خوب صلواتیں

ہوا یوں مثل در آتش شرر افشانی غم سے
ہوائیں شعلے جیسے اُٹھتے ہوں نارِ جہنم سے

پھر کھینچا اُٹھائی تیغ تھاما ہاتھ میں خنجر
کہا جلاد سے فوراً کرے مسلمؓ کو قتل آ کر

سناں بردوش لشکر ہلاکت سامنے آئی
شہادت لے کے پیغامِ شہادت سامنے آئی

وصیتِ مسلمؓ

مسلمؓ نے عمر سعد سے گر حکم دے عادل
دمِ آخر وصیت تم مری سننے پہ ہو مائل

اجازت عمر ابنِ سعد کو عادل نے یہ دیدی
سنیں وہ ہر وصیت مسلمؓ معصوم فطرت کی

صمیمِ قلب سے باچشمِ نم مسلمؑ نے فرمایا
حسینؑ ابن ... خط لکھ کر یہ جو
اُنھیں تم کوفیوں کی بے وفائی کی خبر کرنا
نہیں ہرگز مناسب اب ان کو کوفہ کا سفر کرنا
ہیں مجھ پر قرض اک اہلِ شرف کے سات سو درہم
ادا کرنا اُسے میری طرف سے ای مرے ہمدم
اجازت دے اگر حاکم تو میری نعش کو لیکر
شریعت کے موافق دفن کرنا قبر کے اندر

ہیں دشمن سے مخاطب پاک طینت ایسے ہوتے ہیں
عدو سے صاف ہیں معصوم فطرت ایسے ہوتے ہیں

شہادت حضرت مسلمؓ

یہ کہہ کر ہو گئے مسلمؑ رضینا بالقضا اللہ
ہوا مشغول یادِ رب یا قلب خدا آگاہ
دیا فرمانِ قتلِ مسلمِ مظلوم عامل نے
عبید اللہ پہ کی لعنت عبید اللہ کے دل نے
اب تک تاکہ روئیں بام و در اُن کی شہادت پہ
کہاں لے جاؤ ان کو بامِ ایوانِ حکومت پر
اُٹھے خنجر بکف جلاد شورِ الاماں اُٹھا
شہیدِ راہِ حق ہونے کو یہ فرشتی جواں اُٹھا
صدائے قتل گونجی ہر طرف ایوانِ شاہی میں
ہوئے مصروف مسلمؑ شغلِ تسبیحِ الٰہی میں
سینہ لا بے تحاشہ بکر بن حمران نے خنجر
ہوئی مصروفِ سجدہ روحِ مسلمؑ قبلہ رو ہو کر
سرِ مسلمؑ پہ قاتل نے اُدھر تلوار کو چھوڑا
اُدھر دستِ قضا نے رشتۂ روح و جسد توڑا

فرشتوں میں فلک پر غل ہوا اللہ اکبر کا

ب سلام مسلم عازم کی سخت منزل ہیں
رہِ حق میں کٹایا سر فدا تن کے مقابل ہیں

سلم کو بے گور و کفن ہی نابکاروں نے
زمیں پر لاش اٹھر پھینک دی عصیاں شعاروں نے

دت ارضِ کوفہ میں ہوئی جس روز مسلمؓ کی
نویں ذی الحجہ کی تاریخ تھی سنہ ۶۰ ہجری تھی

ں حرفِ طوافِ کعبہ جس دن سے خدائی تھی
یہاں مسلمؓ کو پیغامِ شہادت موت لائی تھی

طوافِ کعبہ تک حد ہے خدائی کی امیدوں کی
طوافِ عرشِ اعظم کرتی ہیں ارواح شہیدوں کی

شہادت فرزندانِ مسلمؓ و ہانی

چھین اس کے بعد بھی سفاک ظالم کو
کیا دو دن کے اندر قتل فرزندانِ مسلمؓ کو

نوں محبتِ دلِ مسلمؓ کے نابالغ کمسن تھے
نہاں طوعہ کے گھر میں چار دن سے دونوں ساکن تھے

تیرہ باطن نے انھیں بھی قتل کر دیا
عبید اللہ انھیں بھی مار کر دل میں شرمایا

بن اشعث نے کہا دربارِ عالی میں
اگر ہو اذنِ جاں بخشی تو ہے یہ آرزو دل میں

نادی عبید اللہ نے با خندہ پیشانی
کہا اس نے کہ ہو چشمِ عنایت جانبِ ہانی

سنتے ہی ابنِ زیادِ بے حمیت نے
کہا بے ساختہ غیض و غضب سے ابنِ اشعث سے

خدا کی مار تجھ پر تو نے ہانی کی سفارش کی　　سزا اسکو [illegible] پا سکے جرم سار
سرِ بازار ہانی کو کرایا قتل ظالم نے　　جگایا فتنۂ خوابیدہ کو شورِ مظالم نے
رفیق و ہم سفر مسلمؑ کے تھے مختار و عبداللہ　　ہوئے مسلمؑ کی خاطر قید دونوں مردِ حق آگاہ
عبیداللہ کا یہ دیکھ کر جوشِ ستمرانی　　وفورِ خوف سے لوگوں کے پتّے ہو گئے پانی
سکون و امن کوفہ میں ہوا تلوار سے قائم
ہوئی حدِ مظالم تیغ کی جھنکار سے قائم

عزائم امامؑ

امامؑ دوسرا کعبہ میں اب تک جلوہ آرا تھے　　حرم کی سرزمیں پر عرش کی آنکھوں کا تارا تھے
جلیل القدر اصحاب بھی ہر روز آتے تھے　　سرورِ صحبتِ شاہنشہ کونین پاتے تھے
ہوا کرتے تھے اکثر تبصرے ملکی مسائل پر　　ہجومِ صد تخیل تھا امامِ پاک کے دل پر
نہ تھا زنہار اطمینانِ خاطر آپ کو حاصل　　کہ تھا آماجگاہِ فکر و اندوہ و مصائب دل
تفکر سے تردد سے کوئی ساعت نہ خالی تھی　　غم و افکار میں مصروف ہر دم طبعِ عالی تھی
مخالف تھی حکومت حکمراں خواہانِ عزت تھا　　خدا نا آشنا حاکم طلبگارِ خلافت تھا
یزیدی سلطنت تھی مائل خونریزئ امت　　مصائب کا نشانہ تھی رسولِ پاک کی عترت

لکھا کرتے تھے اس کو واقعات نیک بد سارے

... ہم کی صورت یاد آتی تھی
جدائی اون کی اکثر قلب اطہر کو ستاتی تھی

صدائے گوش شورِ نالہ و فریادِ پیہم تھا
نظر کے سامنے اک منظرِ بیدادِ پیہم تھا

عریضۂ مسلم رضہ بحضور امام

ت دن ہو چکے تھے نہ تھی خیر و خبر اون کی
تو یار خیریت لایا یکایک نامہ بر اون کی

امہ حضرتِ مسلم رضہ امام پاک نے سارا
فضائے کوفہ از خود بن گئی فردوس نظارا

سلم رضہ میں تھی ترغیب کوفے کے بلانے کی
عیاں تھی نفس خط سے کوفیوں کی بر لانے کی

تھے خط کے اندر مندرج حالات کوفے کے
عیاں تھے رنگ جس سے ہر کلی کے ہر شگوفہ کے

پنا شوقِ استقبال بھی تحریر تھا خط میں
قلم برداشتہ یہ حال بھی تحریر تھا خط میں

رہ ٹولیاں اک اک ہزار افراد ملت کی
ہیں بیعت کر چکی اب تک امام پاک حضرت کی

تھا بیشتر افراد خواہشمندِ بیعت ہیں
بہت باشندگانِ شہر مشتاقِ زیارت ہیں

مضمونِ خط بیرا کشش اک جاذبیت تھی
غرض کوفہ پہونچنے کی کھلے لفظوں میں دعوت تھی

سکے کچھ حال قاصد نے زبانی بھی
اثر انداز شاید کچھ ہوئی جادو بیانی بھی

پس پردہ تھا یہ کار فرما آب و دانے — تہیہ کر لیا سرکار نے کوفے کے جانے کا

قضا لے کر چلی ذوقِ شہادت نے سلامی دی

درِ فردوس سے حورانِ جنت نے سلامی دی

فضائل عبداللہ اربعہ

فضائے کعبہ میں تھے چار چاند انوارِ قدرت کے — یہ چار اصحاب تھے ارکانِ دربارِ نبوت کے

سپہرِ فضل و دانش کے یہ مہر و ماہ تھے چاروں — بڑے اللہ والے تھے یہ عبداللہ تھے چاروں

تھے عبداللہ[1] اک ابنِ عمرؓ فاروق کے بیٹے — تھے جن کے ملتِ اسلام میں بیٹھے ہوئے سکے

تھے عبداللہ بن عباسؓ[2] ابنِ عمِ پیغمبر — بلاشک علم و تقوی میں نہ تھا جن کا کوئی ہمسر

تھے عبداللہ اک ابنِ زبیرؓ صاحبِ عزت — سیاسی فضل میں حاصل تھی جنکو سرمدی شہرت

صحابی ایک عبداللہ بن مسعودؓ[3] نامی تھے — جو علم و فضل میں سردارِ اصحابِ گرامی تھے

---

[1] حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اجلہ صحابہ میں ہیں اکثر غزوات میں حضور کی معیت کا شرف حاصل رہا تفسیر قرآن اور فقہ و حدیث میں آپکا علم صحابہ کیلئے حجت تھا۔ آپ کے فتاوی فیصلہ ناطق سمجھے جاتے تھے ۷۳ھ میں فوت ہوئے

[2] حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضور کے چچا زاد بھائی ہیں پیدا ہوئے تو آپ نے اپنا لعاب دہن چٹایا تبحر علمی کے سبب بحر اور حبر الامہ لقب تھا تفسیر و حدیث کا علم بے مثل تھا بعمر ۷۰ سال بمقام طائف ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

[3] حضرت عبداللہ ابن مسعود فاروق اعظم سے پیشتر مسلمان ہوئے۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا

ن سے یہ ملتِ اسلام کے چاروں
مسلّم مقتدا تھے امتِ اسلام کے چاروں

افہام و تفہیم

یارِ مکہ میں رونق فزا جتنے صحابی تھے — گرفتارِ ملال و کشمکش ہائے خرابی سے تھے
راک کو اپنی جان و مال و عزت کا تھا اندیشہ — ہر اک سے بدگماں تھے جملہ حکامِ جفا پیشہ
ئے آگاہ جب سبطِ پیمبر کے ارادے سے — گئے خدمت میں حاضر اپنے اپنے خانوادے سے
رِ بن عبدالرحمٰن نے بصد منت گزارش کی — کمال عجز سے کوفہ نہ جانے کی سفارش کی
یا ارشاد عبداللہ بن عباسؓ نے آ کر — کہ اے جانِ برادر ابنِ حیدرؑ سبطِ پیمبرؐ
ہرگز آپ جب تک کوفہ کو تشریف لے جائیں — نہ جب تک اطلاعیں قتلِ والی کی یہاں آئیں
برِ قتلِ والی آپ سے اقرار بیعت کا — سراسر اک غلط عنوان ہے بابِ سیاست کا
تھے ہے اے برادر آپ کی جانب سے اندیشہ — بلا کر دیں نہ دھوکا آپ کو وہ معصیت پیشہ
شہِ والا نے عبداللہ سے یہ بات فرمائی — کروں گا استخارہ شب کو میں اے محترم بھائی
ے جب بیہ تو عبداللہؓ فرزندِ زبیرؓ آئے — سکون افزا تسلی بخش چند الفاظ فرمائے
یا خاطرِ شہ پہلے تائیدِ سفر کر دی — مگر فوراً کہا آخر ہو کیوں یہ بادیہ گردی

حفاظت کیلئے حاضر یہاں ہم سب فدائی ہیں ۔ وہاں کیوں جائیے جو سراپا بے وفائی ہے

یہاں سے کیجئے وہ کام جو کو نہیں کرنا ہے ۔ سنور جائیگی ہر حالت یہیں پر جو سنورنا ہے

کیا ارشاد فرمایا یہ میرے جد امجد نے ۔ رسول رب اکبر رحمت عالم محمد ﷺ نے

حرم کی ایک مینڈھے کے سبب سے حرمتی ہوگی ۔ وہ مینڈھا خود ہونگا میں کیوں یہ میری کجروی ہوگی

انھیں بھی آپ نے واپس کیا کچھ اور کہہ سن کر ۔ رہے کچھ دیر غور و فکر میں تنہا مگر سرور

یکایک آ گئے فرزند فاروق معظم رضؓ بھی ۔ شہ والا نے مسند پہ بٹھایا قدر و عزت کی

بتائے شرع کے احکام عبد اللہ اکبر رضؓ نے ۔ سند کی پیش قرآن و احادیث پیمبر ﷺ سے

گزارش کی ہے جابر حکمراں اچھے نہیں ہیں دن ۔ فساد و جنگ سے بچیے جہاں تک ہو سکے ممکن

پئے سی امارت جائیے ہرگز نہ مکے سے ۔ بلایا جا رہا ہے آپ کو لوگ لاکھ کوفے سے

دیا تھا اختیار اللہ نے یہ سرور دیں کو ۔ کہ دنیا اور عقبیٰ میں جسے چاہو اسے لیلو

مگر دنیا کو محبوب خدا نے ترک فرمایا ۔ پسند خاطر سرکار لطف آخرت آیا

ہیں آپ ابن رسول اللہ ﷺ فرزند پیمبر ہیں ۔ عبث مائل بہ دنیا آپ کیوں اے جان حیدر رضؓ ہیں

عمل فرمایئے اس پر عمل تھا جو پیمبر کا ۔ مگر ہوگا وہی جو حکم ہے خلاق اکبر کا

یہ کہہ کر حضرت ابن عمر رضؓ بے ساختہ رو دئے ۔ امام پاک بھی سن کر یہ فقرہ بیقرار ہوئے

گئے دربار سے ابن عمر رضؓ روتے ہوئے واپس ۔ کبیدہ خاطر آزردہ دل تھے حضرت اقدس

[illegible] — تو عبداللہؓ بن عباسؓ آئے دوسرے دن بھی
[illegible] سمجھایا — جو گذرا تھا حسنؓ کے ساتھ کوفہ میں وہ دہرایا

کہا ترکِ وطن پر ہو چکے ہو گر کمربستہ — بجائے کوفہ بہتر ہے یمن کا لیجئے رستہ
وہاں کے لوگ مخلص ہیں بہادر ہیں دلاور ہیں — وہاں پر گھاٹیاں ہیں قلعے ہیں سامان دیگر ہیں
وہاں موقع ملیگا نشر و تبلیغِ امامت کا — قرینِ عقل ہے قایم وہاں ہونا خلافت کا
امامِ پاک نے سنکر کہا یہ کیفیت ساری — یہ سب سچ ہے مگر ہے اور ہی کچھ مرضیِ باری
وہ پیشینگوئیاں کی ہیں جو سلطانِ رسالت نے — سنا ہے جن کو اکثر اس طلبگارِ شہادت نے
یقیناً سب کے سب تفسیر ہیں صدق و صداقت کی — یقیناً ہیں وہی دنیا سے ارمان و حسرت کی
لئے جاتی ہے سوئے کوفہ خود مجھکو قضا میری — دعا کیجئے کرے آسان ہر مشکل خدا میری
ہوئے خاموش عبداللہؓ بن عباسؓ یہ سُنکر — کہا جاؤ خدا حافظ تمہارا سبطِ پیغمبرؑ

قضا کی ہر ادا تصویرِ احکامِ مشیت تھی
شہادت برملا تفسیرِ احکامِ مشیت تھی

حضرت امامؑ کی کعبہ سے کوفہ کو روانگی

ابھی تک حج بیت اللہ میں مشغول تھی دنیا — حرم کے گلشنوں سے چن رہی کچھ پھول تھی دنیا

مناسک حج کعبہ کے ادا ہوتے تھے ہر جانب ... تھے ہر ج...
کہیں سعی صفا مروا پہ تھی مخلوق آمادہ منا میں تھے کہیں ... والے زیب سجاد
کہیں صحن حرم میں اہل سجدہ نمازی تھے کہیں صرف عبادت مصری و شامی حجازی تھے
کہیں تھا شور و غل تہلیل و تسبیح الہی کا اُجالا تھا کہیں حجروں میں نور صبح گاہی کا
فضاؤں میں یکایک ایک دردافزا صدا گونجی ہوئی گم مرکز اسلام سے اسلام کی پونجی
دل و جان خلیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے شہید فی سبیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے
امانت حق کی داماں حرم سے نکلی جاتی ہے متاع دین و دنیا آج ہم سے نکلی جاتی ہے
قدوم قبلۂ کون و مکاں کعبہ سے جاتے ہیں ہمیشہ کو امام دو جہاں کعبہ سے جاتے ہیں
یکایک مجمع حجاج میں جب یہ خبر پھیلی مٹی تاریکیٔ شب روشنی وقت سحر پھیلی
ہوا معلوم کعبہ سے گئے فرزند پیغمبر نبی زادوں کے سے گویا ہو گیا خالی خدا کا گھر
اُداسی چھا گئی کالی گھٹائیں غم کی منڈلائیں فضائے دہر پر رنج و الم کی بدلیاں چھائیں
در و دیوار کعبہ نے لباس ماتمی پہنا عروس گل نے پھولوں کا اتارا جسم سے گہنا
جگر پر فرط غم سے سنگ اسود نے رکھا پتھر صفا مروہ بھی اس اندوہ میں کھانے لگے چکر
بنی شکل حطیم دل شکستہ صورت ماتم بشکل چشم نم تھا اشک افشاں چشمۂ زمزم
مثال اشک غم دریا بہے میزاب رحمت سے ہر اک سجدہ نے سر ٹکرایا محراب عبادت سے

[illegible] پریشانی عیاں تھی وادیٔ بطحا کی صورت سے

... ن سواری [illegible] اپنے لی نکلی تھی ذالحجہ کی دس تاریخ اور سن ساٹھ ہجری تھی

امام پاک کے ہمراہ تھے سب خانداں والے چلے جاتے تھے سب کوفہ کی جانب کو قدم ڈالے

شہادت کا تھا جذبہ عورتوں میں اور مردوں میں بیاسی آدمی تھے قافلہ کے رہ نوردوں میں

خدا کی راہ میں گھر سے خدا کا میہماں نکلا

خود اپنے کارواں کو لیکے میر کارواں نکلا

پہلی منزل

چلا کعبہ سے نکلے منزل تنعیم میں پہونچے تھے لب تشنہ حضور ساقیٔ تسنیم میں پہونچے

یہاں ٹھہرا ہوا ملک یمن کا قافلہ دیکھا یمن سے جا رہا ہے شام کو سیم وطلا دیکھا

یہ سارا مال و زر بہر یزید فتنہ آرا تھا بطور تحفہ سردار یمن نے جس کو بھیجا تھا

امام دوسرا نے قافلہ کو قید فرمایا تصرف میں یہ سب مال غنیمت آپ کے آیا

ہوئیں دشواریاں حائل نرالی پہلی منزل میں

رُکے آخر نہ خود سرکار عالی پہلی منزل میں

دوسری منزل

بڑھے آگے یہاں سے منزلِ سفاح میں آئے — بطورِ خود پناہِ سیدالاشباح میں آئے
نمازیں کیں ادا مانگی دعا معبودِ برحق سے — امام دوسرا اس جا ملے شاعر فرزدق سے
کیا دریافت اس سے آپ نے احوال کوفہ کا — کہا اس نے کہ اے نورِ نگاہِ فاطمہؑ زہرا
قلوبِ اہلِ کوفہ آپ کے ہمراہ ہیں یکسر — پئے آلِ امیہ وقف لیکن ان کے ہیں خنجر
ہیں اہلبیت اگرچہ ان کی دیواروں کے سایہ میں — مگر تیغِ اجل ہے ان کی تلواروں کے سایہ میں
یہیں عونؑ و محمدؑ روکنے راہِ غلط آئے — یہ دونوں لیکے عبداللہؓ بن جعفرؓ کا خط آئے
لکھا تھا خط میں ہرگز عزم کوفہ کا نہ فرمانا — ہو جتنی جلد ممکن راستے سے لوٹ کر جانا
وہاں ہے گرم ہنگامہ فساد و قتل و غارت کا — خلافِ آلِ حیدرؑ ہے وہاں عامل حکومت کا
پیاسا ہے تمہارے خون کا غارتگر شامی — وہ جس کی عادتِ ثانی ہے خمر و بادہ آشامی
نہ پلٹے آپ تو میں آپ کو پھر لینے آتا ہوں — جو باتیں ہونے والی ہیں وہ پہلے سے بتاتا ہوں
پڑھا جب خط شہِ دیں نے کہا جو مرضیٔ رب ہے — مرا یہ آنا جانا ہی ارادے سے مرے کب ہے

کہاں مردانِ حق منزل سے پیچھے ہٹ کے جاتے ہیں
جو ہیں ثابت قدم ان کے قدم کب ڈگمگاتے ہیں

تیسری منزل

نہ لکھا ابنِ جعفرؓ کو جوابِ خطِ شہِؑ دیں نے ۔۔۔ نہ ہونے دی طبیعت مضمحل کچھ صبر و تمکیں نے
لیا عونؓ و محمدؓ کو بھی ساتھ اپنے بڑھے آگے ۔۔۔ یہاں تک چلتے چلتے منزلِ حاجز میں جا پہونچے
یہاں سے خط لکھا کوفہ کے اربابِ سیاست کو ۔۔۔ خبر دی اپنے آنے کی ہوا خواہانِ دولت کو

انتظاماتِ حکومت

حسینؑ ابنِ علیؓ کے قافلہ کی نقل و حرکت کا ۔۔۔ مکمل علم رکھتا تھا عبید آمرِ حکومت کا
کئے عامل نے بندوبست خفیہ راستہ بھر کے ۔۔۔ کہیں کہیں چوکیاں قائم کہیں بٹھلا دیئے پہرے
حصین ابنِ نمیر اک مختصر دستہ کا افسر تھا ۔۔۔ جو راہِ قادسیہ تک طلایہ پر مقرر تھا
تمیمی خانداں کا تھا حصین اک نامور قائد ۔۔۔ ستم پرور جفا جو تھا ضرورت سے کہیں زائد
بنایا صدر مرکز قادسیہ کو تمیمی نے ۔۔۔ یہیں چھپ کر نکالے دشمنوں نے بغض و کینے
یہاں سے اک طرف خفان تک فوجوں کا پہرہ تھا ۔۔۔ سپاہی فوج کا ہر اک عدوئے آلِ زہراؑ تھا

یہاں سے کوہ لعلع تک تھا اک اور دوسرا دستہ
مقرر تھا سواروں کا وہاں بھی جنگجو دستہ

گرفتاری نامہ بر

جو خط لکھا گیا کوفہ کو تھا منجانب سرور | بنا تھا نامہ بر جوشِ وفا میں قیس بن اشہر

نواحِ قادسیہ کی طرف سے قیس جب گزرا | انھی نے پکڑ کر بابِ عامل تک اُسے بھیجا

عبید اللہ نے غصہ میں کہا قیسِ پریشاں سے | حسینؑ ابن علیؑ پر کر تبرا سقفِ ایواں سے

چڑھے حکمِ عبیدِ نامزا سے قیس کوٹھے پر | کہا آواز سے اے عاشقانِ حیدرؓ و صفدر

حسینؑ ابن علیؑ ہیں فاطمہؑ کے راحتِ جاں ہیں | علیؑ شیرِ خدا خیبر شکن ہیں شاہِ مرداں ہیں

عبید اللہ کاذب ابن کاذب دشمنِ دیں ہے | یزیدِ ناخلف ملعون و لحد صاحبِ کیں ہے

حسینؑ اب منزلِ حاجز سے ہیں کوفہ میں آنیکو | نشانِ جور و استبداد و بے دینی مٹانیکو

امامِ پاک نے خط دیکے بھیجا تھا یہاں مجھ کو | یہاں آکر ملا قربِ الٰہی کا نشاں مجھ کو

خلافِ حکم عامل نے سنے جو وقت یہ فقرے | غضب آلود ہو کر قیس کو گروا دیا چھت سے

اسی صورت سے عبد اللہ بن یقطر قاصدِ ثانی | حراست میں سر دربار آئے مثلِ زندانی

انھیں بھی حکم تھا دار الامارہ پر کھڑے ہو کر | کہیں ہیں قابلِ نفریں حسینؑ و حیدرؓ و صفدر

انھوں نے بھی یزید و ابنِ مرجانہ پہ لعنت کی | انھیں بھی دستِ قاتل سے ملی دولت شہادت کی

ہے یہ ایمانِ صادق نامہ بر یوں جان دیتے ہیں | جسے وہ چاہتے ہیں دولتِ ایمان دیتے ہیں

چوتھی منزل

یہ چوتھی منزل حاجر سے آگئے سبطِ پیغمبر
رُکے کچھ دیر پھر آ بخوشی ایک چشمہ پر

یہاں ابنِ مطیع پاک عبداللہ نے مل کر
گذارش کی کہاں جاتے ہو اے لختِ دلِ حیدرؑ

خدا کے واسطے باز آؤ کوفہ کے ارادے سے
وہاں بوئے فساد آتی ہے ہر منزل سے جادے کر

وہاں آلِ اُمیہ کے ہیں خنجر خون میں ڈوبے
بنی ہاشم کی خونریزی کے ہر ساعت ہیں منصوبے

سُنا سرکار نے جو کچھ کہا اس کہنے والے نے
بھری اک آہ خاموشی سے شاکر رہنے والے نے

پانچویں منزل

مقامِ ثعلبیہ پر یہاں سے قافلہ پہونچا
یہاں اک نامہ بر کوفی کسی کا مرسلہ پہونچا

خبر دی آپ کو قاصد نے مسلمؑ کی شہادت کی
بیاں سب کوفیوں کے حال و تقلبِ حالت کی

مچی اک سنسنی سی قافلہ میں قتلِ مسلمؑ سے
کہا اُن غمزدہ لوگوں نے تھے جو نسلِ مسلمؑ سے

نہیں بیکار شہیدِ ملتِ حق لطف جینے میں
ہے جوشِ انتقامِ خونِ مسلمؑ اپنے سینے میں

امامِ محترم نے قافلہ والوں سے فرمایا
ہے جب سے حوصلہ فرسا خبر یہ نامہ بر لایا

عزیز و اقربا احباب کو مغموم پاتا ہوں
خود اپنے دل میں دردِ فرقتِ مرحوم پاتا ہوں

طبیعت بے سکوں ہے مشتغل ہے قتل مسلم سے ۔۔۔ مجھے ہے سوء ظن بے عبید اللہ ظالم سے

مگر اے سرفروشانِ وفا میں تم سے کہتا ہوں ۔۔۔ اُٹھاؤ تم نہ اس غم کو جو غم میں دل پہ سہتا ہوں

نہیں اب واپسی کی میری جانب سے اجازت ہے ۔۔۔ چلا جائے خوشی سے جسکو جانے کی ضرورت ہے

مرے ہمراہ رہنے میں ہے خطرہ جان و عزت کا ۔۔۔ یقیناً عزم کوفہ پیش خیمہ ہے ہلاکت کا

عزیزانِ گرامی جن کو ہیں کچھ حاجتیں لاحق ۔۔۔ وہ پابندِ بلا ہوں دیدہ و دانستہ کیوں ناحق

خوشی سے میں رضا دیتا ہوں ہر مخلص کو جانے کی ۔۔۔ کسی کو کچھ ضرورت ہی نہیں حیلے بہانے کی

کہا ہر سرفروشِ عشق نے اے سرورِ والا ۔۔۔ فنا ہونا رہِ الفت میں ہے اک منصبِ اعلیٰ

اکیلا چھوڑ کر گر آپ کو ہم لوٹ جائیں گے ۔۔۔ خدا کو مصطفےٰ کو حشر میں کیا منہ دکھائیں گے

ہے دنیا چند روزہ چار دن کی زندگانی ہے ۔۔۔ حیات بے بقا کیا ہے حبابِ بحرِ فانی ہے

قدم سے آپ کے ہے زندگی کا لطف وابستہ ۔۔۔ صراطِ مستقیم و راہِ حق ہے آپ کا رستہ

قدم راہِ خدا میں ڈال کر پیچھے کو ہٹنا کیا ۔۔۔ حضور آگے کو چلئے آگئی منزل پلٹنا کیا

شہادت فی الحقیقت مر کے مر کر کے ملتی ہے ۔۔۔ حیاتِ جاوداں راہِ خدا میں مر کے ملتی ہے

چھٹی منزل

غرض یہ کاروانِ اہلبیتِ رحمتِ عالم ۔۔۔ یہاں سے جانبِ سرحدِ کوفہ چلا یکدم

خبر پہونچی وفاتِ قیس و عبد اللہ یقطر کی
بڑے آگے شہیداں ان وفا کی فاتحہ پڑھ کر

ساتویں منزل

گذر کر بطنِ عقبہ سے بہ راہِ شراف آئے
سکون و صبر کا کرتے ہوئے سب اعتراف آئے

یہاں سے اور آگے قافلہ جب ایک یار آیا
مقابل سے نظر اڑتا ہوا اک گرد و غبار آیا

ہوا معلوم جب یہ آ رہا ہے شام کا لشکر
پریشاں ہو گئے ہمراہیانِ سبطِ پیغمبرؐ

کہا رہبر نے چلیے جانب ذو حسم کترا کر
کہ جیسے لشکرِ دشمن نہ اس طرح پڑے ہم پر

ادھر بچتا ہوا جب راہ سے یہ قافلہ گذرا
سپاہِ شام کو چاروں طرف پھیلا ہوا دیکھا

ہوا جب دو بدو یہ قافلہ وہ لشکر شامی
ادھر تھی کامیابی کی خوشی اس سمت ناکامی

تلاشِ آلِ حیدرؑ میں ہر اک فوجی سپاہی تھا
سپہ لار اس لشکر کا حُر ابنِ ریاحی تھا

نواحِ وادیٔ ذو حسم ہی میں رک گئے سرور
یزیدی اک ہزار افراد کا تھا سامنے لشکر

نمازِ با جماعت ظہر کی سب نے پڑھی مل کر
بنے ابنِ رسول اللہ امامِ لشکر و عسکر

صفیں اغیار کی راہوں میں کانٹے بوتی جاتی ہیں
ادارادہ قضا میں بھی نمازیں ہوتی جاتی ہیں

وعظ امام

امام دوسرا نے فوج میں تقریر فرمائی　　کہا اے فوجیوں ہم آپ سب آپس میں ہیں بھائی

کتاب اللہ پہ ہم آپ سب ایمان رکھتے ہیں　　ولائے مصطفیٰ دل میں نہاں ہر آن رکھتے ہیں

ہمارے واسطے یہ عام تعلیم شریعت ہے　　مساوات و اخوت پر مدارِ دین و ملت ہے

رسولِ حق محمدؐ مصطفیٰ کو ہم نے مانا ہے　　ذریعہ سے محمدؐ کے خدا کو ہم نے جانا ہے

محمدؐ مصطفیٰ ہیں کون میرے ہے خبر تم کو　　میں انکا کون ہوں معلوم ہے اہلِ نظر تم کو

مرے جد ہیں مرے اب ہیں محمدؐ مصطفیٰ لوگو　　تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں خوفِ خدا لوگو

مجھے خط لکھ کے جب تم نے بلایا تو میں آیا ہوں　　مدینے سے پیامِ ہادیِ اسلام لایا ہوں

عبث آلِ رسولِ پاک پر بیداد کرتے ہو
ستم ایجاد کیوں ہو کیوں ستم ایجاد کرتے ہو

معروضاتِ حُر

سنی تقریر جب فوجِ شام و اہلِ لشکر نے　　کھڑے ہو کر کہا تعظیم سے حُرِ دلاور نے

نہ ہم نے خط لکھا اصلا نہ ہم نے نامہ بر بھیجے　　دیا سرکار کو دھوکہ کسی نے خط اگر بھیجے

جواب تک مطلقاً محفوظ سب دو ہتھیلیوں میں تھی

ما حیوں نے آپ کو مل کر — مگر ہے حکم حاکم ہم کو یہ اے سبط پیمبرؐ

یہاں سے آپکو ہم تا عبید اللہ لے جائیں — ہوئے ہیں مامور جس کام پر اس کو بجا لائیں

حصین ابن نمیر اک افسر اعلیٰ ہمارا ہے — اُسی کے حکم سے لشکر یہاں ہم نے اُتارا ہے

یزید بادشاہ کو بہتر تو یہ ہے آپ خط لکھیں — یہاں سے عامل کوفہ کو ہم عرضی جدا بھیجیں

اجازت دونوں دربار دمشق ممکن ہے کہ آ جائے — ارادہ دوسری جانب سفر کا پھر کیا جائے

جوابِ امام

متانت سے امام دوسرا نے پھر یہ فرمایا — مری نظروں میں ہیں دونوں یہ نا اہل و فرمایا

امیر شام رو گرداں ہے خالق کی اطاعت سے — نہیں اس کو تعلق دور کا بھی دین و ملت سے

نہیں اس کو ذرا بھی امتیاز حرمت و حلت — نہیں اس کی نظر میں مذہب اسلام کی عزت

اُسے فرصت نہیں ہے نفسِ شیطاں کی اطاعت سے — اُسے اصلا نہیں رغبت شریعت سے عبادت سے

اُولو الامر اس کو میں تسلیم کر لوں غیر ممکن ہے

مرے نزدیک وہ غدار ہے غاصب ہے خائن ہے

معروضۂ حُر

کہا حُر نے ادب سے اے امامِ ملتِ برحق　　یہ مانا ہے مبارک جذبۂ آزادیٔ مطلق
مگر جنگ آزمائی ہے غلط ایسی حکومت سے　　جو ہو مائل بہ استبداد ظلم و جور و قوت سے
نہیں ہے آپ کے ہمراہ کوئی فوج یا لشکر　　ہزاروں سے لڑینگے چند ہمراہی بھلا کیوں کر
مفر ممکن نہیں ہے آپ کو جز طاعتِ دشمن　　سکون و امن سے رہنا بھی ہے اک فعلِ مستحسن

ارشادِ امامؓ

امامِ دوسرا کو حُر کی باتوں پر جلال آیا　　غضب سے چتونوں پر بل پڑے دل میں ملال آیا
کہا ارشاد کیا تو موت سے مجھ کو ڈراتا ہے　　قدم راہِ جہادِ حق سے میرا ڈگمگاتا ہے
نگاہِ قہر میں وہ ہیبتِ پنہاں نظر آئی　　کہ حُر کو سامنے تیغِ اجل عریاں نظر آئی
غم و غصہ کی حالت میں سفر کا عزم فرمایا　　پئے فسخِ عزیمت لشکرِ حُر درمیاں آیا

نہیں ہٹتے مجاہد جب قدم میداں میں رکھتے ہیں
دلاور صف شکن کب فوج سے لشکر کی ڈرتے ہیں

منزل

ربِ مردہاں سے آپ تا رہِ عذیب آئے — عذابِ جاں کی صورت ساتھ شامی بدنصیب آئے

یہاں کوفہ کے چار افراد حضرت سے ملے آکر — کہی کوفہ کی حالت مجمع و طرماح نے اکثر

بتایا اکثریت قبلۂ دیں کی مخالف ہے — عبید اللہ سے ہر آپ کا ہمدرد خائف ہے

عوام افرادِ کوفہ ہیں بظاہر آپ کے شیدا — مگر اُنکے ارادوں سے ہے رنگ بزدلی پیدا

کہا طرماح نے اک بار پھر حسنِ عقیدت سے — فداکارانہ سرجوشی میں اندازِ محبت سے

مرے ہمراہ چلئے کوہِ آجا کی طرف حضرت — کمیگا ہوں کو حاصل ہو وہاں کی یہ شرف حضرت

وہاں شاہانِ غسان و حمیر و ابن منذر بھی — نہیں اک روز نابتا ہو سکے ہیں حملہ آور بھی

بنی طے کے ہزاروں آدمی سلمیٰ و آجا میں — یقیناً ہونگے داخل بیعت سرکار والا میں

وہاں فوجِ یزیدِ فتنہ خو گر چڑھ کے جائیگی — مقابل میں بنی طے کے یقیناً مونہہ کی کھائیگی

کہا سرکار نے طرماح کی یہ گفتگو سن کر — خدا ان کو جزائے خیر دے اے مردِ خوش اختر

مگر میں کیا کروں قادر نہیں ہوں لوٹ چلنے پر — وہی ہو گا جو ہے روزِ ازل سے مرضی داور

دلِ طرماح پر ناکامیوں سے چھا گئی حسرت — ہوا با دیدۂ تر با دلِ ناخواستہ رخصت

تمنائے شہادت سب کو با جاہ و حشم لائی — قضا دامن گرفتہ تا حدودِ علقم لائی

آخری منزل

یہاں سے چل کے حضرت رک گئے قصرِ مقاتل میں — رہی فوجِ عدو بھی خیمہ زن اُس شب مقابل میں
سحر ہوتے ہی نکلے قصر سے تا نینوا پہونچے — یہاں سے جب قدم آگے بڑھایا کربلا پہونچے

منجانب حکومت حُر کی نگرانی

ملا ابنِ زیادِ ناسزا کا حُر کو اک فرماں — رقم تھا جس میں یہ مضمونِ تاکیدی علی الاعلان
حسینؑ ابن علیؑ واپس نہ ہونے پائیں میداں سے — اُنھیں محروم رکھنا لطف و آسایش ہر ساں سے
جہاں تک ہو نہ ٹھہریں وہ کسی سرسبز وادی میں — نہ آنا تم فریبِ گفتگو سے اتحادی میں
اُنھیں محصور کر دینا کسی بے آب صحرا میں — نہ ہو اُنکی زبوں حالی کا پرساں کوئی دنیا میں
کسی صورت نہ اُن کے حال پر تم مہرباں ہونا — ہمیں منظور ہے ان کا جہاں سے بے نشاں ہونا
بطورِ نامہ بر جس معتمد کو ہم نے بھیجا ہے — کمالِ مخبری میں حق جاسوسی میں یکتا ہے
ہمیں ہر قسم کی یہ شخص روزانہ خبر دے گا — تمہیں بھی تا حدِ امکاں صلاحِ خیر و شر دے گا
ہوئی پروانۂ عامل سے حُر کو سخت حیرانی — کہا آکر امامِ پاک سے با صد پریشانی
سلوک اے شاہِ دیں آپ سے میں کر نہیں سکتا — خلافِ حکمِ عامل اک قدم بھی دھر نہیں سکتا

جہاں سرکار کا ڈیرہ جہاں فوجوں کا دنگل ہے

... آپ فرمائیں تو بہتر ہے

کہ یہ دشتِ بلا ہم صورتِ میدانِ محشر ہے

کربلا میں داخلہ امام

بعنوانِ قیامت ابتدائے شست و یک ہجری — ہوئی بنیاد قائم انقلابِ بزمِ عالم کی

بروزِ پنجشنبہ دوسری ماہِ محرم تھی — سواری کربلا میں سیدِ کونین کی پہنچی

امامِ پاک نے اس سرزمیں کا جب پتہ پوچھا — کہا اک شخص نے ہے نام دشتِ کربلا اس کا

...اشہ نے یہی ہے منزلِ کرب و بلا شاید — یہیں پہ آلِ زہرا[13] کا لٹے گا قافلہ شاید

یہیں پہ چڑھ کے سورج فتنۂ محشر بپا ہوگا — یہیں پہ قتل جیشِ اہلِ بیتِ مصطفیٰ[14] ہوگا

ہنیئاً بالقضا اللہ کہہ کر سیدِ والا — اسی صحرا میں خیمہ زن ہوئے ڈیرہ یہیں ڈالا

صحرائے بے گیاہ و آب ہیبت ناک صحرا تھا — مکمل محشرستانِ خس و خاشاک صحرا تھا

...ر ریتی کے ٹیلوں کے کہیں سایہ نہ تھا اس میں — قدم یمن و سعادت کا کبھی آیا نہ تھا اس میں

...ل کے رونے سے آثارِ محشر اس میں پنہاں تھے — بجائے خارِ صحرا تیر و نشتر اس میں پنہاں تھے

...ر اک ذرے سے اسکے تھی عیاں خشکی کی بے آبی — لکھی تھی اس کی قسمت میں نہ سرسبزی نہ شادابی

یہاں ذرّے بھی آبِ چشمۂ کوثر کو ترستے تھے

یہاں آتے ہوئے پر طائرِ سدرہ کے جلتے تھے　　بچا کر آہوانِ دشت بھی دامن سے

تھی گو نہرِ فرات اس وادیٔ بے آب میں جاری　　مگر تھی سرزمیں اس دشت کی اک کرۂ ناری

ازل سے آج تک یہ دشت رسوائے زمانہ تھا　　یہاں مثلِ عدم ناپید ذکرِ آب و دانہ تھا

خدا کی شان اس صحرا میں وہ جنت مکیں پہنچے　　کہ جن کے جدِّ امجد تا سرِ عرشِ بریں پہنچے

ہوئے اس خشک ریگستان میں وہ خیمہ زن آ کر　　فدا جن پر ازل سے تھی بہارِ جنت و کوثر

انھیں تپتی ہوئی ریتی پہ ٹھہرایا گیا لا کر　　سمجھتے تھے جنھیں آنکھوں کی ٹھنڈک ساقیٔ کوثر

بظاہر کربلا کا دشت جنگل تھا بیاباں تھا　　بباطن صبر و تسلیم و رضا کا خاص میداں تھا

یہاں از خود ہوئے تھے کب شہِ والا خیام افگن　　برائے امتحاں لائی تھی قدرت کھینچ کر دامن

غرض کل خاندانِ اہلِ بیتِ سبطِ پیغمبر　　زمینِ کربلا ہی میں نزدکش ہو گیا آ کر

یہاں اس کارواں کو سعیِ اہلِ کیں نہیں لائی
مقدر ہو چکی مٹی جہاں کی تھی وہیں لائی

دعائے کربلا

زمینِ کربلا نے ذاتِ باری سے دعا مانگی　　برائے خود ابد آثار عزت بر ملا مانگی

جہاں میں ہو چکی میری بہت کچھ ذلت و خواری
ٹپکتا ہے لہو ذرّاتِ خوں آشام سے میرے

یہ مانا ہے جہنم ذرّہ ذرّہ میری وادی کا
یہ مانا میں ہوں مرکز دو جہاں کی نامرادی کا

یہ مانا آتش نمرود مجھ میں شعلہ افشاں ہے
یہ مانا گوشۂ دامن مرا دوزخ بداماں ہے

نوشتہ میری قسمت کی ہیں گو رسوائیاں میری
عذابِ حشر کی تصویر ہیں پرچھائیاں میری

سقر بر کف ہے ریگستاں یہ مانا میرے دامن میں
یہ مانا آگ ہے میری نگاہِ شعلہ افگن میں

ہلاکت آفریں بے باک یہ مانا خاک ہے میری
قبائے زیست مانا تا بدامن چاک ہے میری

یہ مانا باعثِ ننگِ زمانہ میری ہستی ہے
یہ مانا مجھ پہ ذلت اوجِ گردوں سے برستی ہے

یہ مانا میں ہوں مجموعہ جہاں بھر کی برائی کا
بجا ہے مجھ پہ طعنہ اے خدا تیری خدائی کا

مگر یہ ذلتیں آخر الٰہ العالمیں کب تک
رہے گی خوار و رسوا کربلا کی سرزمیں کب تک

ازل سے آج تک ساری خطاؤں کی سزا دیدے
مجھے تعزیر جو مرضی ہو تیری اے خدا دیدے

مجھے منظور ہر پاداش ہے اے خالقِ اکبر
مگر رحمت سے اپنی میرے مستقبل کو روشن کر

عوض تاریک ماضی کا مجھے نعم البدل دیدے
مجھے عشقِ نبیؐ اے خالقِ عزّ و جل دیدے

نبیؐ کا عشق اہلبیت کی سچی محبت دے
الٰہی خامسِ آلِ عبا کی مجھ کو الفت دے

زیارت گر نہیں ہے رحمتِ عالم کی قسمت میں
مجھے رکھ آلِ پیغمبرؐ کے ارمانِ زیارت میں

نثارِ آلِ اطہر کربلا کا ذرہ ذرہ ہو ۔۔ قا

بنے ہر ذرہ میری خاک کا فردوسِ نظارہ شہیدانِ محبت کا

ترے محبوب کے محبوب کی اولاد کے دشمن عدوئے دین و ملت سید الافراد کے دشمن

یزیدِ شام کے کوفی و شامی سنگدل فوجی جفا پیشہ قضا صورت بلائے مستقل فوجی

عبید اللہ و عمر سعد کا جنگ آزما لشکر ہلاکت آشنا لشکر خدا نا آشنا لشکر

حسینؓ پاک سے جب برسرِ پیکار ہو یارب پریشاں جب سپاہِ عترتِ اطہار ہو یارب

مجھے ہو مرحمت اس وقت وہ جوشِ فداکاری مری شعلہ فشانی سے ہو جلکر خاک ہر ناری

اماں دے میرا ہر ذرہ فداکارانِ حیدرؓ کو غبار اُٹھ کر چھپا لے خیمہ ہائے آلِ اطہر کو

جگر پارے رسول اللہ کے جب خوں بداماں ہوں مرے آغوش کی زینت مرے دامن میں پنہاں ہوں

رہے ہر لال زہراؓ کا ابد تک میرے داماں میں مرا چہرہ ہو رنگیں سرخیِ خونِ شہیداں میں

مجھے دیدے خداوندا شہیدانِ رسالت کو سمٹ کر آئے دنیا تا ابد میری زیارت کو

الٰہی اب یہ میری التجا مقبول فرما لے دعائے کربلا کو اے خدا مقبول فرمائے

حکومتِ رے

عبید اللہ نے دربار میں پہلی محرم کو دیا حکمِ خصوصی اپنے اعوانِ معظم کو

بہر صورت نظام جنگ کو تھا مختصر کرنا
بڑھایا پیشتر سے رتبہ و منصب بہت زائد

سیاست پانچ ہزار افراد پر تسلیم کی اسکی
بنایا والی رے اس کو بہ تکریم کی اور اس کی

حکومت مرحمت کی عمر ابن سعد کو رے کی
سند دینا بڑھانا منزلت دربار میں طے کی

ابھی دیلم کو ابن سعد جانے بھی نہ پایا تھا
ابھی لشکر سفر ہی میں سراک اپنا پڑا پایا تھا

کہ دربار عبید اللہ میں قاصد خبر لایا
گروہ اہل بیت مصطفیٰ تا کربلا آیا

نواح کربلا میں آ گئے فرزند حیدرؓ کے
وہیں ڈیرے لگے ہیں شام اور کوفہ کے لشکر کے

بلایا ابن مرجانہ نے ابن سعد کو فوراً
کہا اے مونس من مخلص من یار غار من

نہیں ہے حاجت لشکر کشی اب جانب دیلم
حسینؓ ابن علیؓ سے جنگ کا ہے عزم مستحکم

کرو تنظیم لشکر جلد تر اب تم نئے سر سے
تمہیں لڑنا پڑیگا کربلا میں آل حیدرؓ سے

سنی تقریر ابن سعد نے عامل کی حیرت سے
مآل جنگ پر تھا سر بزانو فرط غیرت سے

کہا یہ عمر ابن سعد نے اے فتنہ خو عامل
حسینؓ ابن علیؓ سے جنگ ہے بیجا و لا حاصل

حسینؓ ابن علیؓ فرزند سلطان رسالت ہیں
مسلمانوں کے دینی رہنما سردار امت ہیں

ہے اُن سے جنگ کرنا کب روا اے دشمن ملت
کہ ہو جائیگا از خود منتشر شیرازۂ امت

لڑے ابن علیؓ سے سبط والا جاہ کا بیٹا
نہ ہوگا ایسا کوئی ناخلف تقدیر کا ہیٹا

میں ہوں اس سعد[۱] کا فرزند جو تھا فاتح ایراں میر

میرے والد نے فتح و کامرانی کی بنا ڈالی میرے والد کا دنیا جاہی ہے رتبہ

عبید اللہ بولا عمرؔ یہ باتیں پرانی ہیں جو باتیں ہو چکیں کیا ذکر انکا وہ کہانی ہیں

امیر شام اب امت کا سردار مسلّم ہے اطاعت سب پہ فرض اسکی با قرار مسلّم ہے

ہے یہ فرزند حیدرؓ کا امیر شام کا باغی حسینؓ ابن علیؓ لاریب ہے اسلام کا باغی

اگر لڑنا نہیں منظور تجھ کو ابن حیدرؓ سے اگر مرعوب ہے تو اقتدار آلِ اطہر سے

تو اعزاز و شرف جاہ و مناصب مسترد کردے ہیں واپس ابھی رے کی حکومت کی سند کردے

جو دیکھا منصب اقلیم رے پر حرف آتا ہے ملا تھا بے طلب جو ملک اب وہ نکلا جاتا ہے

کہا عامل سے ابن سعد نے اے صاحب نخوت مجھے غور و تدبر کے لئے شب بھر کی دی مہلت

پلٹ کر عمر ابن سعد جب دربار سے آیا دل دنیا طلب کو حد سے زائد مضطرب پایا

بلایا گھر پہ اہل الرائے اصحاب سیاست کو کہا ہر ذی شرف نے چھوڑ دے رے کی حکومت کو

ہے دنیا چند روزہ چند دن کی یہ حکومت ہے ابد آثار لیکن افتخار دین و ملت ہے

---

[۱] حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی آپ سے پہلے صرف چھ صحابی مسلمان ہوئے۔ فاتح ایران اور بانی کوفہ ہیں عہد فاروقی میں دو بار اور عہد عثمانی میں ایک بار عامل کوفہ مقرر ہوئے۔ تیر افگن اور مستجاب الدعوات تھے بعمر ۷۰ سال ۵۵ھ میں وفات پائی

نہ پایا دل کو خالی حُبِّ جاہ و حبِّ دنیا سے

... سے چھپایا — مگر رنگِ سیہ کاری دبانے سے اُبھر آیا

عجب تھا سحرِ اکبر نا خلف یہ سعدِ اعظمؓ کا — چمکتا تھا نہ اس کا طالعِ قسمت ذرا چمکا

نہ آئی نیند جاگا جنگ کی شب بھر مقدر سے — اُٹھا وقتِ سحر گاتا ہوا یہ شعر بستر سے

سرِ قتلِ حسینؓ پاک کی دوزخ بلاشک ہے — نہ چھوڑوں گا میں رے کو کہ یہ مری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

اُمید اللہ سے قائم ہو جو ٹوٹی ہی نہیں جاتی
حکومت رے کی ملجائے تو پھر چھوڑی نہیں جاتی

دوسرا دن

ہوا دربار میں عامل کے حاضر معذرت کر دی — حسینؓ ابنِ علیؑ سے جنگ ہے فی الجملہ نامردی

ہیں وہ مہماں بھی مظلوم بھی تنہا بھی آئے ہیں — عقیدت مند ہمراہی ہیں چند اپنے پرائے ہیں

اگر اُن سے لڑائی ہر طرح منظور ہے تجھ کو — فضائے امن سے نفرت ہی گر مغرور ہے تجھ کو

معافی دے مجھے مامور کر اصحابِ دیگر کو — کہ شوقِ جنگ ہے اکثر شرف خواہانِ لشکر کو

سنی جب معذرت جھلا کے بولا ابنِ مرجانہ — ابھی لا پھیر دے رے کی جہانبانی کا پروانہ

حکومت مل رہی ہے اور تو حاکم سی خود سر ہے — عجب نا عاقبت اندیش اے مردِ دلاور ہے

نہاں تھی ملک رے کی سلطنت کی آرزو دل میں کہ
مجھے رے کے لئے ابن زیاد اتنا نہ رسوا کر لڑونگا میں حسینؑ ابنِ علیؑ سے کربلا جا کر
عمر نے ساتھ لیکر چار ہزار افواج کا دستہ لیا کوفہ سے دشتِ کربلا کا دفعتاً رستہ

ڈبویا نام لالچ کی بدولت دین و ملت کا
برا ہو کیا بُرا انجام تھا رے کی حکومت کا

نامہ و پیام

بروز جمعہ یعنی تیسری ماہِ محرم کو کیا مامور ابنِ سعد نے اک شخص محرم کو
کہ شاہِ دو سرا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کہے حضرت بیاں فرمائیں جو رجحانِ خاطر ہو
عمر کا ایلچی جب خدمتِ سرکار میں آیا مراتب عزت و تعظیم کے سارے بجا لایا
گزارش کی کہ ابنِ سعد دیرینہ فدائی ہے مگر مجبور ہے آمادۂ جنگ آزمائی ہے
ابھی موقعہ ہے جو ارشاد والا ہو بجا لائے کرے حتی الوسع تعمیل اس کی حکم جو پائے
کہا قاصد سے ابنِ سعد سے کہنا کہ اے بھائی جماعت میری کب ہے عزم سے اپنے یہاں آئی
بلایا جب مجھے اشرافِ کوفہ نے تو آیا ہوں اجازت ہو اگر تو آج ہی واپس چلا جاؤں
سفیر معتمد لوٹا خیامِ آلِ حیدرؑ سے کہے برجستہ سب فقرے سپہ سالارِ لشکر سے

بطورِ خود بھی کی تائیدِ عزمِ ابنِ حیدرؓ کی
خیالِ لطف و بخشش اسکو اک خوابِ پریشاں تھا

عریضہ سن کے ابنِ سعدؓ کا یہ حکم لکھوایا
حسینؓ پاک کو ہی مصلحت ہیں تم نے گر پایا

کہو اُن سے ذرا سی بات وہ یہ کام کی کرلیں
حسینؓ ابنِ علیؓ بیعت یزیدِ شام کی کرلیں

اگر راضی ہوں بیعت پر تو پھر لیکر حراست میں
اُنھیں حاضر کرو فی الفور ایوانِ حکومت میں

مگر یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
مطیعِ مردِ فاسق ابن زہراؓ ہو نہیں سکتا

سرِ میداں صفِ آلِ عبا پر تیغ رانی ہو
رفیقانِ حسینؓ ابنِ علیؓ پر بند پانی ہو

انھیں بھوکا پیاسا دشتِ غربت میں رکھا جائے
کوئی موقع نہ اطمینان کا ان کو دیا جائے

کٹے دو چار دن اس عذر و حجت خط کتابت میں
رہے مصروف خدامِ رسالت سب عبادت میں

بندشِ آب

بحکمِ میرِ لشکر عمر بن حجاج کا لشکر
صف آرا ہو گیا خنجر بکف سوئے فرات آکر

یہ دستہ پانچ سو افراد کا تھا سخت غارتگر
کیا ان ظالموں نے بند پانی آلِ اطہر پر

ہوا جب ختم پانی خیمہ ہائے آلِ اطہر کا
گھٹا دم تشنگی سے نونہالانِ پیمبرؐ کا

علمبردارِ امت حضرت عباسؓ بن حیدرؑ ~~~ بڑھے

تھے بیس افرادِ لشکر یے لیے خنجر بکف آگے ~~~ حفاظت کے لیے تھے بیس رباب سرفشاں

یکدم شہسوارانِ عرب سوئے فرات آئے ~~~ لبِ دریا یہ ایسے آئے جیسے لے کے بات آئے

جوانانِ عرب زورِ یدِ اللہی کے پیکر تھے ~~~ پئے اعدا پیامِ مرگ یہ غازی دلاور تھے

کہا جب نعرۂ تکبیر مل کر سب نے میداں میں ~~~ ہزیمت چھا گئی اعدا کی افواج پریشاں میں

ہوا صرف ہزیمت عمر بن حجاج کا دستہ ~~~ ہر اک غازی نے بھر کر مشک کو گھر کا لیا رستہ

مبارکباد دی سرکار نے فوجِ حجازی کو ~~~ کہا اھلاً و سھلاً مرحبا عباسؓ غازی کو

حجازی ہاشمی جب ہاتھ میں خنجر اُٹھاتے ہیں
ترانے فتح و نصرت کے فرشتے ملکے گاتے ہیں

ملاقات ابن سعد

اثر قلبِ مبارک پر کیا اس جنگ جو کیں نے ~~~ بنایا عمر بن قرظہ کو قاصد سرورِ دیں نے

پیامِ خاص ابنِ سعد کو اک بر ملا بھیجا ~~~ قریبِ سرحدِ جنگ ان کو وقتِ شب بلا بھیجا

ادھر سے سرورِ دیں اس طرف سے ابنِ سعد آیا ~~~ ملے باہم مگر وقتِ تکلم اس کے بعد آیا

اصولِ جنگ پر ہوتی رہیں کچھ دیر تک باتیں ~~~ رہیں رازِ نہاں کی شکل یہ شب کی ملاقاتیں

لی کوئی نہ ابنِ سعد نے کی جاں نثاری ہیں
خود اپنی عذر خواہی اپنی مجبوری عیاں کر دی

طلوعِ صبح سے پہلے ہوئے دونوں جدا آخر
نتیجہ گفتگو کا دوسرے دن یہ کھلا آخر

عریضہ عاملِ کوفہ کو ابنِ سعد نے لکھا
خلاصہ گفتگوئے باہمی کا لکھ دیا سارا

لکھا حمد و ثنا کے بعد مضموں یہ سرِ نامہ
نہیں شکر خدا اب کوئی خوفِ شر و ہنگامہ

نہیں اب اختلاف ایسے ہم میں اور سر در ہیں
ہوئی جاتی ہے ساری کشمکش بھی ختم دم بھر میں

حسینؓ ابنِ علیؓ اس بات پر ہیں صاف آمادہ
انھیں دار الخلافت بھیجنے کا ہم کریں وعدہ

جہاں سے یا وہ آئے ہیں وہاں واپس کئے جائیں
اوکھیں طعنے نہ ان کے جوشِ ملت پر دیئے جائیں

اوکھیں یا ہم جہاں چاہیں وہاں پر حکم جانیکا
نہیں اس صلح میں موقعہ کوئی حیلہ بہانے کا

وہ ہیں تیار جانے کے لئے قصرِ خلافت میں
وہاں وہ پیش فرمائینگے ہر جو عذر بیعت میں

شرائط صلح کی معقول سب معلوم ہوتی ہیں
بقائے امنِ امت کا سبب معلوم ہوتی ہیں

قبول اس صلحنامہ کو اگر سرکار فرمائیں
بیک یارم حسفدار فتنے ہیں یہ پا سارے مٹ جائیں

تاثرات ابنِ زیاد

عبیداللہ کو قاصد نے جب یہ خط دیا لاکر
ہوا مسرور شاداں صلحنامہ کی خبر پاکر

کہا عامل نے ابنِ سعد کو ہے مردِ فرزانہ　　اُٹھے [illegible] عیب [illegible] میرا ہا [illegible]

مجھے یہ صلح ہی منظور ہیں اس صلح سے خوش ہوں　　بلا شک عمر ابنِ سعد کی یہ رائے ہے موزوں

مگر تھا حاضرِ دربارِ عامل شمر ذی الجوشن　　ازل سے تھا یہ ظالم اہلِ بیتِ پاک کا دشمن

کہا اس نے عبید اللہ سے اے بے خرد عامل　　حسینؓ ابنِ علیؓ کی شان ارفع ہے تو غافل

ہمارے ہاتھ سے گر بچ گئے اس وقت وہ زندہ　　اسے اسلام سے ہونا پڑے گا ہم کو شرمندہ

یہاں سے ہٹتے ہی ہو جائیگی قوت انھیں حاصل　　قلوبِ امتِ اسلام ہیں انکی طرف مائل

فدائی ان کے اخلاق و شمائل کی ہے گرویدہ　　ہے دنیا اُن کی شکلِ پاک کی مشتاق نادیدہ

غضب ہو جائے گا گر صلح پر دیدی رضا مندی　　یہ بہتر ہے کہ فوراً انکو بھیجے احکام پابندی

مجھے معلوم ابنِ سعد کے حالات ہیں سارے　　حسینؓ ابنِ علیؓ اسکے لئے ہیں عرش کے تارے

وہ لشکر کے کنارے شب کو جا کر انسے ملتا ہے　　تو لائی ہے اُن کا چھپ چھپا کر انسے ملتا ہے

عبید اللہ پر شمرِ لعیں کا چل گیا جادو　　کئے احکام جاری ہو گیا غصہ سے بے قابو

ستمگر جنگجو دشمن سے غداری نہیں جاتی　　لہو آشام ہیں جو اُنسے خونخواری نہیں جاتی

ابنِ زیاد کا جوشِ استبداد

ہے یہ قدرت خدا کی بات یوں بنکر بگڑتی ہے　　مصیبت پھر نہیں ٹلتی کسی کے سر جو پڑتی ہے

مسدود در معذوری نے ہر سعیٔ ممکن کا

فرمان جنگِ سخت کا بے رحم قاتل نے   دکھایا قلب ابنِ سعد کو سفاک عامل نے

لکھا اے عمر ابنِ سعد یہ معلوم ہو تجھ کو   امیرِ شام کا حق نے کیا محکوم ہو تجھ کو

میں حاکم ہوں امیرِ شام کی جانب سے کوفہ کا   ہو میرے حکم میں سب نظم عزل و نصبِ عملہ کا

تعیناتی ہو دشتِ کربلا میں اس لیے میری   کہ ہو ابنِ علیؑ کو زندگی میں زیست سے سیری

جو ہوں ممکن مظالم اُن کے لشکر پر کیے جائیں   مصائب پر مصائب پے بہ پے انکو دیے جائیں

یہاں تک سختیاں جھیلیں کہ تنگ آ جائیں جینے سے   نکل جائے امامت کا تخیل انکے سینے سے

کریں مجبور ہو کر وہ ہمارے ہاتھ پر بیعت   یزیدِ شام کے آگے جھکا دیں گردنِ طاعت

تعجب ہے خلافِ مرضی و احکام اینجانب   ابھی تک ابنِ حیدرؑ سے رہے تم صلح کے طالب

خلافِ مصلحت دربارے تسلیم نگارش ہے   ہمارے سامنے ابنِ علیؑ کی کیوں سفارش ہے

اماں ہرگز سرِ میداں انھیں تم دے نہیں سکتے   بطورِ خود اماں دے کر اماں میں لے نہیں سکتے

اگر اقرارِ بیعت وہ یزیدِ شام سے کر لیں   بالفاظِ دگر تو بہ نمود و نام سے کر لیں

تو اُن کو پائمال کر کے کوفہ کی طرف بھیجو   سنو انکی نہ بات اصلاً نہ انکو کوئی مہلت دو

نہ مانیں اس ہمارے حکم کو گر وہ کسی صورت   کرو فی الفور ان کو بے تکلف قتل و غارت

سر اُن کے کاٹ کر دربارِ عالی میں رواں کر دو   کچل دو انکی لاشیں اُن کو بے نام و نشاں کر دو

مرے اس حکم کی تعمیل فوراً تم نے گر کر دی — عطا ہوں گے تمہیں تا [illegible]

نہیں منظور گر لڑنا تمہیں اُن سے تو ہی بہتر — رہو ہرگز نہ تم اب نینوا کی فوج کے افسر

کرو تعمیل فرماں آپ کو معزول تم سمجھو — ہے تم پر نقض نہ اب بھی مرو نا معقول تم سمجھو

رواں ہم کر رہے ہیں شمر ذی الجوشن کو میداں میں — تمہیں امداد دیگا وہ ہر اک کارِ نمایاں میں

اگر تم جنگ سے اعراض پر ہو اب بھی آمادہ — تو رکھدو سامنے تم شمر کے تسبیح و سجادہ

سپہ سالار لشکر شمر ذی الجوشن اگر ہو گا — مخالف پر نہ اصلا مہرباں وہ عمر بھر ہو گا

رقم جب ہو چکا فرمانِ خون آشام یہ سارا — کہا شمر لعیں سے اسکو لیجا بن کے ہرکارا

اُسے یہ بھی ہدایت کی کہ جاسوسی کی ہر خدمت — بطور راز دے انجام لشکر میں بہر صورت

دیا جب شمر نے لاکر یہ ابنِ سعد کو نامہ — ہوا غصہ سے لرزاں بے تحاشہ صورتِ خامہ

کہا افسوس ظالم فتنہ پرور ابن مرجانہ — نہ سمجھا صلح کے انجام کو آخر نہیں مانا

کہا اے شمر یہ سب آگ تیری ہی لگائی ہے — تری فطرت میں پنہاں جذبۂ جنگ آزمائی ہے

گذارش شمر نے کی مصلحت سے بے خبر ہو تم — ہے دشمن سامنے دشمن سے ناواقف مگر ہو تم

بتاؤ یہ برائے جنگ اب کرنا تمہیں کیا ہے — کہا فوراً یہی ابنِ سعد نے دشمن سے لڑنا ہے

فرو ہوتے نہیں فتنے زبانِ تیغ و خنجر سے
بلا آئی ہوئی ٹلتی نہیں ہرگز کبھی سر سے

سپاہِ جنگ

نمازِ عصر کا تھا وقت نو ماہِ محرم تھی / زمینِ دشت پامالِ خرامِ اہلِ ماتم تھی
تھے مصروفِ مناجات و دعا مردانِ غازی سب / صفیں باندھے ہوئے تھے رو بقبلہ تھی نمازی سب
امامؑ دوسرا خیمہ سے باہر آکے بیٹھے تھے / لگائے تھے کمر میں تیغ راحت پا کے بیٹھے تھے
گزارش کی یکایک حضرتِ عباسؓ نے آکر / شہا آتا ہے ابنِ سعد کچھ بگڑے سے ہیں تیور
امامِ پاک نے خنجر پہ رکھ کر ہاتھ فرمایا / بڑھو عباسؓ آگے تم عقب سے میں ابھی آیا
کہا عباسؓ نے سرکار ٹھہریں میں ہی جاتا ہوں / ابھی پا ہیں نہیں یا قتل کر کے اسکو آتا ہوں
یہ کہہ کر چل دیئے عباسؓ گھوڑا داب کر آگے / بڑھے سایہ کی صورت بیس ہمراہی نفر آگئے
ابھی کچھ دور چل کر عمر ابنِ سعد تھا آیا / کہ روکا راستہ عباسؓ نے اور بڑھ کے فرمایا
یہ کیوں نا وقت تم خیموں کی جانب اے عمر آئے / یہ کیوں ہے مضمحل چہرہ یہ کیوں بے حد ہو گھبرائے
کہا عباسؓ اترو اسپ سے میرے قریب آؤ / پڑھو اس خط کا مضموں الٹے پاؤں لوٹ کر جاؤ
امامؑ دوسرا سے خط کا مضموں سب بیاں کر دو / جو فرمائیں شہِ والا مجھے آکر عیاں کر دو
عبید اللہ کا خط جنگ کا اعلانِ مطلق تھا / پڑھا عباسؓ نے پڑھنے کو لیکن رنگِ رخ فق تھا
سنایا خط کا مضموں خدمتِ سرکارِ والا میں / اٹھائے ہاتھ شہ نے بارگاہِ حق تعالیٰ میں

دعا مانگی سکون و صبر سے ارشاد فرمایا — کہا عباسؑ سے کہنا عمر سے اے فلاں بابا
ہمیں شب بھر کی مہلت گر عطا کر دو تو اچھا ہے — کہ ہم کو اپنے رب سے توبہ استغفار کرنا ہے
پیام شاہِ دیں عباسؑ نے جس دم یہ پہونچایا — تو شمر و ابن سعد و عمرو بن حجاج تھے یکجا
تبا اے شمر ہے کیا رائے ابن سعد نے پوچھا — کہا اس نے کہ ہے سرکار ہی پر فیصلہ اس کا
برابر سے کہا یہ ابن حجاج زبیدی نے — اثر کس درجہ ہم پر کر لیا ہے نا امیدی نے
حسینؑ ابنِ علیؑ مہلت طلب کرتے ہیں شب بھر کی — عبث ہے مشورت اس میں سپہ سالار لشکر کی
اگر اغیار و دیلم میں سے مہلت مانگتا کوئی — نہ کہتا ایسی مہلت کو یقیناً ناروا کوئی
پکارا قیس بن اشعث کہ مہلت اک بہانا ہے — سحر ہوتے ہی طبلِ جنگ میداں میں بجانا ہے
یہ کہہ کر میرِ لشکر ہو گیا میداں سے رخصت — ہوئے عباسؑ واپس سوئے خیمہ گاہ آنحضرت

فضا میں خونِ ناحق کی جھلک معلوم ہوتی تھی
زمیں سے نا امیدی تا فلک معلوم ہوتی تھی

خطبۂ امامِ عالیمقام

فضائے کربلا میں دوسرا یہ پنجشنبہ تھا — ہر اک غازی تھا حیراں ہر مجاہد کو اچنبا تھا
منادی نے ندا دی خیمہ ہائے پاک کے باہر — چلو اے سرفروشانِ وفا خطبہ سنو چل کر

سنایا جائیگا پیغام تم کو حق تعالیٰ کا

[illegible] ری۔ جاری۔ ہوئی دشامی
قریشی ہاشمی ذی حوصلہ نام آور و نامی

یکایک آ وا ز گردِ خیمۂ اطہر ہوئے حاضر
ادب سے ساکت و صامت جھکائے سر ہوئے حاضر

ردا بردوش کملی پوش فرزندِ رسول اللہ
برآمد صورتِ صد جلوہ خیمے سے ہوا ناگاہ

ادب سے جھک گئے سر سر فروشانِ محبت کے
چلے جھونکے فضاؤں میں نسیمِ شامِ جنت کے

بیاں حمد و ثنا کی پہلے فرزندِ پیمبر نے
کیا ارشاد اس کے بعد یہ محبوبِ داور نے

ہے یارب یہ ترا بندہ ترے اوصاف کا قائل
تری رحمت کا شیدائی تری انصاف کا قائل

عطا کیں اپنے بندے کو جہاں کی نعمتیں تو نے
ترے قرباں مجھے غربت میں بخشیں راحتیں تو نے

نبوت میرے نانا کو عطا تو نے ہی فرمائی
انھیں پہ ختم کی تو نے جہاں کی عزت افزائی

مجھے چشمِ خدا بیں قلبِ حق آگیں دیا تو نے
کلام اللہ کا عرفان و علمِ دیں دیا تو نے

مجھے خادم بنایا تو نے یارب دین و ملت کا
دکھایا راستہ صدق و صفا رشد و ہدایت کا

مرے ہمراہیوں کو جوشِ جانبازی دیا تو نے
مجھے بخشے مرے مخلص عزیز و اقربا تو نے

ثمرتِ حسنِ عمل کا میرے اہلِ بیت کو بخشا
نمایاں کر دیا مجھ پر مرے انجام کا نقشا

رفیقانِ سفر کو میرے یارب اجرِ کامل دے
رہیں معمور تیرے نور سے جو انکو وہ دل دے

خدا کی تم پہ رحمت اے مرے احبابِ دیرینہ
تمہارے لطف و احساں کا ہے گنجینہ مرا سینہ

تمہیں معلوم ہے کل صبحِ روزِ محشر ہے   تمہارا دشمنِ جاں ... ہے

یزیدی فوج کل ہم سب کو بیشک ذبح کر دیگی   ہماری بےکفن لاشوں سے اس میداں کو بھر دیگی

یزیدِ شام میرے خون کا تنہا پیاسا ہے   حسینؑ اس کو یہ غم ہے مصطفےٰؐ کا کیوں نواسا ہے

مری اک جان راہِ حق میں گر تن سے نکل جائے   بلا آئی ہوئی سر سے تمہارے آج ٹل جائے

تمنا ہے مرے ہمراہیوں ہے یہ مرے دل کی   مری خاطر نہ تم پر زد پڑے فوجِ مقابل کی

کرو تم عیشِ مستقبل پہ اپنے غور اے لوگوں   رفاقت ترک کر دو ہاں مری فی الفور ای لوگوں

خوشی سے میں اجازت دے رہا ہوں تم کو جانے کی   تمہیں دیگا اجر تم کو اس کے بدلے میں خدا نیکی

جہاں جس کی خوشی ہو وہ مسرت سے وہاں جائے   اعزا کو مرے ہمراہ لے لے جو جہاں جائے

ابھی موقع ہے شب بھر کی ہے مہلت تم کو جانے کی   ہوا کچھ دیر میں کیا جانیے کیا ہو زمانے کی

خدا حافظ رفیقانِ سفر ہاں جلد تر جاؤ

بلا اندیشہ جانا ہے جدھر ہاں جلد تر جاؤ

معروضاتِ رفقائے امام

ادھر سرکارِ والا جاہ کی تھی گفتگو جاری   اُدھر تھا دیدۂ اہلِ محبت سے لہو جاری

بھتیجے بھائی لڑکے اقربا احباب بیگانے   ہوئے جاتے تھے رو تے روتے فرطِ غم سے دیوانے

ہوئی دنیا ہماری بعد مسلم کے تہ و بالا

دکھائے دن نہ وہ ہم کو خدا ہم بعد حضرت کے — رہیں زندہ جہاں میں ایسا درد دن دیکھیں حسرت کے

کہے گی کیا ہم ابنائے عقیلِ پاک کو دنیا — کہاں جا کر رہیں گے چھوڑ کر ہم آپ کو تنہا

کسی کو ہائے ہم کونین میں کیا منہ دکھائیں گے — نہ جائیں گے قدم پر آپ کے سر کو کٹائیں گے

کہا سرکار والا جاہ نے بس آلِ مسلم بس — ہو تم لاریب زندہ یادگارِ مسلمِ بیکس

خدارا جاؤ تم جیتے رہو تم رہتی دنیا تک — ہو تم میرے جگر کا چین میری آنکھ کی ٹھنڈک

کہا ہر فرد نے بڑھ کر کہ ہم ہرگز نہ جائیں گے
ملائیں گے عدو کو خاک میں یا سر کٹائیں گے

حضرت مسلم بن عوسجہ خطیب کوفہ کی جوابی تقریر

خطیب کوفہ ابن عوسجہ مسلم اٹھے صف سے — پڑھیں کچھ آیتیں آغاز میں آیاتِ مصحف سے

نہایت جوش میں تقریر کی محفل کو گرمایا — شہادت کا مکمل فلسفہ لوگوں کو سمجھایا

کہا تخلیقِ انساں خود دلیلِ مرگِ انساں ہے — مدارِ زندگی یہ ہے جو پیدا ہے وہ پنہاں ہے

شرف بے وجہ مخلوقات پر حاصل نہیں ہم کو — عبث ہیں ہم جو احساسِ حق و باطل نہیں ہم کو

مٹانا چاہتا ہے حق کو باطل زور و طاقت سے — ہمیں حق کی مدد کرنا ہے امکانی شجاعت سے

ہمارے ہاتھ میں جتنا سنان و تیغ و خنجر ہیں ہمارے سامنے یاں

کرینگے بتر بارانی پرستارانِ باطل پر چلائیں گے سنان و تیغ افواجِ مقابل پر

جہاں تک دست و بازو کام دینگے کام ہم لینگے نہ ہرگز اک قدم ہٹنے کا پیچھے نام ہم لیں گے

ہے اطمینان کامل ہم کو حاصل نصرتِ حق پر نگاہیں ہیں ہماری لطفِ باری رحمتِ حق پر

ہے مرنا ہی مقدر گر تو پھر اس آن سے مرئیے عدو کو مار کر راہِ خدا میں شان سے مرئیے

امامؑ دوسرا کیا چھوڑ دیں تم کو اکیلا ہم کریں دنیائے اربابِ وفا میں خود کو رسوا ہم

سمجھ کر آپ کو دشمن اکیلا۔ حملہ آور ہوں ہماری بزدلی کے تذکرے دنیا میں گھر گھر ہوں

بچا کر جان اپنی ہم تو میداں سے چلے جائیں اکیلی جان پر سرکار کی دشمن ستم ڈھائیں

خدا نا شاہد ابھی ہم سر فروشوں میں وہ ہمت ہے ہمارے جوش پر موقوف دشمن کی ہزیمت ہے

ابھی ہم نیزہ و تلوار اپنے پاس رکھتے ہیں ابھی خودداری و عزت کا ہم احساس رکھتے ہیں

نہ ہوں ہتھیار میدانِ دغا میں پاس گر اپنے دکھائیں لشکرِ اشرار کو ہم یوں ہنر اپنے

کریں زخمی عدو کو خشت باری سنگ باری سے کسی صورت نہ جیتے جی رکیں میدان داری سے

ولائے آلِ زہراؑ عینِ ایمان عینِ ملت ہے رہیں سرکار شاہد ہم کو ارمانِ شہادت ہے

عجب پُر زور سے ابنِ عوسجہ تقریر کرتے تھے نکلکر منھ سے فقرے قلب کو تسخیر کرتے تھے

ہوا اک جوشِ تازہ آپ کی تقریر سے پیدا صدائے مرحبا تھی خنجر و شمشیر سے پیدا

کہا مرنے کو ہم حاضر ہیں اے لختِ دلِ حیدرؓ

عادی سر دیدو دیا سب نے جبہا السلام فرمایا — ہر اک خادم کو مشتاقِ شہادت بر ملا پایا

جھکا کر خود سجود تلوار جھومی ہر مجاہد کی

شجاعت نے زبانِ تیغ چومی ہر مجاہد کی

حضرت زینبؑ کا اضطراب

رفیقانِ سفر سے ہو کے رخصت سبطِ پیغمبرؐ — ہوئے تشریف فرما خیمہ پہ لوز کے اندر

گروہِ عترتِ اطہار کو صرفِ بکا پایا — پریشاں زینبِ خاتون کو سب سے سوا پایا

جو دیکھی زینبِ معصوم نے سرکار کی صورت — بہے آنکھوں سے آنسو ابرِ گوہر بار کی صورت

فورِ غم سے ہچکی بندھ گئی رو رو کے فرمایا — مرے بھائی مرے سر پہ تھا اب تک آپ کا سایا

بتاؤ تو یہاں کل کیا قیامت آنے والی ہے — ہماری دشمنِ جاں کیوں یہ فوج لاؤبالی ہے

ارے ماں جائے بھائی کل بتاؤ تم کہاں ہو گے — میں پہنچوں گی وہاں کس طرح بھائی تم جہاں ہو گے

مری ماں فاطمہؑ نے جب بلکتا مجھ کو چھوڑا تھا — مجھے کس چیز کا بازو بچہ کہتی ہیں توڑا تھا

لے کے گودوں میں ابا جان خوش ہو کر کھلاتے تھے — فرشتے خلد سے آ کر مرا جھولا جھلاتے تھے

کہیں جاتے تھے باہر گر امیر المومنین گھر سے — حسنؑ تسکین دیتے تھے مجھے آ آ کے باہر سے

کبھی بھائی حسن گر پیار سے مجھکو ڈراتے تھے
مرے نانا کے روضہ پہ ہم سب جاتے تھے

مصیبت ہائے مجھ پر کل یہ کیسی آنے والی ہے
نہ میرا کوئی مونس ہے نہ میرا کوئی والی ہے

علیؑ و فاطمہؑ کی طرح مجھ کو پالنے والے
مرے سر پر دنوں غم میں چادر ڈالنے والے

نہ ہو گے تم تو کیا گیا ہائے گذر یگی مرے دل پر
نہ دکھلائے خدا مجھ کو کبھی یہ خونچکاں منظر

مری آنکھوں کے آگے حیف ہونگے قاسم و اکبر
میں زندہ رہ سکونگی ہائے غربت میں بھلا کیونکر

لٹے گا کاروانِ آلِ اطہر چند ساعت میں
نبی زادوں کا قتل عام ہوگا ہائے غربت میں

دکھا ہر گز نہ یہ دن زینب معصوم کو یارب
بچا اشرار سے یا موت دے مظلوم کو یارب

نصیحتِ امام عترتِ اطہار کو

امامِ دوسرا نے بہن کو فرطِ محبت سے
کلیجہ سے لگایا اور فرمایا یہ شفقت سے

مری زینب مری لختِ جگر یہ کیا ہوا تم کو
نہیں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہ یاد کیا تم کو

ہی اے نورِ نظر صبر و سکوں سادات کا جوہر
مصائب پہ نہ ہونا چاہیئے قابو سے یوں باہر

رہا ہے کون دنیا میں رہے گا کون دنیا میں
ہے تا ابد دم زدن کسکو رضائے حق تعالیٰ میں

یقیں جانو بجز ذاتِ الٰہی ہے جہاں فانی
ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ روشن نصِ قرآنی

ایش — کسے حاصل ہے اس دارِ فنا میں حقِ آسایش

م چشم و چراغِ خاندانِ فاطمہ زہرہؓ — نہیں اصلا نہیں تم صبر کی نعمت سے بے بہرہ

تینِ جہاں میں سب سے افضل فاطمہ بی تھیں — ہماری والدہ لختِ جگر خیر الورا کی تھیں

ی شیرِ خدا والد ہمارے سب سے بہتر تھے — امیر المومنیں تھے فاتحِ احزاب و خیبر تھے

راسوچو تو نانا جان کی کیا شان و شوکت تھی — قدم سے جن کے خاکِ ارضِ طیبہ عرش رفعت تھی

سن سا نیک و احسن تھا کوئی انسان دنیا میں — ملیگا کیا کسی کو ایسا بھائی جان دنیا میں

ری زینب بتا وہ ہیں کہاں یہ صورتیں ساری — اب و جد جا چکے اے بہن اب کل ہے مری باری

ندارا قلب کو مضبوط رکھنا صبر سے رہنا — مصائب جھیلنا صدمے اٹھانا رنج و غم سہنا

نہ ہرگز قتل پر میرے ذرا نوحہ گری کرنا — کبھی اصلا نہ سینہ کوبی و جامہ دری کرنا

خدارا صبر اے دبیر روانِ خانداں کرنا
وفورِ غم میں شکرِ خالقِ کون و مکاں کرنا

تنظیم لشکر

تسلی دے کے مستوراتِ ذوالاذات کو سرور — حجابِ خیمہ سے با دلِ شکستہ آ گئے باہر

بلایا ہاشمی جنگ آزمودہ نوجوانوں کو — رموزِ جنگ سمجھانے دلاور پہلوانوں کو

سیادت میمنہ کی دی زہیرؒ پاک دطاہر کو ۔۔۔ قیادت میسرہ کی دی حبیبؒ ابن مظاہر کو
عطا کی حضرتِ عباسؑ کو باشوکت و بافر ۔۔۔ سپہ سالاریٔ لشکر علمبرداریٔ لشکر
پیادوں اور سواروں کی صفیں باہم گر کردیں ۔۔۔ قطاریں خیموں کی نزدیک سے نزدیک تر کردیں
طنابوں کو کیا خیموں کی باہم وصل میداں میں ۔۔۔ علیحدہ خندقیں کھودی گئیں سطحِ بیاباں میں
بعجلت ہو چکی جس وقت یہ تکمیل و تیاری ۔۔۔ ہوئیں آتش بداماں دم کے دم میں خندقیں ساری
سوارانِ شہیدِ کربلا بتیس۳۲ غازی تھے ۔۔۔ پیادوں میں فقط چالیس کوفی و حجازی تھے
سوا اس فوج کے تعدادِ اہلبیت ذیل کہیے ۔۔۔ بالفاظ دگر اللہ بس باقی ہوس کہیے
ادھر یہ مختصر مظلوم جانبازوں کا لشکر تھا ۔۔۔ ادھر حدِ نظر تک فوجِ دشمن کا سمندر تھا
کیا تھا عمر ابنِ سعد نے یہ نظم لشکر کا ۔۔۔ جدا تھا ہر رسالہ ہر قبیلہ ایک افسر کا
بنایا میمنہ کا عمر بن حجاج کو افسر ۔۔۔ امیر میسرہ تھا شمر ذی الجوشن جفا پرور
تھا عزرہ ابنِ قیسِ احمسی قائد سواروں کا ۔۔۔ تھا آمر شیث بن ربعی پیادے پہرہ داروں کا
مدینہ والوں کا سردار عبداللہ ازدی تھا ۔۔۔ سپاہِ قیس بن اشعث میں ہر کندی بیجی تھا
تھا مذحج کا قبیلہ عبدالرحمٰن کی قیادت میں ۔۔۔ تمیمی اور ہمدانی تھے سب حُر کی قیادت میں
غلامِ عمر ابنِ سعد جو ایک سوختہ دیدہ تھا ۔۔۔ علمبردار تھا لشکر کا نام اس کا ذریدہ تھا
فدائی افسرانِ جنگ کے صدہا سپاہی تھے ۔۔۔ تھے جتنے سب کے سب مائل بہ ذوقِ خیر خواہی تھے

شبِ عاشورہ

شبِ عاشورہ دشتِ کربلا کا تھا عجب منظر
یہاں تھے خیمہ زن دو سمت میں دو مختلف لشکر

لبِ نہرِ فرات افواجِ کوفہ خیمہ افگن تھیں
چٹانیں خشک ابنِ ساقیٔ کوثر کا مسکن تھیں

مقابل تھا صفِ اسلام سے اشرار کا لشکر
اِدھر تھا نور کا لشکر اُدھر تھا نار کا لشکر

اِدھر تھی شام سے تا صبح نورِ قدس کی بارش
اُدھر تھی شامیوں پر ظلمتِ شب صرفِ آرائش

اِدھر خیموں پہ رحمت عرشِ اعظم سے برستی تھی
پرستارانِ دوزخ کی اُدھر آباد بستی تھی

چراغِ دشتِ ایمن تھا اِدھر صحرا کا ہر ذرّہ
اُدھر دنیا تھا شیطاں ناریوں کو جنگ کا بہرہ

اِدھر کیفِ شہادت کی تھی سرمستی و سرجوشی
اُدھر تھی شامیوں میں بادہ آشامی و مے نوشی

بلند اِس سمت تھا خیموں میں شورِ اللہ اکبر کا
اُدھر ہنگامہ حشر آفریں غوغا تھا لشکر کا

اِدھر ذوقِ رکوع و سجدہ و شورِ نوافل تھا
اُدھر پہ مستیوں کی نیند تھی ہر شخص غافل تھا

اِدھر تھا یٰسیں و تسبیح و تلاوت اور عبادت تھی
اُدھر سر پہ اجل آنکھوں میں تصویرِ ہزیمت تھی

اِدھر دراصل سچ ہونے کو در پردہ بہانے تھے
اُدھر رقصِ نشا چنگ و دف و نے کے ترانے تھے

فضاؤں میں اِدھر تھی گونج آیاتِ الٰہی کی
اُدھر تھی روح لرزاں خوفِ جاں سے ہر سپاہی کی

امامِ تشنہ کام اِس سمت مصروفِ عبادت تھے
اُدھر سب افسرانِ جنگ صرفِ استراحت تھے

اِدھر ہر لحظہ ارمانِ شہادت میں ترقی تھی
اُدھر ساعت بساعت ہو اب سمت یابی کی

اِدھر جوشِ جہاد و حریت تھا ہر نفس تازہ
اُدھر تھا منتشر ہر جوشیٔ لشکر کا شیرازہ

اِدھر تھا بے نیازِ اسلحہ و آلات ہر غازی
اُدھر تھا مشقِ خنجر آزمائی تیغ بازی

اِدھر تسلیم و صبر و شکر سے معمور ہر سینہ
اُدھر موجود خود و گرز و بکتر چار آئینہ

اِدھر تھا سلسلہ وردِ وظائف کا ابھی جاری
اُدھر ہونے لگی لشکر کشی کی خاص تیاری

اِدھر مسروقؓ نے بڑھ کر اذاں دی نور کے تڑکے
اُدھر شعلے نفاق و دشمنی کی آگ کے بھڑکے

تیمم کر کے خیموں سے اِدھر غازی نکل آئے
اُدھر میداں میں دستے فوج کے مثلِ اجل آئے

ستارے چھپتے جاتے تھے فلک کے جیب و داماں میں
طلوعِ صبح کے آثار ظاہر تھے بیاباں میں

ہوئے فارغ نمازِ باجماعت سے ستم والا
گلیمِ شب کو سورج نے نکل کر چاک کر ڈالا

بجا نقارہ طبلِ جنگ کی ہر جا صدا گونجی
ہوائے جنگ نے امن و اماں کی لوٹ لی پونجی

بزن بگزرنت کی آواز بیہم کان میں آئی
سواری عمر ابن سعد کی میدان میں آئی

سپاہ عمر بن حجاج و فوجِ شمر ذی الجوشن
ہوئی دہنی طرف بائیں طرف آکر قیام افگن

سواروں کے رسالے پاپیادہ فوج کے دستے
پناہ و امن کے روکے ہوئے ہر سمت سب رستے

بڑھے میداں کی جانب شیث و عروہ کی قیادت میں
جنونِ جنگ ظاہر تھا قیس سی تھا جو شِ حشمت میں

صفیں آراستہ جب ہو گئیں افواج شامی کی
ہوئیں تلواریں عریاں سرفروشانِ گرامی کی

ں ہونے لگیں نہریں نئی خونِ شہیداں ہیں
ہرں برپا قیامت کربلا کے ہر بیاباں ہیں

بریر بن خضیر و عمر ابن سعد کی ملاقات

بریرؓ ابنِ خضیر پارسا مردِ خدا آگاہ — بزرگِ ملت و شیدائے فرزندِ رسول اللہ
باایمائے امامِ پاک لشکر سے جدا ہوکر — ملے میداں میں ابنِ سعد سے بدلے ہوئے تیور
سلام اصلانہ ابنِ سعد کو حضرت نے فرمایا — خلافِ اسلام کے یہ فعل سب نے آپکا پایا
عمر نے رُخ بدل کر ترکِ سنت کا سبب پوچھا — بریرؓ آہستہ بولے اے عدوئے ملت بیضا
تجھے اسلام سے کیا کام مذہب سے علاقہ کیا — تجھے ہے دشمنی سبطِ پیمبرؐ سے سگِ دنیا
فرات اک عام دریا اک رواں پانی کا چشمہ ہے — ہر اک ذی روح پانی بے تکلف اس کا پیتا ہے
مگر تو نے خلافِ ملتِ حق آلِ اطہر پر — کیا ہے تین دن سے بند پانی اے جفا پرور
کوئی انساں کسی انساں پہ ایسا ظلم کرتا ہے — ہے غرّہ زور و زر کا پھر بھی کمزوروں سے لڑتا ہے
مسلماں خود کو تو کس منہ سے اے ظالم سمجھتا ہے — امام المسلمیں سے ابنِ زہراؓ سے الجھتا ہے
کہا شرما کے ابنِ سعد نے اے عابد و زاہد — مجھے رے کی حکومت کا وہ سودا ہے خدا شاہد
ہزاروں بار نفرت نفس پر میں اپنے کرتا ہوں — عذابِ حشر سے نارِ سقر سے لاکھ ڈرتا ہوں

مگر ابنِ زیاد قہر خو کا حکم پاتے ہی   بنا دیتی ہے لا مذہب محبت مجھ کو دُنیا کی

خلافِ حکمِ عامل کچھ میں اصلا کر نہیں سکتا

اُنھیں آب و غذا پہونچاؤں ایسا کر نہیں سکتا

حضرت امامؓ کے ارشادات

امامِ دوسرا لوزِ نگاہِ فاطمہ زہراؓ   حسینؓ ابن علیؓ شاہِ شہیداں سید و الا

عمامہ صاحبِ معراجؐ کا باندھے ہوئے سر پر   ہوئے خیمہ سے ہمراہِ دلیرانِ عرب باہر

زرہ حمزہؓ کی پہنی جسم اطہر میں سرِ میداں   کیا ناقہ کو افواجِ عدو کے سامنے جولاں

قریبِ فوج آکر فوج سے ارشاد فرمایا   مسلمانوں کہو ہے کون تم میں میرا ہمپایہ

بلند آواز میں اس زور سے تقریر فرمائی   سپاہِ شام پر ہیبت شہِ ذیجاہ کی چھائی

پس حمد و ثنا نعتِ رسول حق بجا لائے   حقوقِ عبدیت اللہ کے بندوں کو سمجھائے

کہا اے فوج والوں میں جو کہتا ہوں سنو اسکو   نہیں یہ مدعا جو میں کہوں تم مان لو اُس کو

مجھے اتمامِ حجت کیلئے کچھ تم سے کہنا ہے   کہ تبلیغ امورِ دینِ حق فرض کفایا ہے

اگر منظور احکامِ خدا کو کر لیا تم نے   نہ گر الزامِ جور و ظلم اپنے سر لیا تم نے

خدا شاہد جزائے اخروی کے مستحق تم ہو   عطائے کبریا لطفِ نبی کے مستحق تم ہو

تمہارا دین ہے اسلام امت ہو محمدؐ کی — قیامت ہے اگر تم میں نہ الفت ہو محمدؐ کی

مرے نانا محمدؐ ہیں مری ماں فاطمہ زہراؓ — مرے بھائی حسنؓ ہیں اب حسین جان ہوں میں حیدرؓ کا

بتاؤ تو پیمبر کا نواسہ کیا نہیں ہوں میں — تمہارے ظلم سے بھوکا پیاسا کیا نہیں ہوں میں

خدارا سچ کہو میں نے تمہاری کیا خطا کی ہے — کبھی سختی کسی پر یا کبھی تم پر جفا کی ہے

کبھی میں نے کسی کو کردیا ہے ذبح تم میں سے — بدی کی ہے کسی کی میں نے شام و صبح تم میں سے

کسی کی سلطنت چھینی کسی کا مال چھینا ہے — تصرف میں مرے دولت کسی کی یا خزینہ ہے

عزیزو میں یہاں لشکر کشی کر کے نہیں آیا — بلایا تم نے خط لکھ کر تو مغموم و حزیں آیا

کسی کا چاہیئے ہے سچ کہو کیا خوں بہا مجھ پر — نہیں کچھ بھی تو پھر جور و جفا ہے کیوں روا مجھ پر

کیا ہو ارتکاب جرم اے لوگوں اگر میں نے — نہ کی ہو خدمت دین نبی گر عمر بھر میں نے

مجھے تعزیر دو وقف دار مجلس مجھے کر دو — وگرنہ جانب ارض حرم واپس مجھے کر دو

بلا جرم و خطا کیوں قتل پر تم میرے مائل ہو — زمانہ کیا کہے گا تم کو کیسے بد خصائل ہو

امام پاک کی تھی پر اثر یہہ گفتگو ساری — ہوئی ٹھنڈی بیکایک آتش جور عدو ساری

عجب سکتہ کا عالم چھا گیا افواج و لشکر پر — ہٹے مبہوت و صرف خامشی بیداد کے خوگر

جواب اصلا کسی کو اس بیاں کا جب نہ بن آیا — تو پھر قیس و حجار و زید سے حضرت نے فرمایا

بتاؤ سچ نہ لکھے تم نے خط کیا دوستوں مجھ کو — بلایا بھیج کر قاصد نہ کیا اے کوفیوں مجھ کو

ہوئے کاذب یہ سب خط بھیجنے سے صاف انکاری — نظر آئیں جو تحریریں حقیقت کھل گئی ساری
کہا بے غیرتی سے قیس ابن اشعث نے شرما کر — اطاعت کیوں نہیں کرتے عبید اللہ کی سرور
یہ فقرہ سن کے چہرہ پر شہ دیں کے جلال آیا — کمینوں کی بد اخلاقی کا رہ رہ کر خیال آیا
نگاہِ غیض ڈالی قیسؔ پر غصہ سے فرمایا — کروں میں ملحد بے دین کی طاعت اے فرومایا
گوارا فاسق و فاجر کی طاعت کی نہیں جاتی — اہانت ملتِ اسلام کی دیکھی نہیں جاتی
مری یہ التجا ہے بندگان کبریا سب سے — اماں میں چاہتا ہوں اپنے رب سے آپ کے رب سے

مکمل وعظ اک عنوان تھا رشد و ہدایت کا
کیا حق آپ نے پورا ادا اتمامِ حجت کا

تقریر زہیرؒ

زہیرؔ ابن قینؔ نے کیا مہمیز مرکب کو — بذوقِ سرفروشی بڑھ کے آگے دی ندا سب کو
مسلمانوں یہ کیا آفت ہے کیا شورش مچائی ہے — مسلماں با مسلماں صرف خنجر آزمائی ہے
تمہاری مذہبیت سلب تم سے ہو گئی شاید — خدا کے دین کی عظمت نہیں تم میں رہی شاید
ابھی موقع ہے دیکھو سوچ لو باہم گر مل کر — کہ صلح و امن اے اہل وطن ہے جنگ سے بہتر
حسینؓ ابن علیؑ اب بھی ہیں تم سے امن کے طالب — مگر تم پر فساد و کشت و خوں کا ہے جنوں غالب

نہیں ابنِ زیادِ بدنہاد وخبث طینت نے ۔۔۔ شقی ابنِ شقی گم کردہ راہِ دین و ملت نے

صراطِ حق رہِ مذہب سے ہے بہکا دیا بےشک ۔۔۔ ہے عقبیٰ میں تمہارا گھر مقامِ نار ہے بیشک

عبیداللہ ظالم پر کرو لعنت بچو اس سے ۔۔۔ فدائی بن کے فرزندِ نبی کے رہو اس سے

کریگا قتل ہانی و حجر سوا تمہیں عاجل ۔۔۔ مآلِ کار اے لوگو دغا دیگا تمہیں عاجل

زُہیرِ مشہر دل کی سن کے یہ خاطر شکن باتیں ۔۔۔ سنائیں کوفیوں نے بھی بگڑ کر خوب جلی باتیں

کماں سے تیر چھوڑا شمرِ ذی الجوشن نے جھلا کر ۔۔۔ کہا منہ بند کر اے ابنِ قین اے جفا پرور

زہیر آگے بڑھے اور شمر سے غصہ میں فرمایا ۔۔۔ کہ اے گستاخ تو ہے اک سگِ ابرص جو پایا

تجھے کیا دین سے مطلب ترا دوزخ ٹھکانا ہے ۔۔۔ مآل بد سے تیرے باخبر سارا زمانا ہے

بڑھی جب بات دونوں سمت سے خنجر نکل آئے ۔۔۔ صفوں میں برہمی پیدا ہوئی لشکر نکل آئے

زہیرِ پاک کو آواز دی شاہِ شہیداں نے ۔۔۔ بلایا شمر کو اسکے امیر مصلحت داں نے

مقابل فوج کے جب فوجِ خوں آشام آتی ہے
زبانی گفتگو وقت وغا کب کام آتی ہے

آغازِ جنگ

بڑھایا عمر ابنِ سعد نے میداں میں گھوڑا ۔۔۔ کماں سے تیر کو سوئے شہیدِ کربلا چھوڑا

کہا لوگوں تمہیں اس بات کا شاہد بناتا ہوں
کہ میں ہی تیر پہلے ابن حیدر پر چلاتا ہوں

امیر فوج کو دیکھا جو مصروف ستمرانی
سپاہِ شام نے اک بار کر دی تیر بارانی

کیا اشرار نے خواہانِ امن و صلح پر حملہ
ہوا مظلوم پر ظالم کا سب سے پیشتر حملہ

یسار و سالم نوعمر فوج شام سے نکلے
کہا لڑنے کو کوئی لشکرِ اسلام سے نکلے

انھیں دیکھا تو انکے دیکھنے والوں نے پہچانا
کہ ہیں دونوں غلامانِ زیاد و ابنِ مرجانا

اجازت لیکے عبداللہ کلبی آئے میداں میں
فضائے آسماں سی بجلیاں کوندیں بیاباں میں

کہا سالم نے کیا نام و نشاں ہے خانداں کیا ہے
نہیں کیا تم میں کوئی باوجاہت نوجواں کیا ہے

یہ بہتر تھا کہ مرنے کو نہ تم ایسے بدنصیب آتے
سرِ میداں زہیر آتے، بریر آتے، حبیب آتے

کہا سالم سے عبداللہ نے خاموش بے غیرت
غلاموں پر اٹھانا ہاتھ ہے اشراف کی ذلت

یسار آگے کو جھپٹا لیکے خنجر ہاتھ میں رن سے
مگر اک وار میں غازی کے سر کٹکر گرا تن سے

ادھر تلوار پر تلوار برسانے لگا سالم
بچا کر آنکھ وار اک ہاتھ پر کر ہی گیا ظالم

گریں غازی کے دستِ چپ کی دو اک انگلیاں کٹکر
مگر حملہ بجا صفدر نے کیا سالم پہ وہ ڈٹکر

اٹھایا ہاتھ جب تلوار سر سے تا کمر پہونچی
ہوا فی النار سالم روحِ ناری تا سقر پہونچی

سپاہِ میمنہ نے حکم ابن سعد سے بڑھ کر
کیا تیغ و سناں سے حملہ عبداللہ کلبی پر

امّ وہب کا جوشِ جہاد

بذوقِ جنگ امِّ وہب عبداللہؒ کی بی بی — سرِ میداں چلی آئیں مدد کو اپنے شوہر کی
عجب جوشِ جہادِ حق عجب شوقِ شہادت تھا — کہ مستورات کو بھی عرصۂ پیکار جنت تھا
کہا شوہر نے واپس جاؤ اے بانوئے باعزّت — ہو میرے سامنے جنگ آزما تم ہے مری ذلّت
شہِ دیں نے بھی امِّ وہب کو شفقت سے سمجھایا — سنایا حکم قرآں جنگ کے میداں سے لوٹایا
بڑھا جوشِ شجاعت قلبِ عبداللہؒ غازی میں — رہا مصروف یہ جانباز پیہم رزمِ تازی میں
بہت سے کوفیوں کو شامیوں کو جان سے مارا — پھرے منہ دشمنوں کے جنگ سے اس شان سے مارا

رضائے حق میں کھا کر زخم رہ کر صابر و شاکر
شہیدِ فی سبیل اللہ عبداللہؒ ہوئے آخر

آثارِ دعائے امام

ہنوز اس جنگِ مغلوبہ کا تھا کچھ سلسلہ جاری — صفِ مسلم میں آیا ابنِ جوزہ مردکِ ناری
کہا لوگوں کہیں تم میں حسینؓ ابنِ علیؓ بھی ہیں — حصارِ نار کے قیدی جناں کے مدعی بھی ہیں
جوابِ اصلاً اس ہرزہ سرائی کا ملا اس کو — رہا مسلم کے اخلاق و مروت کا گلا اس کو

سمجھ کر ابنِ جوزہ کو کسی غازی نے دیوانہ
کہا وہ سامنے ہیں سرورِ دیں اُس طرف جانا

یہ ناری خدمتِ والا میں آ کر برملا بولا
خدا نے زندگی میں تجھ پہ دوزخ کا در کھولا

ہوئے سرکار محزوں کی دُعا اے حضرتِ باری
تو اس کو ترے محبوب کے کہتا ہے یہ ناری

یکایک آگ کا شعلہ اُٹھا ریگِ بیاباں سے
فرس بھڑکا گرا راکب نرالے ساز و ساماں سے

رکاب اک پیر کی ٹوٹی رکاب اک پیر میں اُلجھی
زمیں پر سر تھا لیکن ساق پا مرکب سے تھی اونچی

دولتی جھاڑ کر بھاگا جو گھوڑا وسطِ لشکر سے
جدا تھا سر سے بھیجا سر جدا تھا جسمِ خود سر سے

دُعائے پر اثر میں کسقدر رنگِ اثر ضم تھا
کہ ناری دم زدن میں کندۂ نارِ جہنم تھا

رفیقِ ابنِ جوزہ حضرمی مسروق بن وائل
ہوا ایسا دُعائے سرورِ ذیجاہ کا قائل

بغیر جنگ بھاگا کہہ کے یہ مسروق میداں سے
نہیں لڑنا مناسب خاندانِ شاہِ مرداں سے

دِکھا دی شانِ تسلیم و رضا پھنس کر بلاؤں میں
اجابت کا اثر تھا آئینہ ورنہ دعاؤں میں

حضرت بریر کی شہادت

یزید ابن معقل چیختا للکارتا آیا
بریر ابن حضیر سید القرا کو بلوایا

یزید آپے سے باہر تھا کہا کبر و رعونت سے
بریر احوال اپنا تو نے دیکھا چشمِ عبرت سے

بریر نیک دل بولے خدا کا لاکھ احساں ہے
ہمارا حال اچھا اے عدوئے دین و ایماں ہے

یزید تند خو بولا کہ تو کاذب ہے جھوٹا ہے — ہیں مغلوب اپنے آپ کو غالب بتاتا ہے
یہہ کہہ کر کھینچ لی تلوار غازی کی طرف جھپٹا — مگر اس کو بھی غازی نے بہت ڈانٹا بہت ڈپٹا
بجائے تیغ کے نیزہ لیا ابن معقل نے — بریر پاک بھی خنجر بکف آگے لگے چلنے
کہا اللہ اکبر تیغ چھوڑی سر پہ موذی کے — کیئے اک وار میں سر اور خود سر کے دو ٹکڑے
رضی فرزند منقذ نے کیا پہلو سے وار آکر — مگر غازی نے دے مارا زمیں پر اسکو کترا کر
ارادہ تھا کہ خنجر سے رضی کا چیر دیں سینہ — کہ آکر کعب بن جابر نے پیچھے سے بصد کینہ
کیا پشت بریر پاک دل پر وار نیزہ کا — غضب تھا جاں ستاں زخم جگر افگار نیزہ کا
بریر اٹھنے نہ پائے تھے کہ فوراً کعب نے بڑھکر — چلایا تیز دستی سے گلوئے ناز پر خنجر
رہی قائم نہ یہ زور آزمائی چند ساعت بھی — ہوئے واصل بحق آخر بریر پاک طینت بھی
ملامت کعب پر کی کعب کی بی بی نے جھلا کر — کہا میں عمر بھر تجھ سے نہ اب بولونگی غارتگر

کیا دھوکے سے تو نے قتل اک غازی مجاہد کو
کہاں اب پائیں گے ہم ایسے عابد ایسے زاہد کو

شہادت عمر بن قرظہ

عمر بن قرظہ انصاری صف اسلام سے بڑھ کر — گرے خنجر بکف فوج عدوئے دین و ملت پر

بہت سے بے دین مارے نیزہ و شمشیر کی زد سے
شہید آخر ہوئے خود بھی عدو کے تیر کی زد سے

برادر ابنِ قرظہ کا جو تھا اشرار میں شامل
بڑا ہی لڑنے کو اہلبیت سے با جذبۂ کامل

کیا نافع مرادی نے اوسے تلوار سے زخمی
مگر ہمراہیوں نے اسکے آ کے ٹرھکے یورش کی

اوٹھا کر لے گئے مجروح کو فی الفور میداں سے
بسر کرنا تھی کچھ دن زندگی اندوہ و حرماں سے

مکالمہ حُرؔ اور ابنِ سعدؔ

کھڑا تھا قلب میں لشکر کے ابنِ سعدؔ گھبرایا
سوار اک سمت سے گھوڑے پہ حُرؔ ابنِ یزید آیا

پریشانی میں ابنِ سعد بولا حُر سے اے بھائی
ہے بزدل فوج کے باعث ہماری کیسی سوائی

خدا جانے مسلمانوں کی قوت کیسی قوت ہے
اودھر زور یداللہی اِدھر پیہم ہزیمت ہے

ہماری فوج ہمت باختہ لڑنے سے عاری ہے
ہر اک شہ زور مسلم بالیقیں سو سو پہ بھاری ہے

اودھر کے چند اس جانب کے صد ہا مر چکے فوجی
شروع جنگ سے ہے پست ہمت سارے لشکر کی

بلاتا ہوں میں جس سردار کو وہ جی چراتا ہے
غرض یہ ہے کہ لڑنے سے ہر اک دامن بچاتا ہے

بس اے حُر دلاور آج تم کچھ کام کر جاؤ
ہزیمت لشکرِ اسلام کو دو نام کر جاؤ

کہا حُر نے کہ ابنِ سعد دنیا تجھ پہ غالب ہے
تجھے رے کی حکومت چاہیئے تو رے کا طالب ہے

مسلماں ہو کے تو یہ ہم لڑیں سبطِ پیمبر سے
ہے بہتر یہ کہ سر خود کاٹ لیں شمشیر و خنجر سے

ہمارے ہاتھ شل ہو جائیں کاش ان ؑ سے پہلے
لڑیں ہم اپنے سلطانِ جہاں افروز سے پہلے
حسین ؓ ابن علی ؑ کی کونسی درخواست بیجا ہے
اماں دینے میں اونکو سلطنت کا کیا بگڑتا ہے
بیانِ حُر پہ ابنِ سعد بولا آہ کیا کہیے
کسی سے وقعہ جورِ عبید اللہ کیا کہیے
وہ ظالم فیصلہ کی بات سنتا ہی نہیں کوئی
نہیں نزدیک اُسکے وقعتِ احکامِ دیں کوئی

حُر خدمتِ امام میں

سنا جب حُر نے یہ آہستہ آہستہ بڑھے آگے
عقب میں آپ کے کچھ فوج کے جاسوس بھی بھاگے
ابھی تک فوج کو دھوکہ تھا یہ لڑنے کو جاتے ہیں
کہا اک شخص نے تیور نظر کچھ اور آتے ہیں
کہا اک مردِ واقف کار نے حُر سے کہ اے ہمدم
کبھی دیکھا نہ ہم نے آپکا میداں میں یہ عالم
قدم کیوں سست پڑتے ہیں طبیعت مضمحل کیوں ہے
پریشانی کا ہے اظہار کیوں افسردہ دل کیوں ہے
قدم ہیں کسلئے لغزش میں کیوں جوشِ تحیر ہے
لرزتا ہے بدن کیوں کیا تردد کیا تفکر ہے
کہا حُر نے نہیں لرزاں ہوں میں ہوں خاص حالت میں
قدم کو تولتا ہوں آج میزانِ عدالت میں
مرے زیر قدم اسوقت ہیں دوزخ بھی جنت بھی
ہے میرے سامنے فرمانِ حاکم حکمِ ملت بھی
نہیں پروا مجھے دنیا کی اور احکامِ دنیا کی
براہِ راست منزل میں نے پالی آج عقبیٰ کی

یکایک تیز گھوڑا کر دیا حُر دلاور نے
مبارک باد دی بختِ رسا اوج مقدر نے

ادب سے حُر امامِ دوسرا کے سامنے آئے
خطاہائے گذشتہ پر ہوئے محجوب شرمائے

گذارش کی کہ اے سبطِ پیمبر ہادیٔ کامل
ہیں کیا پچھلے جرائم میرے سارے عفو کے قابل

یہ فتنہ دیدہ و دانستہ میں نے ہی اُٹھائے ہیں
مرے باعث ہی دشتِ کربلا میں آپ آئے ہیں

میں اپنی معصیت کوشی پہ نادم ہوں پشیماں ہوں
خطا بخشی کا طالب مژدۂ بخشش کا خواہاں ہوں

امامِ پاک نے حر کو دعائیں دیں تسلی دی
کہا تو بہ خدا مقبول فرماتا ہے بندوں کی

بصد آداب حُر نے عرض کی اے قبلۂ عالم
تو بۂ عفو سنکر ہے یہ میرا عزم مستحکم

اجازت ہو مجھے میداں میں جا کر جنگ کرنے کی
جوانانِ سپاہِ شام کو چو رنگ کرنے کی

باخلاقِ تواضع حُر سے حضرت نے یہ فرمایا
اُسے اذنِ وغا ہو جو بطورِ مہماں آیا

کہا ہر لمحہ اے سرکار مجھپر زیست بھاری ہے
شہادت کیلئے بیتاب ذوقِ جانثاری ہے

خدا جس کا بنے ہادی ہدایت اُسکو ملتی ہے
خدا جس کو سعادت دے سعادت اُسکو ملتی ہے

حُر عرصہ گاہِ جنگ میں

اجازت لے کے حُر میدان میں شیرانہ وار آیا
سپاہِ کوفہ سے لڑنے کو کوئی شہسوار آیا

شجاعت حُر کی پہچانی ہوئی تھی دیکھی بھالی تھی
پیام مرگ اس کے ہاتھ میں تیغ ہلالی تھی

کوئی سردار تنہا حُر سے لڑنے پہ نہ تھا مائل
سپہ سالار نے یلغار پر سب کو کیا مائل

علم تلوار کی حر نے لیا اک ہاتھ میں نیزہ
جو آیا زد پہ بیکار خنجر سے ہوا ریزہ

کبھی تلوار برق آسا کسی جانب چمکتی تھی
کبھی برچھی مخالف کو اجل کیطرح تکتی تھی

صفیں تھیں درہم و برہم سراسیمہ تھا سب لشکر
اِدھر کشتہ ہوا کوئی اُدھر کوئی گرا کٹ کر

ہوئی ناکام یورش یہ سپاہ بے سر و پا کی
نہ آئی کام دشمن کی سبکدستی و چالاکی

یزید ابنِ ابی سفیاں بڑھا اعدا کے لشکر سے
ہوا فی النار لیکن وم زدن میں حر کے خنجر سے

مزاحم بن حریث آیا اُٹھائے ہاتھ میں جھنڈا
مگر نافع ہلالی نے کیا اس کو وہیں ٹھنڈا

عمر بن حجاج کی رجز خوانی

پکارا عمر بن حجاج نے اے لشکرِ شامی
سرِ میداں غلط ہے جوشِ یاس و خوفِ ناکامی

نہیں اے کوفیوں اے شامیو کس بات کا ڈر ہے
مقابل میں تمہارے کیا کوئی شیروں کا لشکر ہے

ہو تم بھی آدمی ہاں آدمی ہیں یہ مسلماں بھی
وہ ہیں بے ساز و ساماں ہے تمہارے پاس ساماں بھی

وہ ہیں تعداد میں اس درجہ کم گر دل سے چاہو تم
تو اک اک کنکری سے خاک میں انکو چھپا دو تم

مسلماں ہیں امیرِ شام کی طاعت سے انکاری ۔۔۔ نہ اُن میں دیں ہے اب باقی نہ اُن میں جوشِ دینداری
مخالف جو خلافت کا ہے اس کا قتل واجب ہے ۔۔۔ تساہل کیوں ہے دشمن کا مٹا دینا مناسب ہے
نہیں خطرہ کوئی اصلا عدو کے فتنہ و شر کا ۔۔۔ مٹا دو خلق سے نام و نشاں اولادِ حیدرؓ کا
بڑھو اے شہسوارو ان ناتوانوں کو سزا دیدو ۔۔۔ بغاوت کی حرم کے مہمانوں کو سزا دیدو

جوابِ امام

کہا حضرت نے سن کر عمر بن حجاج کا خطبہ ۔۔۔ کہ اے بیگانۂ دیں نامسلماں مردِ کم رتبہ
مجھے کہتا ہے تو باغی مجھے بے دیں بتاتا ہے ۔۔۔ خدا نا آشنا ایماں کو میرے آزماتا ہے
امیرِ شام تو کہتا ہے جسکو اے جفا پیشہ ۔۔۔ امارت سے ہے اسکی ملت برحق کو اندیشہ
وہ ہے بے دین ناواقف ہے احکامِ شریعت سے ۔۔۔ نہیں اسکو غرض اصلا وقارِ دین و ملت سے

خیمہ ہائے اہل بیت پر یورش

امام پاک کو جب عمر بن حجاج نے دیکھا ۔۔۔ تو فوراً سامنے سے دوسری جانب کو رخ پلٹا
سواروں کو اشارہ کردیا ظالم نے حملے کا ۔۔۔ کیا رخ لشکرِ خونخوار نے فی الفور خیمے کا

مسلم ابن عوسجہ کی شہادت

اُدھر سے مسلمؓ ابنِ عوسجہ نے یا علیؑ کہہ کر — دیا گھوڑے کو کاوا اور سنبھالا ہاتھ میں خنجر
یہ مسلم خیمہ ہائے آلِ اطہر کے محافظ تھے — امامِ مسجدِ کوفہ تھے خوش تقریر واعظ تھے
دمِ پیکار لیکن مردِ میداں شیرِ غراں تھے — عجب ذی حوصلہ تھے قوتِ بازو پہ نازاں تھے
اُدھر سے پانچ سو افراد کی یورش تھی خیمہ پر — ادھر تنہا تھے یہ جنگ آزما حق کے بھروسہ پر
عجب دم خم سے کی تیغ افگنی مردِ دلاور نے — کہ چھوڑا جنگ سے جی ڈر کے مارے فوجِ خودسر نے
جدھر خنجر چلاتے تھے اُدھر سر کٹ کے گرتے تھے — کبھی گردن سے سر اک کبھی مرکب سے گرتے تھے
عیاں ستھے زورِ مسلم کے میداں میں آئے جوہر — یکایک عمرؔ بن حجاج کا پسپا ہوا لشکر
اُدھر بھاگے ہزیمت خوردہ غارتگر نئے ڈھب سے — اِدھر مسلم گرے کمزور ہو کر پشتِ مرکب سے
زمیں پر پشتِ زیں سے آپ جب ہو کر جدا آئے — سرِ بالینِ مسلم خود امامِ دوسرا آئے
تھے مسلم جاں بلب بے حد لہو زخموں سے جاری تھا — بدن سب صورتِ غربال تھا ہر زخم کاری تھا
حبیبؔ ابنِ مظاہر بھی قریبِ شاہِ دیں پہونچے — زیارت کو شہیدِ ملتِ حق کے قریں پہونچے
کہا حضرت نے رہنا اے حبیبؔ باصفا شاہد — جناں کی ان کو دیتا ہے خبر یہ بندۂ واحد
رکھا ابنؔ مظاہر نے سرِ مسلم کو زانوں پر — بشارت خلد کی دی آپ کو منجانبِ سرور

سنا جنت کا مژدہ آنکھ کھولی ہنس کے مسلمؓ نے
اشاروں میں کہا از خود حبیبؓ ابن مظاہر
امام دوسرا کا حق جہاں تک ہو ادا کرنا
سپاہِ شام سے لڑ کر خدا کی راہ میں مرنا
یہ کہہ کر ہو گئے تشنہ دہن واصل سجی مسلمؓ
غرض صبر و سکوں کا دے گئے سب کو سبق مسلم

شہادت پائی آخر سر فروشِ دین و ملت نے
نویدِ مغفرت مسلمؓ کو دی حوران جنت نے

پہلا حملہ شمر ذی الجوشن کا خیمہ اہلبیت پر

بن حجاج کا میداں سے جب پسپا ہوا لشکر
بڑھا خود میسرہ سے شمر ذی الجوشن جفا پرور
سپاہِ خاص کو اپنی دیا یہ حکم برجستہ
کرے حملہ امام پاک پر مل کے ہر دستہ
ادھر سے بھی مجاہد نیمچہ بر کف بڑھے آگے
جواب ایسا دیا منھ توڑ دشمن خوف سے بھاگے
سواران مجاہد گرچہ اب بتیس ۳۲ سے کم تھے
مگر افواجِ بزدل کی نظر میں شکلِ ضیغم تھے
یہ ڈٹ کر جس طرف کرتے تھے حملہ فوج دشمن پر
مقابل میں نہ پڑتا تھا کوئی دستہ کوئی لشکر

کد و کاوش بہت کی شمر نے لیکن نہ کام آئی
مآل کار پیچھے کو الٹ کر فوج شام آئی

دوسرا حملہ خیمۂ اطہر پر

جو دیکھا عزرہ ابنِ قیس نے افواج کا نقشہ — سرِ میداں سپہ سالار سے کہلا کے یہ بھیجا
سواروں میں جو پیدا برہمی لڑنے سے بادل ہیں — ہزاروں ان میں زخمی ہیں ہزاروں ان میں گھائل ہیں
پیادے اور تیر انداز فوراً بھیجئے آ گئے — سپاہِ تازہ دم سے فتنۂ خوابیدہ تا جاگے
دیا یہ حکم ابنِ سعد نے شیث ربعی کو — کہ وہ فی الفور تیر انداز لے کر حملہ آور ہو
کیا انکار لیکن جنگ سے ابنِ ربعی نے — گوارہ تیر باراں کی سفاک کے جی نے
حصین ابنِ نمیر تند خو حاکم کے ایما سے — پیادے پانچ سو ناوک فگن لے کر بڑھا آگے
کماں بردوش تیر انداز یہ آگے کو بڑھ آئے — بہت نزدیک سے پیہم انھوں نے تیر برسائے
ہلاک اکثر ہوئے گھوڑے جوانانِ حجازی کے — مگر دم خم رہے قایم وہی ہر ایک غازی کے
اسی حملہ میں گھوڑا حضرتِ حُر کا بھی کام آیا — گروہِ اشقیا تا سرحدِ فوجِ امام آیا
محافظ خیمہ ہائے پاک کے جو چار غازی تھے — نہایت شدومد سے مائلِ صد ترکتازی تھے
لڑائی میں اگرچہ تھی بہت تیزی بہت سختی — نہ تھی جرات عدو کو تا حدِ خیمہ پہونچنے کی

رہا یہ جور و استبداد بھی ناکام دشمن کا
ہوا یہ خونچکاں حملہ شکست انجام دشمن کا

تیسرا حملہ ابنِ سعد کا خیمہ اطہر پر

ہوئی جب سعیٔ تیر اندازی و ناوک زنی باطل   تو ابنِ سعد نے کی اور اک تدبیرِ لاحاصل
کہا اے فوج والو تم اگر لڑنے سے عاری ہو   ہے بہتر دور سے خیموں پہ فوراً شعلہ باری ہو
ہوئی آتش فشانی پر سپاہِ ناریاں مائل   مگر اِن دوزخیوں کے ہوئے اصلا نہ ٹھنڈے دل
اِمامِ پاک نے نادیدنی یہ رنگ جب دیکھا   پسِ خیمہ ہجومِ شعلہ ہائے جنگ جب دیکھا
کہا اے عمر اے بزدل یہ کیا ہنگامہ و شر ہے   ہے مردوں سے گریزاں عورتوں پہ حملہ آور ہے
نہیں تجھ میں وہ فطری جوش جو ہوتا ہے انساں میں   شجاعانِ عرب کی ناک کٹواتا ہے میداں میں
سپاہِ شام میں لڑنے کی ہمت گر نہیں باقی   تجھے احساس، خودداری و غیرت گر نہیں باقی
تو پھر کس منہ سے لڑنے کے لیے میداں میں آیا ہے   سپہ سالار اے بزدل تجھے کس نے بنایا ہے
ہزاروں مل کے چند افراد سے تم لڑ نہیں سکتے   قدم مردوں کی جانب کیوں تمہارے بڑھ نہیں سکتے
ہوا خاموش ابنِ سعد فرطِ شرم و غیرت سے   جواب اصلا نہ بن آیا کوئی پاسِ ندامت سے

چوتھا حملہ شمر کا خیمہ اطہر پر

مگر شمرِ لعیں ہرگز شرارت سے نہ باز آیا   شرر برکف قریبِ خیمۂ شاہِ حجاز آیا

ن کہا ظالم نے خیمہ کو جلا دوں گا ۔۔۔ نشانِ اہلبیتِ پاک دُنیا سے مٹا دوں گا
امامِ پاک نے اس کی طرف پھیرا رُخِ روشن ۔۔۔ رہا قائم مگر اپنی ہی ضد پر شمرِ ذی الجوشن
حمید و شیث سردارانِ کوفہ نے بھی سمجھایا ۔۔۔ مگر شمرِ لعیں آتش فشانی سے نہ باز آیا
زہیرِ ابنِ قین ساتھ لے کر دس جوانوں کو ۔۔۔ بڑھے خیمہ کی جانب روکنے ان سخت جانوں کو
کیا حملہ سپاہِ شمر پر اس تیز دستی سے ۔۔۔ مٹایا بے شمار اشرار کو دم بھر میں ہستی سے
ابو عزہ ضبابی شمر کی افواج کا افسر ۔۔۔ ہوا فی النار تیغِ ابنِ قین کا مزہ چکھ کر

ہزیمت خوردہ شمرِ بے حیا میدان سے بھاگا
یہ شیطانِ مجسم سایۂ رحمان سے بھاگا

ابتدائے جنگ کا پیام اور نماز جمعہ کا اہتمام

سحر سے تھا ابھی تک سلسلہ جاری لڑائی کا ۔۔۔ نتیجہ تھا ابھی مستور خنجر آزمائی کا
سپاہِ شام میں بے حد و بے پایاں سپاہی تھے ۔۔۔ اجل کے ہاتھ میں تھے تابعِ احکامِ شاہی تھے
کمی دس بیس کے مرنے سے ان میں کچھ نہ آتی تھی ۔۔۔ جو مر جاتا تھا اسکی لاش تک پائی نہ جاتی تھی
مگر ہمراہیانِ شاہِ والا کی شہادت سے ۔۔۔ تھا لشکر دم بدم ہمدوش کمزوری و قلت سے
اسی دوران میں دن ڈھل گیا وقتِ زوال آیا ۔۔۔ نمازِ ظہر پڑھنے کا شہِ دیں کو خیال آیا

ادب سے پھر ثمامہؓ صائدی نے یہ گذارش کی — نمازِ باجماعت ہو ادا میدان میں خواہش ہے
نہ ہے جوشِ ادائے فرض و شوقِ اتباعِ حق — نہ تھا خوفِ عدو و خوفِ ہلاکت قلب پر مطلق
ثمامہ نے کہا سرکار مصروفِ عبادت ہوں — فداکارانِ ملت ہم نگہبانِ جماعت ہوں

نہ ہو وقتِ قضا فرضِ خدا ہرگز قضا شاہا
ادا ہو فرض بھی وقتِ شہادت یہ ادا شاہا

شہادت حبیبؓ ابن مظاہر

ثمامہ کو دعا دے کر شہِ والا نے فرمایا — سحابِ رحمتِ حق کا ترے سر پر رہے سایا
کہو شمرِ لعیں سے وہ بھی ہم آہنگ ہو جائے — برائے چند ساعت التوائے جنگ ہو جائے
نمازِ جمعہ کا پیغام جب اشرار کو پہونچا — حصینِ ابن نمیرِ بدخصائل طنز سے بولا
نماز اصلاً نہ یہ مقبول ہوگی حضرتِ حق میں — کہ شامل ہی نہیں ہیں یہ نمازی ملتِ حق میں
حبیبؓ ابن مظاہر نے سنا جو وقت یہ فقرہ — حصینِ کفر باطن سے کہا غصہ میں برجستہ
غلط ہے اے سگِ دنیا یہ تیرا طعنہ بیجا — سلیقہ بات کرنے کا تجھے اب تک نہیں آیا
نمازِ دشمنانِ دیں تو ہو مقبول اے غافل — نمازِ سبطِ زہراؑ کو قبولیت نہ ہو حاصل
حصینِ ابن نمیر اس بات سے غصہ میں جھلایا — اُٹھایا نیزہ کھینچا تیغ کو گھوڑے کو دوڑایا

بنِ مظاہر نے بھی کھینچا خونچکاں خنجر ۔۔۔ کیا حملہ سرِ میداں حصینِ کینہ پرور پر

ہوا گھوڑا الف ٹانگیں کٹیں سر پر پڑا خنجر ۔۔۔ حصین اونہا گرا ٹھہرا نہ دم بھر پشتِ کب پر

سرِ اسپ حصین میں تیغ تھی پیوستِ غازی کی ۔۔۔ نہ آنے پائی تھی نوبت ابھی تک نیزہ بازی کی

سپاہِ شام نے یلغار کر دی دفعتاً ل کر ۔۔۔ حصینِ بے حیا نے خاکِ ذلت سے اٹھایا سر

حبیبِ اللہ اکبر کہہ کے سوئے فوجِ شام آئے ۔۔۔ تمیمی فوج کے اکثر سپاہی رن میں کام آئے

بدیل ابن صریم جنگجو آیا مقابل میں ۔۔۔ حبیبِ پاک کے حملہ سے تھا خائف مگر دل میں

سنبھلنے بھی نہ پایا تھا سرِ میدان یہ ناری ۔۔۔ ہوا واصل بدوزخ ضربِ غازی وہ پڑی کاری

عقب سے اک تمیمی تیغ زن نے کر دیا حملا ۔۔۔ مگر فوراً ہی کھا کر زد حبیبِ شیرِ حق سنبھلا

پلٹ کر ہاتھ مارا تیغ کا پشتِ تمیمی پر ۔۔۔ گرا ناپاک فرشِ خاک پر گھوڑے سے دو ہو کر

حبیبِ باصفا کا رُخ پلٹنے بھی نہ پایا تھا ۔۔۔ ابھی جنبش میں خنجر تھا ابھی نیزہ اٹھایا تھا

حصینِ بے حیا نے چھوڑ دی تلوار غازی پر ۔۔۔ گرا یہ سرفروشِ عشق پشتِ زیں سے غش کھا کر

قلم سر کر دیا اک دوسرے ناری تمیمی نے ۔۔۔ دیا بوسہ شہیدِ عشق کو شانِ کریمی نے

شہادت ہو گئی حاصل حبیب ابنِ مظاہر کو ۔۔۔ ہوا صدمہ امام دوسرا کی روحِ طاہر کو

پئے شاہِ شہیداں اے خدا اے خالقِ داور
ابد تک رحمتیں برسیں حبیبؓ ابنِ مظاہر پر

شہادت حُر

حبیبؓ سا محبِ خاص جب میداں میں کام آیا　　حسینؑ ابن علیؑ کے دل میں جوشِ انتقام آیا

اٹھائی ذوالفقارِ حیدرِ کرارؑ ہاتھوں میں　　بنی برقِ غضب تیغِ قضا تلوار ہاتھوں میں

زرہ حمزہؓ کی پہنی نیزۂ عباسؑ چمکایا　　رگ و ریشہ میں خونِ ہاشمی جوش کر ابھر آیا

یداللہی تجمل نے قبائے ناز کو چوما　　شجاعت نے رکابِ مرکبِ جانباز کو چوما

فرشتوں نے کہا نصرٌ من اللہ عرشِ اعظم پر　　ہوئیں فتحٌ مبیں کی ضو فشاں آیاتِ پرچم پر

کیا عزمِ وغا میدان کی جانب نظر ڈالی　　نگاہِ لطف خویش و اقربا احباب پر ڈالی

زہیرؓ و حُرؓ نے دامن پر مچل کر التجائیں کیں　　شمامہ اور نافع نے ادب سے پیش رائیں کیں

کہا سب نے کہ ہم حاضر ہیں سر حاضر ہے جاں حاضر　　ملول آقا ہوں کیوں جب تک ہے غلامِ خانداں حاضر

ہمارے ہوتے کیوں سرکار والا جائیں میداں میں　　اجازت ہو ہمیں تلوار ہم چمکائیں میداں میں

باصرار زہیر و نافع و حُر رک گئے حضرت　　زہیر و حُر نے چاہی رن میں جانے کیلئے رخصت

یہ دونوں تیغ برکف ہو گئے میدانِ وغا آئے　　کیا درہم صفوں کو فوج پر بن کر قضا چھائے

کیا دونوں نے فوجِ اشقیا کو درہم و برہم　　خجل تھے شامی و کوفی ہر اک کا دیکھ کر دم خم

یہاں جب نرغۂ اعدا میں کوئی ایک ہوتا تھا　　نہ جب یلغار میں احساسِ نصرت نیک ہوتا تھا

ملا پیدل ادھر اور دوسرا غازی　　غرض میداں میں تھے دونوں مجاہد صف جانبازی
سطام جنگ ابن سعد نے جب منتشر دیکھا　　ہوا مغموم پہلے فوج کو غصہ سے پھر دیکھا
سواروں پر کیا غصہ پیادوں پر ملامت کی　　بہت سختی سے پھر یلغار کرنے کی ہدایت کی
ہوئیں حکم سپہ سالار سے پھر مشتعل فوجیں　　ہوئیں بحر شجاعت میں رواں یکبار پھر موجیں
ہوئی بارش یکایک ہر طرف سے آہنی پیکاں کی　　رواں نہریں ہوئیں سنت و غابین جن البنا کی
ہزاروں تیر اک جھپکی سی ہوجاتے تھے سر یکدم　　نہ ہوتا تھا ذرا کم فوج ابن سعد کا دم خم
جدا اک دوسرے سے ہو گئے جانباز یہ دونوں　　ہوئے گم مجمع اشرار میں دمساز یہ دونوں
غضب یلغار تھی بارش عجب تھی تیغ و خنجر کی　　نہ تھی حر کو خبر میدان میں اپنے تن و سر کی
اسی گھمسان میں صفوان نے حملہ کیا حر پر　　اچانک وار نیزہ کا کیا نیزہ کو لہرا کر
بچا کر وار حر نے سینۂ صفوان کو تاکا　　اٹھایا پشت زیں سے نیزہ پہ ناپاک کا لاشا
ہوئے صفوان کے پھر تین بھائی حملہ ور حر پر　　کیا فی النار تینوں کو مگر اس شیر نے بڑھ کر
اٹھا کر پشت زیں سے ایک میداں میں دے مارا　　کیا خنجر کی زد سے دوسرے کو صاف دو پارا
شکم پر تیسرے کے وار نیزہ کا کیا ڈٹ کر　　گرا فرش زمیں پر دھڑ سے یہ بے شرم بھی کٹ کر
عدم کی راہ لی دم بھر میں چاروں نے بہ ناچاری　　گئے دوزخ کے چوراہے پہ جا کر چاروں یہ ناری
قدم میدان سے اٹھنے لگے افواج شامی کے　　ہوئے آثار ظاہر برہمی بد انتظامی کے

بڑھے شمر و عمر غیرت دلائی سارے لشکر کو کہاں تم ہیں لے لو بزدلوں حُرِ دلاور
ہزاروں تم ہو وہ میداں میں تنہا ہے اکیلا ہے تمہاری فوج دریا موج میلا ہے جھمیلا ہے
جو تم چاہو تو دم بھر میں مجاہد کو فنا کر دو اُڑا دو خاک گر مل کر تو جنگل خاک سے بھر دو
دوبارہ مشتعل ہو کر بڑھا یہ مشتعل لشکر اُٹھے یکبار پھر تیغ و سنان و نیزہ و خنجر
اکیلے پر ہزاروں وار ہر جانب سے ہوتے تھے مگر اس شیر کے نعرے حواس و ہوش کھوتے تھے
غرض تاب و توانائی نے جب تک ہمنوائی کی چمکتی ہی رہی تلوار میداں میں فدائی کی
اکیلی جان پر حملہ تھا پیہم ہر سپاہی کا تھا چکنا چور تن زخموں سے حُر ابنِ ریاحی کا
جبیں سے تا کفِ پا زخم تھے پیکان و خنجر کے مگر کس بل تھے میداں میں وہی حُرِ دلاور کے
لہو پاشی سے تھا اس درجہ رنگیں جسم صد پارہ کہ تھا ہر زخم تن خونِ وفا کا ایک فوارہ
کئے جب اشقیا نے پے بہ پے ہر سمت سے حملے یہ غازی رد بقبلہ ہو کے مرکب سے لگا گرنے
قصور ابنِ کنانہ نے کیا حملہ برابر سے صدا لے یا علیؑ نکلی لبِ حُرِ دلاور سے
امام و دوسرا لبیک کہہ کر بے قرار آئے پے تلقینِ صبر و ضبط سوئے جاں نثار آئے
مگر ابنِ کنانہ کی طرف سر کر دیا خنجر قصورِ پر قصور آیا نظر قصرِ جہنم پر
سنبھالا حر کو دستِ پاک سے آغوشِ رحمت میں ہزاروں زخم پائے جسم مشتاقِ شہادت میں
قریبِ خیمہ لائے سر رکھا زانوئے اقدس پہ نظر آیا شہیدِ عشق کو اب دوسرا منظر

...ی تسنیم فردوس نظر پایا — شہیدانِ محبت کا دِماغ افلاک پر پایا
...طر دیکھتے ہی ہوگیا وہ اصل سچی غازی — تعالی اللہ انجام جہادِ جوشِ جانبازی
شہادت پائی آخر عرصہ پیکار میں حُر نے — جگہ لے لی حضورِ سیدِ ابرار میں حُر نے
شہادت نے پکارا سر فروش آیا شہید آیا — جناں میں جوش بداماں آج حُر ابنِ یزید آیا
برادر حُر کے مصعب اور علی فرزند حُر دونوں — شہید آخر ہوئے لڑ بھڑ کے یہ دلبندِ حُر دونوں
غلامِ حُر با تمکین عزرہ جنگجو نامی — لڑا لڑ کر ہوا مقتول یہ اسلام کا حامی

ابد تک پھول برسیں خلد سے ان نونہالوں پر
الٰہی رحمتوں کی ہو نچھاور مرنے والوں پر

شہادت زُہیرؓ ابن القین

زُہیر با صفا میں حُر سے جدا ہو کر — سپاہِ میسرہ میں گھس گئے کھینچے ہوئے خنجر
شجاعت میں نہ تھا کوئی عدیل انکا نظیر اُن کا — پئے صد دشمناں تیر قضا گویا تھا تیر اُن کا
بوقتِ جنگِ میداں میں ہزاروں پر یہ بھاری تھے — جہانِ صولت و نخوت میں سکے اُنکے جاری تھے
الٹ کر میسرہ کو قلبِ دشمن میں یہ در آئے — صفایا کر دیا اُس سمت دشمن کا جدھر آئے
قریبِ فوجِ ابنِ سعد جب لڑتے ہوئے پہنچے — پکارا افسرانِ فوج کو سالار نے ڈر کے

ٹرہا مرنے کو پہلے ساتھ یاسر نامی
یہ کوئی گو بہادر تھا مگر اسے دبائے

زہیرِ پاک کے نیزے میں چھد کر وہ گیا مر کے
ہوئے اک وار میں فی الفور دو ٹکڑے ابنِ خنزر کے

دوبارہ نصر ابنِ کعب نے حملہ کیا بڑھ کر
دکھائے زور شہ زوری کے جوہر بھی رجز پڑھ کر

یہ ظالم وار کرنے بھی نہ پایا تھا مجاہد پر
کہ سر پر پڑ گیا دھڑ سے زہیرِ پاک کا خنجر

کلیجہ چیر کر تلوار سر سے تا کمر پہونچی
تڑپ کر روح اس ناپاک کی سوئے سقر پہونچی

برادر نصر کا صالح بھی اک حملہ میں کام آیا
پسر صالح کا کعب آخر برائے انتقام آیا

ہوئے فی النار دونوں باپ بیٹے دستِ غازی سے
نہ باز آئی مگر فوجِ مقابل ترک تازی سے

حجارِ فتنہ ساماں کو بلایا میر لشکر نے
بہت کچھ اس کو سمجھایا بجھایا میر لشکر نے

دغا و مکر میں تھا شہرۂ آفاق یہ کوفی
تھی اس پر منطبق ضرب المثل کوفی دلا یوفی

مقابل میں زہیرِ پاک کے جاتے یہ ڈرتا تھا
مگر تھا لالچی نادار تھا دولت پہ مرتا تھا

کہا اے عمر ابنِ سعد میں دشمن ہوں دشمن کا
مگر ہے خوف طاری میرے دل پر ابنِ قین کا

میں اک روباہ ہوں وہ شیر میدانِ شجاعت ہے
مقابل اس کے ہم میں کون جائے کس کو جرأت ہے

میں اس کے سامنے جانے کی جرأت کر نہیں سکتا
میں اس سے دو بدو لڑنے کی ہمت کر نہیں سکتا

تخیل میں مرے اس وقت اک تدبیر آئی ہے
یہی تدبیر راز نصرت و مشکل کشائی ہے

کمیں گاہیں بنائی تین جا ہیں قلب لشکر میں
سپاہی سو ہوں تینوں میں نہاں ہوں تیغ و خنجر میں

...یب و مکر سے اُن کو ادھر لاؤں
کمیں گاہوں میں حملہ آور دل کو مستعد پاؤں

...یب گھیر لیں غازی کو پہلے مورچے والے
نکل آئے سپاہِ خفیہ سب تانے ہوئے بھالے

اکیلا آدمی سو سے بھلا کیا جیت پائے گا
کہاں بچ کر نکل کر نرغۂ دشمن سے جائے گا

اگر باہمتی سے معرکہ پہلا وہ سر کر لے
بزورِ تیغ فوجِ خفیہ کو زیر و زبر کر لے

تو اگلے مورچے والے بھی خندق سے نکل آئیں
سنان و خنجر و تیغ و تبر کا مینھ برسائیں

زہیر اس دوسری منزل پہ آ کر ہار جائیگا
یہاں خالی نہ ہرگز کوفیوں کا وار جائے گا

مبادا کامیابی ہو یہاں بھی ابن قینؑ کو
نکل کر تیسری چوکی سے گھیرے فوج دشمن کو

کہاں تک اک مجاہد لڑ سکیگا ہم ہزاروں سے
کہاں جائے گا بچ کر شیرِ نر روباہ کاروں سے

سمجھا کر جال یہ میدان میں حجار آیا
زہیرِ پاک کی تعظیم دھوکے سے بجا لایا

کہا اے ابن قینؑ میں نہیں آیا ہوں لڑنے کو
نہ کوئی فوج لایا ہوں مخالف کے پکڑنے کو

کہا غازی نے اے مکار کیوں باتیں بناتا ہے
یہ میداں ہے یہاں ہر شخص قسمت آزماتا ہے

حجار آہستہ بولا اے بہادر اے قوی ہمت
ہو تجھ سا شیر کمزوروں کی خاطر مفت بے عزت

حسینؑ ابن علیؓ نادار ہیں بھوکے پیاسے ہیں
نہیں کچھ پاس اُن کے ہاں زباں پر دم دلاسے ہیں

عبید اللہ کا طوطی بولتا ہے آج دنیا میں
یزیدِ شام تک کو نہ کا ہے محتاج دنیا میں

عبید اللہ سے اے ابنِ قینؑ رسم کر پیدا
کہ وہ تیری شجاعت تیری شہزوری کا ہے شیدا

زہیر پاک نے تلوار کھینچی سن کے یہ فقرے — کہا او بے حیا مکار یہ ناپاک منصوبے

مجھے میداں میں دھوکہ دے رہا ہے سنبھل ناری — جہنم میں پہونچنے کے لئے کر جلد تیاری

نکل کر تیغ کی زد سے حجارِ تندخو بھاگا — مثالِ فتنۂ خوابیدہ غازی کا زیں جاگا

صفوں کو کاٹتا غازی بڑھا آگے کو میداں میں — پڑی ہل چل کمینگاہوں میں غل تھا فوج پنہاں میں

زہیر تیغ زن ہر دوپچے کو کر کے سر نکلا — لیئے سینہ کے اندر شیر بھپر کا جگر نکلا

ہزاروں نیزہ و تلوار پڑتے تھے مجاہد پر — تھا نرغہ سیکڑوں اشرار کا اک جانِ واحد پر

سر و پا دست و بازو چور تھے زخموں کی کثرت سے — مگر سرشار تھا غازی مئے جامِ شہادت سے

بدن زخمی تھا سارا خون کے چشمے ابلتے تھے — سنان و تیغ غازی پر کفِ افسوس ملتے تھے

زباں بھی خشک غالب تشنگی تھی رک رہا تھا دم — مگر تیغ دو دم جنبش میں مثلِ برق تھی پیہم

کثیر ابنِ عبید اللہ شعبی نیزہ باطن نے — کیا غازی پہ حملہ بے تحاشا آکے پیچھے سے

مہاجر ابنِ اوسِ ردسیہ نے بھی مقابل سے — چلادی تیغ خوں آشام نکلی آہ ہر دل سے

بیک ساعت ہوئے دو وار غازی پر مجاہد پر — رکے نطق و دہاں اللہ اکبر کی صدا دے کر

صلوٰۃ خوف پڑھ کر جب ہوئے فارغ شہ والا — خبر پائی کہ اعدا نے انھیں بھی ذبح کر ڈالا

جگر تھامے ہوئے سرکار مغموم و حزیں آئے — سر بالیں زہیر پاک کے سلطانِ دیں آئے

اٹھایا نیم مردہ نعش کو خیمہ میں لے آئے — پیامِ مغفرت جانباز کو افلاک سے آئے

دامنِ شاہِ شہیداں جب ذرا پائی ۔۔۔ تنِ بیجاں میں روح تازہ گویا عود کر آئی
سکوں کی سانس آئی آنکھ کھولی سر کو جنبش دی ۔۔۔ قریبِ پائے نازِ شاہِ والا آ کے کروٹ لی
غرض یہ تھی دمِ آخر ہو سر آقا کے قدموں پہ ۔۔۔ شہادت کے بنیں شاہد حضورِ شافعِ محشر
کہا سرکار نے اے مرنے والے آرزو کیا ہے ۔۔۔ کہا پیاسا ہوں کوثر کے سوا اب جستجو کیا ہے
زباں آئی لبوں تک جنبش لب سے ہوا ظاہر ۔۔۔ ملا لب تشنہ کو جامِ طہورِ طیب و طاہر
کہا الحمد للہ جان دیدی مرنے والے نے ۔۔۔ جناں کی راستہ لی معرکہ سر کرنے والے نے
ہوا میت پہ سایہ رحمتِ عالم کے دامن کا ۔۔۔ تعالی اللہ یہ رتبہ زہیرؓ ابنِ قین کا

ہو بارش عرش سے جلووں کی جنت سی بہار رونکی
ہوں قائم یادگاریں مستقل ان جاں نثاروں کی

شہادت رفقائے امام

شہادت سے رفیقوں کی رفیقانِ شہِ والا ۔۔۔ ببخشش تازہ تھے مائل بہ سیرِ جنتِ اعلیٰ
امنگیں تھیں دلوں میں ولولے سینوں میں پنہاں تھے ۔۔۔ شہادت کیلئے بیتاب تھے مرنیکے خواہاں تھے
صفیں تھیں با سرفروشوں کی حضورِ شہ میں ایستادہ ۔۔۔ ہر اک شیدائی اسلام تھا مرنے کو آمادہ
سپاہِ شام سرداران مسلم کی شہادت سے ۔۔۔ زخود رفتہ ہوئی جاتی تھی میدان میں مسرت سے

خوشی اُن کی پئے گفتن برائے نام ہوتی تھی
کہ سعی جنگ وقت جنگ سب ناکام ہوں

برائے چند ساعت کچھ سکوں ہوتا تھا لشکر میں
ظہور تہنیت جوش جنوں ہوتا تھا لشکر میں

زہیر و حُر کے مرنے کی مسرت شادیو نہیں تھی
خوشی اس کامیابی پر انھیں ناکامیوں میں تھی

رفیقان زہیر و حر میں نافع اور ثمامہ تھے
یہہ دونوں تیغ زن منجملۂ اصحاب خاصہ تھے

صف دشمن میں یہہ بھی لڑرہے تھے آگے بڑھ بڑھ کر
جدھر ملتا تھا موقع حملہ کر دیتے تھے چڑھ چڑھ کر

ثمامہ نے سنبھالا دیر تک بگڑی لڑائی کو
کیا مقتول اپنے ہاتھ سے عم زاد بھائی کو

شہادت نافع بن ہلالی مرادی

جناب نافعؒ جب میدان میں لڑنے کو آئے تھے
بجھا کر زہر میں تیروں کو اپنے ساتھ لائے تھے

لکھا تھا نام اپنا آپ نے ہر تیر کے پھل پر
انھیں تھا ناز اپنے دست و بازو اپنے کس بل پر

بہت سے آدمی اغیار کے مجروح کرڈالے
ہر اک زخمی کو تھے میداں میں اپنی جان کے لالے

انھوں نے تاک کر میداں میں بارہ آدمی مارے
نہ تھے تیر دشمن کیلئے دوزخ کے انگارے

لڑے شدت سے بازو لڑتے لڑتے جنگ میں ٹوٹا
مگر اُن کی لڑائی دیکھ کر دشمن کا جی چھوٹا

کمند انداز کچھ چھپ چھپ کے نافعؒ کی طرف آئے
بچا کر آنکھ یہہ حذّام شمر ناخلف آئے

غرض اُن کو عمر ابنِ سعد تک لایا یہ شیرِ زخم خوردہ سامنے روباہ کے آیا
سپہ سالارِ لشکر مسکرایا دیکھ کر ان کو مگر پایا نہایت پختہ ہمت بے جگر ان کو
کہا نافعؒ نے ہنستا کیا ہے ابنِ سعد تو مجھ پر قلم میں نے کیا ہے تیرے بارہ فوجیوں کا سر
مرے بازو شکستہ لڑتے لڑتے گر نہ ہو جاتے گرفتار اے لعینوں تم مجھے ہرگز نہ کر پاتے
کلامِ تلخ سن کر عمر ابنِ سعد جھلایا باندازِ تحکم شمر سے غصہ میں فرمایا
کرو نافعؒ کو فوراً قتل یہ گستاخ خود سر ہے کہا نافعؒ نے شکر اللہ کا یہ حسبِ منشا ہے
کوئی مسلم مجھے گر مارتا مجھ پر گراں ہوتا مرے باعث سے قاتل پر عذابِ بیکراں ہوتا
خدا کا شکر اک مردود کافر میرا قاتل ہے ازل سے شمر دوزخ آشنا شیطانِ کامل ہے
یہ سُنکر شمر نے رکھدی چھری نافعؒ کی گردن پر ہوا حاصل شہیدِ حق کو قربِ خالقِ اکبر
شہادت گاہ میں دی جان یوں نافعؒ ہلالی نے عطا مرحوم کو فردوس کی جنت کے والی نے
لڑے میداں میں ڈٹ کر عبدرحماں اور عبداللہ یہ غفاری مجاہد دونوں تھے لختِ دلِ عروہؓ
سریعی خانداں کے سیف و مالک نوجواں بھائی رہے جنگ آزما دشمن سے باصد شانِ رعنائی
جنابِ حنظلہ اسعد علی کے راز داں بیٹے سعیدِ باسعادت حنظلہ کے نوجواں بیٹے
عمر فرزندِ خالد عبدرحماں اور عبداللہ مہاجر جعفی و مسروق بن حجاج حق آگاہ
جنادہ ابنِ حارث قرۃ ابنِ قرہ غفاری عمر ابنِ جنادہ عمر ابنِ قرط انصاری

کماں بر دوش یحییٰ بن سلیم مازنی غازی
عمر ابن مناع جعفی و قعنب قادر انداز

انس کاہلی لخت دل مالک دلیر و مرد تیغ افگن
ابو شعثہ یزید ابن زیاد ماہر ہر فن

بہادر عابس ابن ابو شبیب شاکری ذیشاں
بہمراہی شوذب خادم خاص و عزیز از جاں

سبھی با دلیرے داد شجاعت دیکے میداں میں
ہوئے واصل بحق داخل ہوئے بزم شہیداں میں

لڑا اس ٹھاٹھ سے جی توڑ کر ہر صاحب غیرت
لگے کشتوں کے پشتے چھاگئی اشرار پر ہیبت

قدم سو سو دفعہ اکھڑے سپاہ تیرہ باطن کے
لڑے حق کے بھروسے پر پیاسے یہ کئی دن کے

رفیقوں میں جو سب سے پیشتر میداں میں نکلے
ابو شعثہ یزید ابن زیاد اک مرد کندی تھے

یہ تھے ہمراہیان عمر ابن سعد میں شامل
فن تیر افگنی میں تھے نہایت ماہر و کامل

صدائے صلح ابن سعد نے جب مسترد کر دی
پسند آئی نہ ان کو اس کی بے رحمی و بیدردی

ملامت کر کے ابن سعد کو فوراً چلے آئے
مجاہد بن گئے اسلام کے جھنڈے تلے آئے

بوقت جنگ سب سے پہلے میداں میں قدم رکھا
لڑے جی توڑ کر رخ جانب ملک عدم رکھا

چلائے تیر سو گن کر سپاہ اہل باطل پر
پڑا ہر تیر و ناوک بے خطا فوج مقابل پر

عجب انداز سے یہ کر رہے تھے قادر اندازی
دعا دیتے تھے شہ یارب فزوں ہو قوت غازی

سوید خثعمی وہ آخری مرد دلاور تھے
ہوئے سیراب سب کے بعد جو جام شہادت سے

دیا خطبہ جناب حنظلہ نے عین میداں میں
مگر جنبش نہ پیدا کر سکے اخوان شیطاں میں

پھر سے سارے رفیقانِ شہِ والا ہوئے جنت میں داخل پائی سب نے مرتبے اعلیٰ

الٰہی جوش مسلم کو عطا کر ان شہیدوں کا
بھرم رکھ ہم غریبوں دل شکستوں کی امیدوں کا

شہزادگان اہلبیت

رہا باقی نہ جب کوئی مددگاران نامی میں — ہوا جوشِ عزا پیدا عزیزانِ گرامی میں
بھتیجے بھانجے، فرزند، بھائی سامنے آئے — زباں پر ماجرائے اشتیاق و حرفِ مدعا لائے
تھا ہر اک نونہالِ ہاشمی مرنے پر آمادہ — شہادت کے لیے بے چین تھا ہر فاطمہؑ زادہ
ہر اک میداں میں جانے کیلئے مائل بسبقت تھا — ہر اک کو نشۂ مردانگی جوشِ شہادت تھا
خلیلی یہ چمن تھا اُن گلوں کا عطرِ مجموعہ — تھی جن کی آبیاری کربلا میں امر ممنوعہ
قریشی خانداں کے یہ حسیں محبوب شہزادے — ابو طالب کے لال اللہ کے مطلوب شہزادے
بظاہر بے غرض تھے تخت و افسر لاؤ لشکر سے — بہ باطن بیش قیمت تھے بہائے ہفت کشور سے
بلا شک ان جوانوں میں کا تھا ہر صاحبِ عزت — جواں سال و جواں بخت و جواناں زجواں ہمت
ہر اک نو عمر میں شیرِ خدا کی شان و شوکت تھی — ہر اک کے دست و بازو میں ید اللّٰہی شجاعت تھی
ابوبکر و محمد، جعفر و عثمان و عبد اللہ — علمبردارِ لشکر حضرتِ عباسؑ والا جاہ

یہ چھ نام آور وشہ زور تھے فرزند حیدر کے ۔۔۔ یہ گویا شش جہت تھے گلستانِ ہند

ابوبکر دل آرا قاسم قدرت نما طلعت ۔۔۔ حسن کے چاند دونوں مہر و ماہ عرشِ رفعت

فزارِ جانِ زینب نو بہارِ باغِ عبداللہ ۔۔۔ جوانانِ جناں عون و محمد ذی شرف بیجاہ

امام دہر سجاد و علی اکبر علی اصغر ۔۔۔ سراپا نور تصویر جمالِ سبطِ پیغمبر

عبیداللہ و جعفر عبد رحماں صاحب ایماں ۔۔۔ عقیل ابن ابی طالب کے فرزندانِ والا شاں

محمد بن سعید پاک و عبداللہ بن مسلم ۔۔۔ عقیلِ پاک کے دونوں نبیرے دین کے خادم

اٹھارہ شاہزادے یہ قریشی خاندان کے ۔۔۔ شجاعت کے دھنی دل کے قوی پکے ارادے کے

حواسِ خمسہ تھے یہ شش جہت اربع عناصر کے ۔۔۔ ہوئے تھے منتخب بزمِ موالید ثلاثہ سے

لڑے اس سرفروشانہ تحمل ہی جلالت سے ۔۔۔ اٹھا غل مرحبا کا آسمانِ فتح و نصرت سے

ہوئے شہزادگانِ دینِ حق یہ جاں بحق سارے

بھلا بیٹھے مسلمان دین و ملت کے سبق سارے

میدانِ کارزار کا نقشہ

وہ منظر عرصہ گاہِ جنگ کا الحفیظ للہ ۔۔۔ بلاشک تبصرہ ہی غیر ممکن جس پہ خاطر خواہ

شکستہ چند خیمے ایک جانب ہیں سرِ میداں ۔۔۔ ہیں اک جانب سپاہ و خیمہ و خرگاہ بے پایاں

سا بیت کے جلتے ہوئے ٹیلے پہ اک لشکر — درختوں کے تلے اک سمت شامی فوج کے لشکر
غضب اک سمت کچھ بھوکے پیاسے ناز کے پالے — صراحی در بغل اک سمت مے آشام متوالے
وہ ریگستاں وہ جوشِ تشنگی وہ پیاس کی شدت — ہوا وہ گرم سورج کی وہ تابش دھوپ کی حدت
جفاؤں پر جفا وہ تین دن کے بھوکے پیاسوں پہ — علیؓ کے بیٹے پوتوں پر نبیؐ کے نواسوں پہ
فقط وہ قتل پر قائم امیدیں ناامیدوں کی — نظر کے سامنے وہ میتیں باون شہیدوں کی
پھر ایسے میں لڑائی اور لڑائی دشمنِ دیں سے — خیالِ صلح گویا نقشِ باطل فوجِ پرکیں سے
مگر نسلِ علیؓ اس ہمتِ مردانہ کے صدقے — توکل کے تصدق صولتِ شاہانہ کے صدقے
رضائے حق میں خویش و اقربا قرباں کر ڈالے — یہ جوشِ ملت و ایثار دیکھیں دیکھنے والے
یہ شانِ حریت ہے جوشِ صادق اسکو کہتے ہیں — ہے یہ پاسِ شریعت عہدِ واثق اسکو کہتے ہیں

حضرت علی اکبرؓ کا عزم وغا

قریشی ہاشمی ہر نوجواں ہر مردِ تیغ افگن — یکے با دیگرے لڑنے کو نکلا جانبِ دشمن
ہوا جنگ آزما سو سو سے ہر بے ساز بے ساماں — ہر اک شہ زور نے دادِ شجاعت دی سرِ میداں
حرم کا ہر مجاہد مردِ میدانِ شجاعت تھا — ہر اک لب تشنہ گویا تشنۂ جامِ شہادت تھا
گلِ باغِ جناں لختِ دلِ شبیرؓ علی اکبرؓ — جواں ہمت حسیں صورت قمر طلعت مہ انور

پئے اذنِ وغا پہلے جوانانِ حجازی سے
حضورِ شاہ میں آئے ادائے بے نیازی سے

یہہ نور العینِ لیلیٰ بنتِ مرہ وہ خوش اختر تھا
کہ جس کی آنکھ میں نورِ الٰہی جلوہ گستر تھا

حسینؓ ابنِ علیؓ کا لاڈلا بیٹا یہہ مہ پارا
یقیناً تھا عروسانِ جناں کی آنکھ کا تارا

تھا نشہ آنکھ میں جوشِ شجاعت کا سوا جس سے
ملا تھا جذبۂ زودیۂ اللّٰہی اب وجد سے

شگفتہ مثلِ گل باغ و بہارِ زندگانی تھا
اٹھارہ سال کا سن عنفوانِ نوجوانی تھا

کیا ہر ہمسن و ہم عمر سے عزمِ وغا پہلے
بذوق و شوق میدانِ شہادت سر کیا پہلے

بعید آداب والد سے اجازت چاہی میدان کی
توجہ اپنی جانب منعطف کی لطفِ یزداں کی

نہاں اس جذبۂ اخلاص میں تھا جوشِ ملت بھی
تھا اس رمانِ جانبازی میں اعزازِ سیاست بھی

تصنع سے بری یہ جذبۂ اخلاص کامل تھا
تمنائے شہادت دل میں تھی ٹوٹا ہوا دل تھا

حضرت سیدنا خلیل علیہ السلام کی قربانی

خلیل اللہؑ کو اک رب تھا یہہ حکمِ ربانی
کہ خود فرمائیں اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی

رضائے حق پہ ابراہیمؑ فوراً ہو گئے راضی
کیا مطلق نہ کچھ اندیشۂ مستقبل و ماضی

لٹایا خاک پر لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں سے
کیا ذبح پدر نے خود پسر کو اپنے ہاتھوں سے

یہہ قربانی تھی پہلی امتحاں گاہِ محبت میں
رہے دو محترم ثابت قدم راہِ محبت میں

رہی اب تک سُرخیٔ افسانۂ خلت پہ قربانی
مگر دنیا نے دیکھا کربلا میں منظرِ ثانی

جہاں میں مدتوں کے بعد پھر اک انقلاب آیا
اُلٹ کر پھر وہی دورِ خلیلیؑ بے حجاب آیا

ہوا نسلِ خلیل اللہؑ میں ابنِ علیؓ پیدا
ہوئی گلزارِ ابراہیمؑ میں تازہ کلی پیدا

حضرت علی اکبرؓ کی اجازت طلبی

نشانِ شانِ خلت کربلا میں پھر نظر آیا
پدر کے سامنے پھر ذبح ہونے کو پسر آیا

علی اکبر نے شہ سے التجا کی یہ بصد منت
خدارا مجھ کو بابا جان اب کر دیجئے رخصت

رضائے حق وہاں موقوف تھی بیٹے کی مرضی پر
وہاں تھی ثبت مہرِ لختِ دل والد کی مرضی پر

یہاں بیٹا مگر ہے باپ سے اس بات کا خواہاں
پدر کر دے خدا کی راہ میں بیٹے کو خود قرباں

وہاں بیٹے کے باندھے دست و پا والد نے رسی سے
لٹایا خاک پر لیکن الگ لیجا کے بستی سے

یہاں اللہ اکبر اندرونِ خیمۂ اطہر
بنائے جا رہے ہیں خسروِ دولہ علی اکبر

سکینہ، فاطمہ، کلثوم و زینب پاس بیٹھی ہیں
رباب و شہر بانو محوِ رنج و یاس بیٹھی ہیں

شہادت کا پسر کو باپ خود جوڑا پہناتا ہے
لباسِ جنگ سے جسمِ منور کو سجاتا ہے

عبائے رحمتِ عالمؐ پہنائی جسمِ اطہر پر
شہِ خیبرؑ کے پٹکے سے کمر باندھی گئی کس کر

سرِ انور پہ رکھا خود اپنی زرہ پہنائی
سوا کی جوشن و چار آئینہ سے شانِ رعنائی

سجائے دست و بازو نیزہ و شمشیر و خنجر سے ۔۔۔ دُعا مانگی اُٹھا کر دست رحمت رب اکبر سے
الٰہی یہ مرا لختِ جگر ہے راحتِ جاں ہے ۔۔۔ یہ تیری راہ میں سو جان سے اب تجھ پہ قرباں ہے
خداوندِ جہاں مقبول ہو یہ میری قربانی ۔۔۔ عطا ہو صبر اس کو جب ہو اس پہ تیر بارانی
الٰہی صبر و ضبط و جوشِ اِستقلال دے اس کو ۔۔۔ ہو لب تشنہ کئی دن سے سکوں فی الحال دے اس کو
دُعائیں دیں کہا نورِ نظر جاؤ خدا حافظ ۔۔۔ رہِ حق میں عدو سے جنگ فرماؤ خدا حافظ

اندازِ جہاد و اظہارِ زور ید اللّٰہی

قدم باہر ہوا خیمہ سے جب نورِ مجسم کا ۔۔۔ حجابِ مشرقِ انوار سے مہرِ مبیں چمکا
کیا جولاں فرس کو دم زدن میں آئے میداں میں ۔۔۔ مچی ہل چل سپاہِ دشمنانِ فتنہ ساماں میں
چمک شمشیرِ برق آسا کی قہرِ حق کی بجلی تھی ۔۔۔ کرن نیزہ کی یا تیغِ قضا کی اک تجلی تھی
رجز برلب کہا ہم صدرِ بزمِ اہلِ عالم ہیں ۔۔۔ نبی زادہ علی ابن حسین ابن علی ہم ہیں
ہو جس کو حوصلہ ہاں وہ ہمارے سامنے آئے ۔۔۔ ہے وا بابِ جہنم جس کا جی چاہے چلا جائے
جلال و دبدبہ وہ تیغ و ابرو سے نمایاں تھا ۔۔۔ سرِ میداں ہر اک مردِ وغا مثلِ زر گریباں تھا
نگاہِ قہر سے کچھ دیر تک سوئے عدو دیکھا ۔۔۔ مقابل کو مگر ہرگز نہ اپنے روبرو دیکھا
کیا مہمیز اسپِ برق وش کو فوجِ اعدا میں ۔۔۔ غضب کی بجلیاں کوندیں نگاہِ قہر آسا میں

ہے تیغِ خوں آشام کی ہل چل بپا کر دی — سپاہِ شام کی سب جرأت و ہمت فنا کر دی

سراسیمہ تھے سب فوجی نہ کلغی تھی نہ شملہ تھا — یہ حملہ حیدرِ کرار کے پوتے کا حملہ تھا

صفیں تھیں درہم و برہم ہراساں سب رسالے تھے — کھلے بندوں اجل نے پاؤں میدانیں نکالے تھے

نہایت شدت و تیزی سے اکبر نے کیا دھاوا — ہوا رم خوردہ ابنِ سعد کا لشکر تہ و بالا

قیامت دوپہر کی دھوپ تھی حملہ کی شدت تھی — بدن پر اسلحہ میں آتشِ سوزاں کی حدت تھی

دفورِ تشنگی سے ہو گیا بے تاب شہزادہ — ہوا خیمہ کی جانب واپسی پر رن سے آمادہ

لبِ تشنہ سے برجستہ صدائے العطش نکلی — کہا اے قبلۂ دیں تشنگی یہ روح کش نکلی

گذارش کی اگر تھوڑا سا پانی بھی میسر ہو — خدا چاہے تو دم بھر میں فنا اعدا کا لشکر ہو

تسلی دی لگایا شاہ نے بیٹے کو سینے سے — کہا نورِ نظر محروم ہیں ہم کھانے پینے سے

بہت نزدیک ہے اے لختِ دل وہ وقت آنکو — کہ آئیں خلد سے حوریں تمہیں پانی پلانے کو

یہ کہہ کر سرورِ کونین نے انگشتری اپنی — علی اکبر کے مونھ میں بہرِ تسکین و سکوں رکھدی

ذرا اس طرح شیرِ ہاشمی کو جب قرار آیا — بڑھا کر رن میں گھوڑا پھر یہ قریشی شہسوار آیا

سپاہِ شام کو للکارتا تھا شمرِ ذی الجوشن — تھا ابنِ سعد بھی ہر افسرِ فوجی پہ طعنہ زن

حصین ابنِ نمیر اک سمت فوجوں کو بڑھاتا تھا — سبق کچھ عمر بن حجاج اک جانب پڑھاتا تھا

مرتب ہو چکے تھے میمنہ اور میسرہ دونوں — پئے یورش تھے مائل فوج و افسر بلا دونوں

دوبارہ شیر غرّاں کی طرح آئے علیؑ اکبر — چلایا اک طرف نیزہ اُٹھایا اک طرف
وہی جاہ و جلالِ ہاشمی رُخ سے نمایاں تھا — اسی صورت سپاہِ شام کا ہر فرد لرزاں تھا
رہا ناکام عمر سعد صرف گفتگو ہو کر — مقابل پھر نہ آیا کوئی لڑنے دو بدو ہو کر
بہت چیخا پکارا رن میں جب شمر لعیں سارق — بڑھے آگے کو طارق ابنِ شیث و طلحہ بن طارق
کیا یکبار حملہ ملکے دونوں باپ بیٹوں نے — بجز ذلت نہ پایا کوئی پھل قسمت کے ہیٹوں نے
ہنر نیزہ زنی تیغ افگنی کے خوب دکھلائے — مگر کامل کے آگے بے ہنر کی پیش کیا جائے
قلم سر ہو گئے دو ہاتھ میں دونوں کے گردن سے — بہے میدان میں یکدم دو آبے خون کے تن سے
لپک کر سامنے مصراعِ نامی پہلوان آیا — جہنم میں اسے بھی ایک ہی نیزے نے پہونچایا
ہوئی ہرگز نہ ہمت پھر کسی کو آگے بڑھنے کی — روش سوچی نہ پھر بزدلوں نے لڑنے مرنے کی
کماں سے تیر پھر گو بھنوں سے پھینکے جاتے تھے — اماں لیکن نہ پھر بھی موت کے چنگل سے پاتے تھے
دوبارہ پھر ہزیمت دی علیؑ اکبر نے لشکر کو — بہت بیتاب پایا پیاس سے پھر قلب مضطر کو
پھر آئے عرصۂ پیکار سے پیشِ شہِ والا — کہا تاب و تواں ہیں تشنگی سے پھر تہ و بالا
جبینِ ناز کو سرکار نے چوما محبت سے — بچشمِ نم ہوا دی جنبشِ دامانِ رحمت سے
غبارِ قامتِ اطہر کو جھاڑا اپنے دامن سے — بلائیں رُخ کی لیں پونچھا پسینہ روئے روشن سے
باطمینانِ خاطر صبر کی تلقین فرمائی — غرض جس طرح ممکن ہو سکا تسکین فرمائی

بہت خوردہ لشکر کو سپہ سالارِ لشکر نے — کیا پھر جمع کی تنظیم لشکر پھر نئے سر سے
بہت غیرت دِلائی مال و دولت کا دیا لالچ — کہا اے بات والو بات کی ہوتی ہے سب کو پچ
کیا ہے عہد و پیماں تم نے ہم سے لڑنے مرنے کا — بس اتنی بات ہے پھر عہد کر لو کام کرنے کا
تعجب ہے کہ اک نوعمر لڑکا پختہ کاروں کو — ذرا جب حملہ کرتا ہے بھگاتا ہے ہزاروں کو
نہ اصلاً خود غرض نے درگزر کی حرفِ مطلب سے — لیے اقرار و پیماں عمر ابنِ سعد نے سب سے
سہ بارہ حملہ آور پھر ہوئے بڑھ کر علیؑ اکبر — سپاہِ شام کو پھر رکھ لیا تلوار کی زد پر
ذرا گھوڑے کو دی پھر ایڑ پھر مرکب کو چمکایا — کسی کو تیغ سے کاٹا کسی کو محض دھمکایا
جدھر غصہ سے منھ پھیرا صفوں میں برچھی ڈالی — سنبھالی تیغ جب تیروں سے ترکش ہوگیا خالی
سپاہِ شام کو یلغار کا موقع نہ ملتا تھا — کہ رعبِ شہسوارِ ہاشمی سے دِل دہلتا تھا
بڑھے جاتا تھا پیہم اسپِ تازی پر یہ مہ پارا — غضب سے مرہ بن منقذ نے نیزہ تان کر مارا
لگا وہ زخم کاری نیزہ کا پشتِ دلاور پر — گرا نورِ نگاہِ شاہِ دیں گھوڑے سے تیورا کر
زمیں پر گرتے گرتے بزدلوں نے جسمِ اطہر پر — چلائے دفعتاً پیچھے سے آ کر بیسیوں خنجر
کیا بدباطنوں نے پارا پارا ماہ پارے کو — چھپایا خاک کے ذروں نے زہراؑ کے ستارے کو
امام دوسرا تھامے ہوئے دل لاش پر آئے — عزیز و اقربا مجروح و بسمل لاش پر آئے
اُٹھا کر پارہ ہائے دِل کو خیمہ کی طرف لائے — صدف میں جمع کرنے کے لئے درِ نجف لائے

اُداسی رُخ پہ صبر و ضبط کی چہرہ پہ نکہت تھی / لب خاموش پر بس اِنَّا لِلّٰہ کی آیت تھی
ہوئی یوں باپ کے پیش نظر بیٹے کی قربانی / ہوا یوں دیدۂ یعقوب سے گم یوسفِ ثانی
وہاں بیٹے کے بدلے گوسفند خلد آئی تھی / تڑپتی لاش بیٹے کی یہاں خوں میں نہائی تھی
رہِ حق میں فنا یوں مردِ حق آگاہ ہوتے ہیں / علیؓ اکبر شہید فی سبیل اللہ ہوتے ہیں
جگر پارہ حسینؓ ابن علیؓ کا پارہ پارہ ہے / گہن میں چاند ہو کر عرش اعظم کا ستارہ ہے
ہو لعنت اُن ناریوں پر نفسِ اعوانِ حکومت پر / کرے گی خلق لعنت تا قیامت اِن شقاوت پر
الٰہی بہرِ زہراؓ بہرِ حسنینؓ و بپے حیدرؓ / ہو جنت آشیاں ہر مرثیہ خوانِ علیؓ اکبر

فرزندانِ اہلبیت کی یکے بعد دیگرے شہادت

شہادت سے علیؓ اکبر کی ہر لختِ دلِ حیدرؓ / زخود رفتہ بڑھا میدان کو تانے ہوئے خنجر
کیا اک سمت سے حملہ ابو بکر و محمد نے / چلائے تیر اُن پر اشقیائے لشکرِ بد نے
بڑھے عثمان جب خنجر بکف میداں داری کو / ہوئی قتلِ عمر کی فکر پھر افواجِ ناری کو
صفِ اشرار میں جب آئے جعفرؓ اور عبداللہؓ / تو ہانی بن ثبیت حضرمی نے کر دیا حملہ
تھا خولی بن یزید اصبحی عثمانؓ کی زد پر / نکل بھاگا مگر یہ رو سیہ تلوار سے بچ کر
بنی آبان کے اک شخص نے پیچھے سے عثماں پر / کیا حملہ نہایت چابکی سے کھینچ کر خنجر

ـے علیؑ پانچوں ہوئے مقتول میداں میں — جگہ پائی شہادت یاب ہو کر قصرِ رضواں میں
بہادر عبدالرحمٰنؓ بن عقیلؓ و دلبرِ حیدرؑ — بڑھے بہرِ قتالِ اشقیا میداں میں جا کر
انھیں بھی اس رسالے نے ہر اک جانب سے آ گھیرا — کمیں گاہوں میں جو ڈالے ہوئے تھا دیر سے ڈیرا
اسی صف سے بجوشِ انتقام و قہر سامانی — بڑھے عثمان بن خالد بشر بن سوط ہمدانی
کیا دونوں نے حملہ دفعتاً مل کر دلاور پہ — پڑیں تلواریں دو یکبار اس فرزندِ حیدرؑ پر
جو دیکھا عرصۂ پیکار میں مقتول بھائی کو — بڑھے فوراً اجازت لے کے جعفرؓ بھی لڑائی کو
کمی اعوانِ حضرت پہ مگر آتی ہی جاتی تھی — لڑائی سخت سے بھی سخت تر آتی ہی جاتی تھی
سوئے فوجِ عدو جس وقت جعفرؓ بن عقیلؓ آئے — حریفانِ جفا ہر سمت سے بے قال و قیل آئے
کیا عبداللہ بن عروہ نے حملہ پشتِ غازی پر — پڑا اس خثعمی ناپاک کا اس زور سے خنجر
ہوئے یہ بھی شہیدِ راہِ حق اسلام کی خاطر — انھیں بھی گلشنِ فردوس میں جانا پڑا آخر
محمدؓ اور عبداللہؓ بھی میداں میں کام آئے — شہیدوں میں عقیلؓ پاک کے پوتوں کے نام آئے
خزاں آئی امامِ دو سرا کے پاک گلشن میں — علیؑ کے باغ کا ہر پھول مرجھا کر گرا رن میں

شہادت عبداللہ ابنِ مسلم

عقیلِ ابنِ ابی طالب کا جب گلشن ہوا ویراں — حضورِ شہ میں آیا بہرِ رخصت اک گلِ ریحاں

یہ نورس بھی گلِ باغِ عقیلِ گل بداماں تھا   یہ نورس مسلم جنت مکیں کا راحتِ جاں
یہ عبداللہ بھی جنگ آزما مردِ دلاور تھے   یتیم و دل شکستہ تھے مگر لڑنے کے خوگر تھے
انھیں میداں میں آتا دیکھ کر ہی شام کا لشکر   ہوا ہیبت سے غازی کی نہایت مضطر و ششدر
رُکے یلغار سے فوجی یہ جب میدان میں آئے   کہا جو صاحبِ ہمت ہو اب میدان میں آئے
قدامہ بن اسد شہرہ، یکتا، پہلوان نامی   بہادر، جنگجو، شمشیرزن، نام آورِ شامی
مقابل نکلے آیا سامنے اس مردِ غازی کے   دکھائے خوب جو ہر جنگجوئی نیزہ بازی کے
کئے حملے پہ حملے پے بہ پے مردِ دلاور پہ   مگر خالی گیا ہر وار کام آیا نہ کچھ جوہر
کہا غازی نے ہاں ہشیار ہو جا اے قدامہ اب   کہ ہے خنجر مرا تیغِ قضا برقِ جلالِ رب
یہ کہہ کر تیغ چھوڑی دفعتاً فرقِ قدامہ پر   مگر میداں سے یہ نامرد بھاگا پیٹھ دکھلا کر
تعاقب ابنِ مسلم رضؓ نے کیا مرکب کو دوڑایا   فرس کو قوتِ رفتار میں کمزور سا پایا
سوار و اسپ دونوں ناتواں بے آب و دانہ تھے   مگر غازی مجاہد سب قوی تھے دل توانا تھے
اتر کر اسپ سے پیدل چلے مغرور کے پیچھے   گریزاں تھی قضائے ناگہاں مغرور کے پیچھے
قدامہ نے کیا گھوڑے سے پھر کر وار نیزے کا   بچا یا پڑ گیا لیکن جگر پر وار نیزے کا
ہوئے مجروح عبداللہ پھر اسوار گھوڑے پر   لگائی کلۂ ناپاک پر تیغ دو دم بڑھ کر
ہوا ایں کلہ جبڑا اُڑ گیا ناری سیہ رو کا   بھیانک ہو گیا چہرہ سرِ میدان بدخو کا

رہا ہاتھ ڈالا پھر اٹھا یا پشت مرکب سے   زمیں پر کر کے اونچا سر سے دے مارا نہو ڈمہب سے
تڑپ کر خاک پر فی النار فوراً ہو گیا ناری   ہوئے آحسنت کے نغمے زبانِ تیغ سے جاری
قدامہ کا لیا فی الفور عبداللہؑ نے گھوڑا   غنیمت کا ملا جو مال اسکو بھی نہیں چھوڑا
سلام ابنِ قدامہ سے کہا سالارِ لشکر نے   کہ لے مردِ دلاور باپ کا قاتل سے بدلے
سلام آہستہ بولا میں یہ ہمت کر نہیں سکتا   جواں ہوں دیدہ و دانستہ لیکن مر نہیں سکتا
بہادر میں نے ایسا کوئی دنیا میں نہیں دیکھا   نہ اس جاہ و جلالت کا کوئی انساں کہیں دیکھا
پکڑ کر تیغ عبداللہؑ نے پھر دونوں ہاتھوں میں   کیا ان بزدلوں پر حملہ جو بیٹھے تھے گھاتوں میں
لڑے کچھ دیر تک میدان میں اس شان و شوکت سے   ہوئی فوجِ مقابل ہم عناں عزمِ ہزیمت سے
سپاہِ شام نے چاروں طرف سے آپ کو گھیرا   لگایا بزدلوں نے موت کے اطراف میں ڈیرا
قلم گھوڑے کے ساق و پا کئے افواجِ دشمن نے   کیا مجروح عبداللہ کو اعدائے پُرفن نے
عقب سے آیا عمرِ ابنِ صبیحی مردِ صیدانی   پیا پے فرق و پشت و دوش پر کی تیغ افشانی
شہادت پائی آخر اس جوانِ خلد سامانی نے   بلایا گلشنِ جنت میں عبداللہ کو رضوانی نے
ہوا برباد سارا مسلمِ مرحوم کا گلشن   ہوئے مرغانِ صحرا صرفِ آہ و نالہ و شیون
سرہانے آئے عبداللہ کے باچشمِ نم حضرت   جزاک اللہ کہہ کر ہوگئے مائل بہ غم حضرت
شہیدِ راہِ الفت نے حیاتِ جاوداں پائی   پناہِ دو جہاں کے پاک دامن میں اماں پائی

شہادت حضرت عونؓ و محمدؓ

محمدؒ ابن عبداللہ زینبؓ کے جگر گوشے
نواسہ فاطمہؓ کے جعفرؓ طیار کے پوتے

حضورِ والدہ میں آئے مدت سے گزارش کی
بصد عجز و ادب میداں میں جانے کی اجازت لی

کہا زینبؓ نے ماموں جان سے جا کر اجازت لو
وہ فرمائیں تو بیٹا سر کٹا دو جاؤ رخصت ہو

ہوا حاضر ادب سے بھانجہ ماموں کی خدمت میں
امامِ دو سرا مصروف تھے شغلِ عبادت میں

نظر الفت سے ڈالی روئے تابانِ محمدؓ پر
کہی تحسین پیہم جوشِ ایمانِ محمدؓ پر

ہوا دل مضطرب آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے
مگر فوراً زباں پر کلمۂ ضبط و سکوں لائے

اجازت با دلِ ناخواستہ دی رن میں جانے کی
کہا نورِ نظر ہاں جاؤ دے تم کو خدا نیکی

یہ بجلی کی طرح خنجر بکف میدان میں آئے
سنان و تیر ان پر ہر طرف سے سب نے برسائے

یہ پہنچے لڑتے لڑتے دم زدن میں قلبِ لشکر تک
مسلسل زخم کھائے ساقِ پا سے سینہ و سر تک

شہید آخر ہوئے تلوارِ خوں آشامِ دشمن سے
ہٹا پیچھے نہ اصلا پھر گلگوں بھی قدم رن سے

جو دیکھی عونؓ نے بھائی کی نعشِ پاک میداں میں
اجازت لی بڑھایا مرکبِ چالاک میداں میں

کیا اک وار میں بھائی کے قاتل کو سقر داخل
بہت سے نامرادوں کو جہنم میں کیا داخل

بڑھے خود رکھ لیا فوجِ عدو کو باڑھ کے آگے
سپاہی سامنے سے ہر طرف بے ساختہ بھاگے

دساره دور سے وہ حول کو ابن سعد کرتا تھا
مگر خود سامنے آتے ہوئے میداں میں ڈرتا تھا

بچا کر آنکھ عبداللہ ابن قطبہ طائی نے
لعین ناخلف بیداد گر شیطاں کے بھائی نے

کیا عون رض معین ملت اسلام پر حملہ
کیا جانباز حق فتاح فوج شام پر حملہ

بالآخر ہوگئے عون رض و محمد رض جاں بحق دونوں
ہوئے ہمرشتہ شہدائے ماسبق دونوں

شہادت حضرت ابوبکر عبداللہ رح بن حسن رض بن علی رض

ابوبکر گرامی یعنی عبداللہ حق آگاہ
برادر زادہ و ابن حسن رض سبط رسول اللہ

چچا کے سامنے اذن وغا کے واسطے آئے
بصد تکریم آداب امامت سب بجا لائے

کیا ان کو بھی سینہ سے لگا کر اپنے رخصت
بڑھے یہ بھی سوئے میداں بجاہ و شوکت و حشمت

یہ فرزند حسن رض حسن و جمال و شکل و صورت میں
خصائل میں فضائل میں شجاعت میں شہامت میں

غرض یہ ہی کہ تھے ممتاز تر فرخندہ سیرت تھے
پھر اس پر طرہ یہ سرمست صہبائے شہادت تھے

نہایت تیز دستی سے نہایت سرفروشی سے
قلم کرتے ہوئے سر اشقیا کے گرم جوشی سے

وہاں پہونچے جہاں تھا عمر ابن سعد استادہ
اٹھا کر تیغ لپکا میر لشکر پر نبی زادہ

اٹھا کر نیزہ و خنجر کیا یہ عزم مستحکم
کہ ابن سعد ہی کا خاتمہ کر دیجئے یکدم

مگر یہ گرگ باراں دیدہ فوراً پشت مرکب سے
اتر کر جا چھپا پیدل رسالہ میں کسی ڈھب سے

چلی باہم اگر تلوار اس موقعہ پہ شرارت سے — بہت مارے گئے فوجی۔ ہوئے مجروح کثرت سے
نہ پایا قلب میں لشکر کے جب سالارِ لشکر کو — تو پھیرا آپ نے بھی سوئے میداں رخشِ طاہر کو

بختری شامی اور حضرت عبداللہ کا مقابلہ

سپہ سالار کو جب [illegible] پیادوں میں مضطرب پایا — تو اک شامی بہادر تیغ بر کف سامنے آیا
یہ شامی بختری ابنِ عمر قزاق فطرت تھا — نہایت سرکش و مغرور تھا مائل بہ نخوت تھا
بہ کبر و ناز ابنِ سعد سے بے ساختہ بولا — کبھی جنبش کماں کو دی کبھی تلوار کو تولا
کہا اے میرِ لشکر کیا ہوا وہ تاجِ سالاری — نہیں زیبا تجھے زنہار دعوائے سپہ داری
دکھاتا ہے سپہ سالار ہو کر پشتِ غازی کو — سمجھتا ہے قضا اپنے لئے مردِ حجازی کو
کہا یہ عمر ابنِ سعد نے فرطِ ندامت سے — بلاشک بختری میں بچ گیا اس دم ہلاکت سے
اگر بچ کر نہ میں اس وقت میداں سے نکل آتا — یقیناً پنجۂ تیغِ قضا میں آپ کو پاتا
اگر اے بختری تو افسری کا مجھ سے خواہاں ہے — اگر تو اپنی قوت اپنی شہ زوری پہ نازاں ہے
تو لیکر ایک سے پانچ سو فوجی جو انوں کا — برائے قتلِ عبداللہ فوراً ان کی جانب جا
نہیں تاریخ میں لیکن ہے سیر کی اک داستاں ہے — رقم یہ روضۃ الاحباب کے اندر روایت ہے
صواعق کا حوالہ بھی دیا ہے لکھنے والوں نے — لکھے ہیں وقعاتِ کربلا اکثر رسالوں نے

مرے پیشِ نظر اسوقت ہے مطبوعہ وہ مخزن — مصنف جسکے نصر اللہ خاں ہیں ماہر فن
سند لکھی ہے میں نے اسلیئے اس مخزنِ تر کی — کہ یہ تصنیف پاکیزہ ہے بارہ سو اٹھتر کی ١٢٧٨
میرا ماخذ ہے تاریخی سیر سے بے بصیرت ہوں — کہ میں نقاش ابن خلدونِ ذی وجاہت ہوں
بجائے سپہ سالار رن میں بختری آیا — سپاہی پانچ سو ہمراہ لڑنے کے لیئے لایا
بنایا دائرہ اُن فوجیوں کا فتنہ پرور نے — کیا محصور عبداللہ کو اس بد اختر نے
کھڑا دیکھا جو خود کو نرغۂ اعدا میں غازی نے — بلایا رن میں خاص احباب کو شیرِ حجازی نے

فیروزان اور بختری کی جنگ

پکارا رن سے فیروزان محلائے یگانہ کو — محمد بن انس کو اور اسد ابنِ دخانہ کو
یہ تینوں نامور آوازِ عبداللہ پر آئے — تمام آلات حرب و ضرب کو خود ساتھ میں لائے
بجز آلِ عبا اغیار کہنے کو نہ تھے باقی — مگر یہ تین خدمت کیلیئے تھے رہگئے باقی
غلامِ خاص فیروزان تھا غازی دلاور کا — بجائے خویش مردِ منتخب تھا یہ عرب بھر کا
نہایت بے جگر لڑنے میں تھا صدہا سے لڑتا تھا — مخالف بچ نہ سکتا تھا یہ جب خنجر پکڑتا تھا
محمد بھی اسد بھی دونوں یکتائے زمانہ تھے — شجاعت میں تھے لاثانی مگر بے آب و دانہ تھے
مقابل بن کے عبداللہ کا خود بختری آیا — مگر فی الفور فیروزان نے گھوڑے کو چمکایا

لیا نیزہ کی زد پر بحتری کو ڈانٹ بتلائی
قیامت آتے آتے سامنے ناپاک پر ڈھائی

سواروں پر گرے تینوں لا و بر ق کی صورت
کیا ہر ایک نے اشرار پر حملہ بصد شدت

کمالِ فن سے فیروزان کے تھا بحتری حیراں
بچا کر جان بھاگا سامنے سے بے سر و ساماں

بہت گھمسان کا تھا معرکہ میدان میں جاری
بہت تیزی سے تھے قعرِ جہنم کو رواں ناری

ہوا میدان میں جب بحتری کا بخت برگشتہ
کمک کو لایا شیث ابنِ ربعی اک نیا دستہ

کمک جب تازہ پہونچی پیشتر کے لڑنے والوں کو
دلائی بحتری نے اور غیرت بد سگالوں کو

بڑھایا بحتری و شیث نے فوجی سواروں کو
لیا نرغے میں پھر لشکر نے چاروں نامداروں کو

شہادت اسد و فیروزان

اسد شیرِ نیستانِ شجاعت رن میں کام آیا
پیا سے جانِ فیروزاں کے تھے سارے فرمایا

تھا سارا جسمِ فیروزانِ حکینا چور زخموں سے
مآلِ کار غازی ہو گیا مجبور زخموں سے

سکت باقی نہ اعضا میں رہی قوت ہوئی زائل
ہوا معلوم اب گرنے کو ہیں پشت فرس سے گھائل

یہ منظر دور سے جس وقت عبد اللہ نے دیکھا
بڑھایا سوئے فیروزان فوراً آپ نے گھوڑا

صفوں کو صاف کرتے آپ فیروزان تک آئے
قتیلِ راہِ الفت صاحبِ ایمان تک آئے

بٹھایا نیمجاں کو اپنے آگے اپنے توسن پر
یہ چاہا خیمہ تک پہونچا دیں خود غازی کو بچا کر

مگر توسن سے یار اٹھا نہ اصلا دو سوار ونکا
تو وقت بھی کیا اعدا نے دونوں جاں نثار ونکا

بہادر تیغ زن مرکب سے اپنے خود اُتر آیا
چلا مجروح کو ہمراہ لے کر صورتِ سایا

قضا کا حکم لیکن بے نیازِ پاسداری ہے
کہ لَا یَستَقدِمُونَ سَاعَۃً ارشادِ باری ہے

ابھی کچھ دور فیروزان کو لائے تھے عبداللہ
کہ حکمِ حق سے آپہونچا فرشتہ موت کا ناگاہ

ہوا راہی شہیدِ عشق فیروزان جنت کو
گیا دارِ فنا سے صاحبِ ایمان جنت کو

رفیقِ جنتی کی نعش کو پہونچا کے عبداللہ
سوئے فوجِ عدو کہتے ہوئے پھر آئے وا اسفاہ

اسد کے قاتلِ بدکیش کو فی النار فرمایا
فرس کو بختری کی سمت پھر میدان میں دوڑایا

اگرچہ سترہ تھے زخم کاری جسمِ اطہر پر
مگر پھر بھی کیا اس شان سے حملہ بد اختر پر

ہوا مجروح زخمی بختری بدبخت میداں میں
بچا کر جان بھاگا چوٹ کھائی سخت میداں میں

امیرِ فوج کے ہمراہ بھاگی فوج بھی ساری
ہوئے لڑ بھڑ کے عاری چند ساعت تک یہ ناری

پریشاں ہو کے ابنِ سعد میداں میں چلا آیا
کسی فوجی کو ڈانٹا اور کسی افسر کو دھمکایا

پسر ابجار کا یوسف بہ مشکل سامنے آیا
ہوا ناراض الٹا میرِ لشکر پر یہ بے مایا

کہا یوسف نے تم کیسے سپہ سالارِ لشکر ہو
کہ خود لڑنے سے ڈرتے ہو مگر ناراض ہم پر ہو

بگڑ کر عمر ابنِ سعد بولا مردِ ناواقف
سپاہی ہو کے تو اتنا نہیں اے ناسزا واقف

نہیں لڑنا ہمارا کام ہم تم کو لڑاتے ہیں
وہی کرتے ہیں ہم اوپر سے جو احکام آتے ہیں

عبید اللہ عامل نے دیا ہی حکم یہ ہمکو لڑائیں ہم عدو سے ہر معزز ہر معظم کو
بس اے یوسف ابھی میداں میں جا کچھ کام کر جا کیا جائیگا ورنہ بے گماں تجھ کو بہ خنجر
بے گفتن ہی کہنے گفتگو یہ لب پہ آئی تھی پکڑ کر یوسف بے کارواں کو موت لائی تھی
بصد اکراہ یوسف عرصۂ پیکار میں آیا اجل کے ہاتھ بکنے جنگ کے بازار میں آیا
کلیجہ کانپتا تھا دل اڑا ہراساں پاؤں لرزاں تھے فرشتے موت کے میدان میں خنجر بداماں تھے
ابھی میداں میں یہ آکر سنبھلنے بھی نہ پایا تھا ابھی پیش مقابل نیزہ و خنجر اٹھایا تھا
کہ عبد اللہ کی تلوار چمکی اور پڑی سر پر زمیں پر سر گرا اکبار گردن سے جدا ہو کر
بڑھا یوسف کا بیٹا اور بھتیجہ متحد ہو کر مگر دوزخ میں پہنچے یہ بھی دونوں سرکش خودسر
کوئی تنہا نہ لڑنے کو بڑھا مرد حجازی سے سپاہی اور افسر سب تھے لرزاں خوف غازی سے

حضرت عبد اللہ کی تشنگی اور تقاضائے آب

بہت نازک، نازنیں شہ زور تصویر ید اللہی حسنؓ ابن علیؑ کا چاند تنویر ید اللہی
قریب حضرت عم العطش کہتا ہوا آیا جہلم سے خود و بکتر سے لہو بہتا ہوا آیا
کہا اے عمی قبلہ پیاسا ہوں ملے پانی کہ ہو لطف خدا سے معرکہ یہ سر بہ آسانی
کہا اے لخت دل کو تر لب ساغر ساقی کوثر کھڑے ہیں دیر سے ہمراہ حیدرؓ خلد کے در پر

ردا بر دوش اماں جاں بھی تشریف فرما ہیں — وہ دیکھو بھائی صاحب سامنے وہ جلوہ آرا ہیں
رواں ہیں سامنے وہ کوثر و تسنیم کی نہریں — وہ دیکھو اُٹھ رہی ہیں تلزم توحید میں لہریں
تمہارے منتظر سارے بزرگانِ مکرم ہیں — وہ دیکھو راہِ تسلیم و رضا میں سب کے سر خم ہیں
حرام اے لختِ دل ہم پر یہاں دنیا کا پانی ہے — کہ آبِ تیغ و پیکاں سے ہمیں تسکین پانی ہے
غرض صبر و سکون و ضبط کی تعلیم فرمائی — کلیجے سے لگا کر ہر طرح کی ہمت افزائی
بڑھے میداں کو عبد اللہ پھر درس سکوں پا کر — کہا ھل من مبارز پھر عدو کے سامنے آ کر
مگر لڑنا عدو جانے ہوئے تھے اس دلاور کا — کوئی افسر نہ آیا سامنے لڑنے کو لشکر کا
ہوئی یلغار و یورش ہر طرف سے مردِ غازی پر — چلے ہر سمت سے تیغ و سناں و نیزہ و خنجر
قریب آ کے ناری دور سے نیزے چلاتے تھے — یہ سب جنگ آزما میداں میں قسمت آزماتے تھے
ہوا زخموں سے چکنا چور جب مجروح شہزادہ — تو عبد اللہ بن عقبہ سپاہِ شام کا پیادہ
بڑھا تیر و کماں لیکر چلائے تیر غازی پر — ہوئے آمادہ دیگر اشقیا بھی ترک تازی پر
تھا ناوک غنوئی ناپاک کا تیرِ قضا گویا — کہ اس درِ نجف کو جس نے بزم دہر سے کھویا
ہوئے واصل بحق بو بکر عبد اللہ میداں میں — ہوا گم آسمانِ معرفت کا ماہ میداں میں
جناں کا رُخ کیا بزم جہاں سے ابن حیدرؓ نے — شہادت پائی فرزندِ حسنؓ سبطِ پیمبر نے
حسینؑ سید کونین کے لب سے فغاں نکلی — مگر شکر خدا بن کر یہ آوازِ نہاں نکلی

الٰہی روحِ عبداللہ پر ہوں رحمتیں نازل
مدام اس مردِ حق آگاہ پر ہوں رحمتیں نازل

حضرت سیدنا امام حسنؓ کی شفقت و محبت اولاد کیساتھ

حسنؓ نورِ نگاہِ فاطمہؓ لختِ دلِ حیدرؓ
امیرِ نوجوانانِ جناں فرزندِ پیغمبرؐ

بجاہِ خسروی تشریف فرما تھے مدینہ میں
نمایاں رحمت و رافت کا تھا اک جوش سینہ میں

سلامی نونہالانِ چمن آ گئے ہوتے تھے
شگفتہ آپ بچوں کو شگفتہ پاکے ہوتے تھے

مثنّیٰؓ پر کبھی اظہارِ شفقت تھا عطائیں تھیں
کبھی اکبرؓ کبھی عونؓ و محمدؓ کو دعائیں تھیں

کبھی ہوتی تھیں عبداللہؓ سے کچھ پیار کی باتیں
کبھی ہوتی تھیں احبابِ اقارب سے ملاقاتیں

یکایک مسکراتے کھیلتے قاسمؓ نظر آئے
قریبِ سبطِ زہراؓ راحتِ جان و جگر آئے

کلیجہ سے لگایا، حلق چوما، پیار فرمایا
محبت کا نئے انداز سے اظہار فرمایا

دیئے بوسے لبِ عارض کو اشک آنکھوں میں بھر آئے
جگر کے ٹکڑے آنسوؤں کے دامن پر نظر آئے

کہا اے لختِ دل اے راحتِ جاں اک مرے بچے
میں قرباں تجھ پہ عبداللہ ہو تم کس قدر اچھے

تمہیں لکھ کر دیا تعویذ ہم اک آج دیتے ہیں
تو یادِ قربِ یزداں مژدۂ معراج دیتے ہیں

مگر اے راحتِ جاں نقش یہ وہ اسم اعظم ہے
اثر جس کا بطورِ رازِ پنہاں رازِ محکم ہے

کبھی اس کو نہ ہرگز کھولنا تم اپنے بازو سے
جدا کرنا نہ اس کو بھول کر بھی اپنے پہلو سے

کبھی پڑھنا نہ اس کو اس ارادے سے لکھا گیا ہو
کرنا فکر یہ سمجھنے سے اسکے مدعا کیا ہے

مگر جب کوئی مشکل پیش تم کو سخت تر آئے
نہ اصلا حل مشکل کی کوئی صورت نظر آئے

دور فکر و غم سے تم اگر بے آس ہو جاؤ
گرفتار ہجوم خطرہ و وسواس ہو جاؤ

تو لے لو نظر اس وقت تم اس نقش اعظم کو
بہ شتاب کھولنا اور یاد کرنا پیشتر ہم کو

حروف اس نقش پر لکھے ہوئے جو کچھ نظر آئیں
مطالب جو تخیل میں بحافظہ گر آئیں

انھیں پڑھنا اور فکر پھر ان پر عمل کرنا
جو مشکل پیش آئی ہو اسے اس طرح حل کرنا

یہ کہہ کر کچھ لکھا پھر لکھ کے باندھا نقش بازو پر
کیا کچھ پڑھ کے دم قالب جبیں پر چشم و ابرو پر

لگایا پھر کلیجہ سے دو پارہ راحت جاں کو
کیا رخصت بالآخر قاسمؑ بیت ایماں کو

حسن کا ماہ پارہ راحت جان و جگر قاسمؑ
سراپائے جمال صورت شبیرؑ البشر قاسمؑ

جہان دلبری جان جہان دلربائی تھا
مجسم نور تصویر جمال مصطفیٰؐ کا تھا

حضرت قاسمؑ کی معروضات اجازت طلبی جنگ

شہید راہ حق جب ہو گئے قاسمؑ کے جب یاران ہیں
خیال انتقام آیا بچا یک قلب روشن میں

حضور شاہ میں آئے بصد منت گزارش کی
کمال عجز سے میدان میں جانے کی خواہش کی

امام دوسرا نے فرط غم سے منع فرمایا
کہا اے راحت جاں زندگی کا تم ہو سرمایہ

ہو تم تو نظیرِ تصویر ہو تم میرے بھائی کی — نظر تم میں جھلک آتی ہے شانِ مصطفائی کی

میں تم کو سر کٹانے کے لئے کیونکر اجازت دوں — طبیعت مضطرب ہے کس طرح اذنِ شہادت دوں

اعزا اقربا سب دیکھ چکے جانیں وہ حق میں — گئے احباب سارے الفت خلاقِ مطلق میں

نہ اکبرؑ ہیں نہ جعفرؑ ہیں نہ عبداللہؑ باقی ہیں — نہ اب عونؑ و محمدؑ بھی جہاں میں آہ باقی ہیں

فقط اب تم ہو یا بیمار اک سجادؑ باقی ہے — نہیں دونوں سے اب ہیچ عالم ایجاد باقی ہے

نہیں دل کو گوارا تم بھی داخل ہو شہیدوں میں — نہیں روح رواں ہو لختِ دل میری امیدوں میں

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت

ابھی جاری تھیں یہ باتیں چچا کی اور بھتیجے کی — ابھی مستور تھی صورت نگاہوں سے بھتیجے کی

علی اصغرؑ کے رونے اور سکینہ کی صدا آئی — سکینہؑ ننھے بھائی کو اٹھا کر گود میں لائی

کہا دیکھو تو بابا جان ان کو ہو گیا کیا ہے — یہ کیوں روتے ہیں ہچکی کیوں بندھی ہے ماجرا کیا ہے

کہا زینبؑ نے بھائی اب تو اصغرؑ پیاس کے مارے — کوئی دم کے ہیں مہماں آپ کی آنکھوں کے یہ تارے

کوئی لیجا کے حال انکا ستمگاروں کو دکھلائے — سپاہِ اشقیا کو اپنے شاید رحم آ جائے

امام دوسرا نے ان کی نازک دیکھ کر حالت — لیا فوراً ہی آغوش مبارک میں بصد شفقت

زباں اپنی چسائی فرطِ رحمت فرطِ رافت سے — اٹھایا دوش پر باہر کو لے آئے محبت سے

کہا اے عمر ابنِ سعد اے افواجِ سنگین دل — یہ بچہ ہو رہا فرطِ تشنگی سے نیم جانِ بسمل
یہ مانا ہیں مخالف ہوں تمہیں مجھ سے عداوت ہے — تمہارے دل میں مجھ سے بے سبب رنج و کدورت ہے
یہ بچہ شیرخوار و بے زباں معصوم و کمسن ہے — کرو اس پر تو کچھ لطف و کرم گر تم سے ممکن ہے
مخالف ہو نہ تم اسکے نہ یہ دشمن تمہارا ہو — روا اس پر تشدد ہو نہ ظلم اس پر گوارا ہو
جفا و جور بچوں پر نہیں جائز زمانے میں — کھلونے قدرتی ہیں یہ خدائی کارخانے میں
تقاضائے عالمِ انسانیت کا واسطہ تمکو — رواج و رسم و راہِ قومیت کا واسطہ تمکو
عطا اس کمسن معصوم کو دو گھونٹ پانی ہو — کہ شاید از سرِ نو اس کو حاصل زندگانی ہو
شقاوت اے معاذ اللہ شقاوت بدنہادوں کی — ہوئی اصلا نہ کم کچھ بربریت نامرادوں کی
بجائے آب ابنائے اسد نے بڑھ کے میداں سے — تواضع اصغرؑ معصوم کی کی آبِ پیکاں سے
چلایا تیر ظالم حرملہ فرزند کاہل نے — نشانہ حلقِ اصغرؑ کو بنایا ہائے قاتل نے
گلوئے ناز کو تیرِ ستمگر کاٹ کر نکلا — لبِ پیکاں ہو اس نازنیں کا چاٹ کر نکلا
کیا اظہار بیدردی و بے رحمی ستمگر نے — تڑپ کر جان دی دوشِ شہِ والا پہ اصغرؑ نے
زیادہ اس سے کیا ہوگی ستم کوشی و خونخواری — رہے گی تا ابد تازہ یہ روداد جفاکاری
درونِ خیمہ لیکر نعش بچے کی امام آئے — شکستہ خاطر و غمگیں شہِ عالی مقام آئے
خواتینِ معظم صرفِ شیون و وقفِ ماتم تھیں — مگر اللہ کی مرضی پہ شاکر خوگرِ غم تھیں

اُٹھا کر رُخ کو سوئے آسماں حضرتؑ نے فرمایا
الٰہی ہم پہ کرتے ہیں مظالم جو فرزد ما یا

نہیں شکوہ ہمیں کیا ہو رہا ہے اے خداوندا
مگر امداد کا طالب ہے تجھ سے تیرا یہ بندا

الٰہی اِن جفاؤں کا ستمگاروں سے بدلہ لے
ہمیں توفیق صبر و ضبط و استقلال مولا دے

حضرت قاسمؓ کی دوبارہ اجازت طلبی

ابھی تسکین مستورات میں مصروف سرور تھے
ابھی ڈوبے ہوئے اشکوں میں دیدۂ تر تھے

قدم پر گر پڑے قاسمؓ بازوہ و الم آکر
ادب سے عرض کی اے قبلۂ عالم جہاں پرور

مجھے تاریک اب بزم جہاں معلوم ہوتی ہے
مجھے اب زندگی بارِ گراں معلوم ہوتی ہے

خدارا مجھ کو لڑنے کی اجازت مرحمت کیجیے
پیاسا ہوں مجھے جامِ شہادت مرحمت کیجیے

بھتیجے کو شہ دیں نے لگایا اپنے سینے سے
طلب کی نصرت و امدادِ پیغمبر مدینے سے

اُدھر ہچکی بندھی قاسم کی رونے سے اسطرف سرور
غشی سی ہو گئی طاری و فورِ غم میں دونوں پر

عروسِ رحمتِ باری نے دامن کی ہوائیں دیں
فرشتوں نے فضائے عرش اعظم سے دعائیں دیں

اسی دورانِ مدہوشی میں قاسمؓ کو خیال آیا
نظر کے سامنے والد کا حسنِ بے مثال آیا

بندھا تھا عالمِ طفلی سے جو تعویذ بازو پر
عیاں ہوتی رہا کرتی ہیں جسکی برکتیں اکثر

ادبی نقشِ حسن کی آج شہزادہ کو یاد آئی
بہشتِ شوق بنکر سامنے دل کی مراد آئی

غشی زائل ہوئی سنبھلی طبیعت چین سا پایا　　جدائی الفور تعویذ پاک کو بازو سے فرمایا

حضرت امام حسنؓ کی قاسمؓ کو وصیت

پڑھی تحریر تنہائی میں سب تعویذ منظم کی　　تمہارے باپ کی جانب سے بیٹے کو وصیت تھی
حسنؓ نے صاف اپنے لخت دل قاسمؓ کو لکھا تھا　　کہ اے جان تمنا عنقریب اک وقت آئے گا
ہمارے بعد محشر کربلا میں اک بپا ہوگا　　ہمارا خاندان کا خاندان سب ہیں فنا ہوگا
حسینؓ پاک کا دشمن یزید نا خلف ہوگا　　ہمارا خاندان بھوکا پیاسا سب تلف ہوگا
تباہی آئے گی بیٹا نبیؐ کے خانوادے پہ　　چلیں گے تیغ و خنجر دشت میں ہر شاہزادے پر
مرے لخت جگر ہاں اے مرے لخت جگر قاسمؓ　　مری آنکھوں کی ٹھنڈک اے مرے نور نظر قاسمؓ
چچا پر جب تمہارے دشت میں وقت پڑ آئے　　انہیں جب قتل کرنے لشکر اہل حسد آئے
چچا پر تم بھی اپنی جان کو قربان کر دینا　　خدا کی راہ میں جان حزیں کو جان کر دینا
پڑھی جو وقت یہ تحریر شاداں ہو گئے قاسمؓ　　پڑھ کے وسعت علمی پہ حیراں ہو گئے قاسمؓ
یہ تھا وہ علم جو اللہ نے بخشا تھا حیدرؓ کو　　یہی وہ علم تھا حاصل تھا جو شبیرؓ و شبرؓ کو

یہ تھا وہ علم جس کے شہر اعظم خود پیمبرؐ تھے
یہ تھا وہ علم جس کے حضرت مولا علیؓ در تھے

سپارہ حضرت قاسمؓ کی اجازت طلبی

امام دوسرا نے سن کے جیب کچھ کو ہلایا — نظر کے سامنے قاسمؓ با انداز دگر آیا
لب خاموش پر ہرگز نہ حرف مدعا آیا — اسی تعویذ کو قاسمؓ نے لیکن نذر فرمایا
حسینؑ ابن علیؑ نے خط حسنؑ ابن علیؑ کا جب — پڑھا اول سے آخر تک سمجھ کر معنی و مطلب
کہا حضرت نے جگر تھام کر بس کتنا پیارا ہے — مرے بھائی کی یہ تحریر اک غیبی اشارہ ہے
کہا اے نور دیدہ فی امان اللہ لو جاؤ — مری آنکھوں کے تارے ہاں مری آنکھوں سے کھو جاؤ

حضرت قاسمؓ کی میدان داری

پسر شبیر ہاشمی شہزادہ یوسف لقا قاسمؓ — بہشت پائیں الٰہی یہ خنجر آزما قاسمؓ
تمام آلات حرب و ضرب سے آراستہ ہو کر — اجل اور دشمنوں کے درمیاں اک واسطہ ہو کر
نہایت ٹھاٹھ سے میداں میں آیا تیغ چمکائی — چمکتی دھوپ میں بجلی سی اک ساعت لہرائی
فرس نے دیر لیا ٹاپوں پہ اعدائے ستمگر کو — اڑایا جنبش تیغ قضا نے ساتھ ہر سر کو
ابھی خیمہ میں توسن تھا ابھی میداں میں در آیا — عناں پھیری جدھر راکب نے توسن وہ ادھر آیا
مبارز خواہ شہزادہ رہا کچھ دیر میداں میں — مگر تھا مرد میداں کون فوج فتنہ ساماں میں

۔ہ پر اشارہ کر رہا تھا شمر ذی الجوشن — تھا ابنِ سعد کا دل بھی ہراس و خوف کا مسکن
نہیں اشتعال انگیزیاں کچھ کام میدان میں — پریشانی ہزیمت تھی نمایاں عام میدان میں
ہر قاسمؑ کی ضربِ تیغ اپنا کام کرتی تھی — اُدھر اندیشہ لڑنے سے سپاہِ شام کرتی تھی
با اس زور سے قاسمؑ نے فوجِ شام پہ حملہ — ہوئے میداں میں صد ہا لشکری بے کلغی و شملہ
وار اک سمت ادھر اک سمت پیدل بھاگے جاتے تھے — تھے بزدل ہو گئے پیچھے ۔ سب جانیں چراتے تھے
بہادر تیغ زن نے جس طرف دوڑا دیا گھوڑا — جو زد پر آ گیا ہرگز اُسے زندہ نہیں چھوڑا

ازرق شامی کی لڑائی

کیا قاسم نے ابنِ سعد کی جانب رواں مرکب — بانداز تحمل اُس سے فرمایا کہ لا مذہب
بہادر باپ کے تم کس قدر نامرد بیٹے ہو — قضا سے منہ چھپاتے ہو بڑی قسمت کے بیٹے ہو
ولاور گر سپاہِ شام میں باقی نہیں کوئی — ہنر میداں میں آ کر خود دکھاؤ اب نہیں کوئی
ہزاروں فوجیوں سے کرتے ہو یلغار کیوں پھر — اُٹھاتے خود نہیں میداں میں تلوار کیوں پھر
ہمیں بھوکا پیاسا جان کر بھی ہم سے ڈرتے ہو — ہو مرنے سے گریزاں دولتِ دنیا پہ مرتے ہو
اُدھر شہزادۂ ذی جاہ تھا مصروفِ رجز خوانی — اُدھر تھا عمر ابنِ سعد کا دل خوف سے پانی
نکل کر قلب سے لشکر کے سوئے میمنہ پہونچا — صفوں میں ازرق شامی کو پشتِ اسپ پر دیکھا

کہا ازرق سے ابنِ سعد نے اے مردِ نام آور — سپاہِ شام میں بیشک نہیں تیرا کوئی ہمسر
تعجب ہے کہ قاسمؑ تیرے ہوتے ہیں ابھی زندہ — مجھے اس نوجواں سے کر نہ اے شہزور شرمندہ
دکھا جوہر سنان و تیغ کے اے ازرقِ شامی — مٹا نام عدو دنیا سے اے نام آور و نامی
کہا ازرق نے ابنِ سعد سے بزدل ہو ڈرتے ہو — سرِ میداں مرے آگے مری توہین کرتے ہو
میں اک کمسن پہ ڈالوں ہاتھ یہ میری اہانت ہے — شجاعت سے مری لرزاں ہر اک اہلِ شجاعت ہے
مقابل ہوں میں اک کھو کے بیٹے طفل نورس کا — لگا برجستہ اس توہین سے دل پر مرے دھکا
کہا ازرق سے ابنِ سعد نے تو نے یہ غلط سمجھا — نہیں سمجھا اگر قاسمؑ کو کمسن ہی فقط سمجھا
علیؑ شیرِ خدا کا قاسمؑ شہزور پوتا ہے — یہ وہ ہے جس پہ دھوکا حیدرؑ صفدر کا ہوتا ہے
بنا باتیں نہ اب ہاں جلد جا لڑنے کو میداں میں — نمایاں کر جو دم خم ہے تری شمشیرِ عریاں میں
کہا ازرق نے قاسمؑ سے میں لڑنے خود نہ جاؤں گا — مگر سر اس کا گردن سے اتروا کر منگاؤں گا
کڑک کر چاروں بیٹوں کو بلایا سامنے اپنے — امیرِ فوج سے سب کو ملایا سامنے اپنے
بظاہر تیغ زن چاروں امیر معلوم ہوتے تھے — جری و فتنہ خو بیداد گر معلوم ہوتے تھے
بڑے بیٹے سے ازرق نے کہا اے جنگجو لڑکے — سنان و تیغ کے جوہر دکھا قاسمؑ سے تو لڑ کے
ابھی میداں میں جا سرتن سے قاسمؑ کا جدا کر دے — قیامت عرصۂ پیکار میں تازہ بپا کر دے
دلاور پہلوں یہ سنتا میداں میں آیا — اٹھائی تیغ گھوڑوں کو کیا مہمیز چلّایا

سپر اس ہاتھ میں تھی اس ہاتھ میں شمشیرِ عریاں تھی
شجاعت رخ سے طاقت دست و بازو سے نمایاں تھی

مقابل کو ستمگر دور سے للکارتا آیا
فرس کو ہر قدم پر ٹھوکروں سے مارتا آیا

اٹھایا ہاتھ کھینچی تیغ چاہا چھوڑ دے خنجر
کہ قاسمؑ نے کیا نیزہ کا فوراً وار سینہ پر

فنونِ جنگ سے واقف تھا آگے کو سپر کر دی
انی نیزہ کی توڑی ڈھال سے فوراً بہ پامردی

شکستہ پا کے نیزہ کو اٹھائی تیغ قاسمؑ نے
بدل کر نیزہ چھوڑی اُدھر تلوار ظالم نے

سپر پہ شاہزادے نے مگر تلوار کو روکا
بعجلت رخش کو پیچھے ہٹایا وار کو روکا

ہوئے تیغِ عدو کے پھلپن سے ڈھال کے ٹکڑے
بڑھے قاسمؑ اڑانے دشمنِ بدحال کے ٹکڑے

عقب سے ڈھال لا کر دوسری ابنِ انس نے دی
مگر دیکھا کہ پنجہ دستِ شہزادہ کی ہے زخمی

عمامہ پھاڑ کر ابنِ انس نے زخم کو باندھا
دوبارہ کر دیا فرزندِ ازرق نے پھر اک حملا

بچا پہلو بچا کر شاہزادہ تیز دستی سے
گرا قاتل زمیں پر جھونک کھا کر جوشِ مستی سے

ڈھلک کر خود سر سے گر گیا چوٹ آئی کچھ سر میں
لٹیں بالوں کی لیکن آگئیں دستِ دلاور میں

جٹائیں کھینچکر بٹھا دیا گھوڑے کو غازی نے
دیا خود سر کو جھک کر ہر طرف مردِ حجازی نے

زمیں پر دھڑ سے دے مارا گھما کر ابنِ ازرق کو
کیا فی النار یوں آخر عدوئے دینِ برحق کو

پسر کے قتلِ ذلت خیز پر رویا بہت ازرق
ہوا ناری کا رنج و یاس سے منہ فق کلیجہ شق

بڑھا قاسمؑ سے لڑنے کے لئے مقتول کا بھائی
سرِ میداں سے بھی کھینچ کر دامن قضا لائی

ہنر اکثر دکھائے نیزہ و شمشیر و خنجر کے ۔۔۔ مگر پہلو میں کھا کر نیزہ کاری گرا مر کے
بھڑک کر تیسرا بھائی بہ جوش انتقام آیا ۔۔۔ اجل کے ہاتھ یہ ناکام بھی میداں میں کام آیا
ارادہ کر دیا ارزق نے خود میدان داری کا ۔۔۔ تماشا کر رہی تھی فوج اسکی آہ و زاری کا
بڑھا چوتھا پسر میداں کی جانب باپ سے پہلے ۔۔۔ پدر سے کہہ گیا میں جان دونگا آپ سے پہلے
کیا شہزادہ قاسم پر حملہ مقابل سے ۔۔۔ پڑی تلوار جب تلوار چھوٹی دست قاتل سے
کٹا شانہ سے دہنا ہاتھ گھوڑے سے گرا ناری ۔۔۔ جہنم آشنا پہونچا جہنم تک بصد خواری
فضائے نور میں گونجیں دعائیں فتح و نصرت کی ۔۔۔ نگاہیں جھک گئیں سجدے کو مشتاق شہادت کی
ادھر ارزق بصد غیظ و غضب میدان میں آیا ۔۔۔ زباں پر گفتنی ناگفتنی الفاظ کچھ لایا
کئے نیزہ کے بارہ وار جوش غم میں غازی پر ۔۔۔ پدر قادر تھا مگر آمادہ تھا بندہ نوازی پر
ہوا میلا نہ اک متھے بدن اس مرد میداں کا ۔۔۔ گیا ہر وار خالی ارزق خنجر بد اماں کا
کیا نیزہ سے حملہ فتنہ جو نے اسپ غازی پر ۔۔۔ گرا گھوڑا زمیں پر زخم خوردہ کاٹ کر چکر
محمد بن انس میدان میں لائے دوسرا مرکب ۔۔۔ تماشا دیکھتے تھے جنگ کا فوجی سپاہی سب
ہنر صدہا دکھائے جنگ کے ارزق نے گو رن میں ۔۔۔ رہے آلات حرب و ضرب بھی گو دست ناہنجار میں
نتیجہ کچھ نہیں نکلا مگر زور آزمائی کا ۔۔۔ نظر آیا خلاف آرزو نقشہ لڑائی کا
کہا غازی نے حربے اور جو چاہے جتنے اب کرلے ۔۔۔ ارادے جو نہاں سینے میں ہوں پورے وہ سب کرلے

یہ کہہ کر سن سے [illegible] تیغ جب قاسمؑ نے میداں میں
شعاعِ مہر بن کر برق سی کوندی بیاباں میں

چمک سے تیغ کی جھپکی نگاہِ ارزقِ شامی
بچایا وار کو چھائی مگر ظالم پہ ناکامی

کہا قاسمؑ سے یہ تلوار تو میں نے خریدی تھی
دیئے تھے لاکھ درہم زہر میں بجھوا کے رکھی تھی

تعجب ہے کہ پہونچی آپ کے ہاتھوں میں کیونکر
کہا قاسمؑ نے بیٹے سے ترے چھینی ہے او خودسر

سمجھ کر یہ فریبِ جنگ دیتا ہے مجھے دشمن
مجاہد مسکرا کر یوں ہوا ا[illegible]ن پہ طعنہ زن

بہت شہرہ ہے سنتا ہوں تری میدان داری کا
مگر ہے تنگ ڈھیلا بے خبر اب تک سواری کا

جھکا ارزق سنبھل کر تنگ کی جانب نظر ڈالی
بعجلت وار کرنے کو بڑھا شہزادۂ عالی

کمر پر تیغ ماری کہہ کے اِلّا اللہ غازی نے
دکھائی صولتِ شیرِ خدا کیا واہ غازی نے

گرا ارزق کا لاشہ پشتِ زیں سے ہو کے دو ٹکڑے
ہوئے نادم کھڑے تھے شامیوں کے رن میں جو ٹکڑے

امامِ دوسرا نے بڑھ کے قاسمؑ کی جبیں چومی
مبارکباد اوجِ آسماں نے دی زمیں چومی

کہا قاسمؑ نے عمِ محترم مل جائے گر پانی
باذن اللہ ہو فوجِ عدو کا زور سب فانی

ظہورِ خلد کی شہ نے بھتیجے کو بشارت دی
نویدِ حاضریِ بزمِ سلطانِ رسالت دی

امامِ پاک کے دستِ کرم کو چوم کر قاسمؑ
بڑھے پھر تیغ بر کف تا صفوفِ لشکرِ ظالم

ہزیمت خوردہ فوجِ شام لڑنے سے گریزاں تھی
سپاہِ بیکراں ہیبت زدہ سر در گریباں تھی

کئے دو تین حملے پے بہ پے غازی نے دشمن پر
بہت سے زخم تلواروں کے کھائے پشت و گردن پر

کسی کو سامنے سے حملہ کرنے کی نہ تھی جرأت
مگر پیچھے سے آکر وار کرتے تھے بے ہمت

شباب پہ جنگ تھا جاری بصد شدت لڑائی تھی
سپہ سالار نے پیچھے سے فوج آگے بڑھائی تھی

صفوں میں جس قدر آگے کو بڑھ جاتا تھا شہزادہ
عقب سے فوج حملہ کے لئے ہوتی تھی آمادہ

شہادت حضرت قاسم رضؓ

یکایک عمر ابن سعد نکلا تول کر خنجر
چلا دی بے حیا نے تیغ فوراً پشتِ قاسم رضؓ پہ

یہ عمر سعد ازدی خانداں کا اک سپاہی تھا
سیہ کار و قوی ہیکل مجسم روسیاہی تھا

لگا وہ زخم کاری تیغ کا پشتِ مبارک پر
گرا شہزادہ پشتِ زیں سے یا عماہ فرما کر

لپک کر شاہِ دیں نے تیغ ماری عمر کے سر پہ
مگر روکا سیہ باطن نے فوراً ہاتھ پہ خنجر

کٹا کہنی سے دہنا ہاتھ چیخا زور سے ناری
گرا دھڑ سے زمیں پر خون کا چشمہ ہوا جاری

کچل ڈالا خود اسکی فوج کے گھوڑوں نے ظالم کو
کیا پائے اجل نے ریزہ ریزہ جسمِ سالم کو

امامِ دوسرا قاسم رضؓ کے بالیں پہ تھے استادہ
زمیں پر قبلہ رو تھا جاں بحق ہونے کو شہزادہ

لہو کا ہر بنِ مو سے رواں تھا ایک فوارا
بدن سر تا بپا زخموں سے چھلنی چور تھا سارا

حضور اندوہ کے عالم میں صرف اشکباری تھی
زباں سے حالتِ رقت میں یہ الفاظ جاری تھے

ہے لعنت اس ظلم رانی اس ستم اس حق شکافی پر
نہ کھایا رحم قاتل نے تمہاری نوجوانی پر

مرے لختِ جگر امداد کے طالب ہو تم مجھ سے
مگر ہیں قوتیں امداد کی سب آج گم مجھ سے

میں چاہوں بھی تو اب کوئی اعانت کر نہیں سکتا
جہاں تم ہو وہاں جانے کی ہمت کر نہیں سکتا

ہو تم اے نورِ دیدہ اوجِ علیین پر فائز
مقامِ قرب میں ہو مسندِ تمکین پر فائز

بچا اب تک تمہارا اے عزیز از جاں یہ دنیا میں
مگر تم جلوہ آرا ہو چکے فردوسِ عقبیٰ میں

تمہارا منتقم لاریب خلاقِ دو عالم ہے
وہی ہے شاکیِ لطف و [illegible] بیدادِ پیہم ہے

اِدھر لب پر امامِ پاک کے فقرے یہ جاری تھے
اُدھر قاسمؓ ہم آغوشِ وصالِ ذاتِ باری تھے

ہوئے واصل بحق آخر شہادت پائی قاسمؓ نے
جوانانِ بہشتی کی سیادت پائی قاسمؓ نے

ہوئے قاسمؓ بھی شامل اہلِ حق میں حق رسیدوں میں
انھیں بھی لا کے رکھا شاہِ والا نے شہیدوں میں

گیا نورِ نگاہِ حضرتِ شبیرؓ جنت میں
ہوئی پنہاں نبیؐ کی چاند سی تصویر جنت میں

حسنؓ کا لاڈلا لختِ جگر فردوس میں پہونچا
پدر کے سامنے جانِ پدر فردوس میں پہونچا

الٰہی واسطہ روحِ شہیداں جانِ قاسمؓ کا
الٰہی واسطہ رنگینیٔ دامانِ قاسمؓ کا

مسلمانوں کو ذوقِ حریت دے جوشِ ایماں دے
عطا کر جذبۂ اسلام دل میں نورِ عرفاں دے

محبت ملتِ بیضا کی ہاں سچی محبت دے
عطا کر اتحادِ باہمی درسِ اخوت دے

شہیدانِ وفا کا جوش مسلم کو عنایت ہو
عمل کا جذبۂ خاموش مسلم کو عنایت ہو

حضرت امامؑ کا عزمِ جہاد اور حضرت عباسؑ کی میدان داری

خدا کی شان کے قربان گردِ خیمۂ انور   نہ اب کوئی نگہباں تھا نہ کوئی مونس و یاور
نہ خیمہ میں بجز سجادؑ کوئی مرد باقی تھا   نہ جز عباسؓ حضرت کا کوئی ہمدرد باقی تھا
تہ و بالا تھی دنیا آلِ اطہر کی امیدونکی   طوافِ خیمہ روحیں کر رہی تھیں کچھ شہیدونکی
قیامت خیز تھا یہ حشر آسا دورِ تنہائی   زمینِ کربلا پر ہر طرف تھی بے کسی چھائی
امامِ دوسرا نے سوئے میداں قصد فرمایا   ادھر آیا رگوں میں خون آنکھوں میں جلال آیا
یکایک سامنے خیمے کے آیے اسپ دوڑا کر   علمبردارِ لشکر حضرتِ عباسؓ بن حیدرؓ
ہنوز عباسؓ والا شان علمبردارِ لشکر تھے   یہ زندہ یادگارِ فاتحِ احزاب و خیبر تھے
عیاں تھا ان کے رخ سے رعبِ حیدرؓ شوکتِ شاہی   تھا انکے دست و بازو میں نہاں زورِ یداللّٰہی
مسلسل صبح سے گو آپ تھے ہر جنگ میں شامل   مگر اس وقت تک تھے پرچمِ اسلام کے حامل
یزیدی خیمہ پہ لوز پر جب حملہ کرتے تھے   تو اکثر آپ کی تلوار سے بے موت مرتے تھے
محافظ تھے یہ خیمے کے نہ تھا جب پاسباں کوئی   تھے یہ ہمراز بھائی کے نہ تھا جب رازداں کوئی
عنانِ مرکبِ انور انھوں نے تھام لی آکر   کہا جانِ برادر ہے ابھی موجود یہ چاکر
ابھی عباسؓ زندہ ہے ابھی عباسؓ باقی ہے   ابھی اس کی رگوں میں جنگ کا احساس باقی ہے

ابھی زنہار آمادہ نہ ہوں سرکار لڑنے پر　　ابھی ہرگز نہ لیں سرکار دستِ پاک میں خنجر

اجازت دیجئے ہیں تشنۂ جامِ شہادت ہوں　　مجھے بھی کیجئے رخصت کہ میں مشتاقِ جنت ہوں

کہا عباسؑ ہاں اکبرؑ رہیں بچے تم بھی جاتے ہو　　مجھے ان بیکسی پر خون کے آنسو کیوں رلاتے ہو

رضینا بالقضا کہہ کر کیا عباسؑ کو رخصت　　چلا مقتل کی جانب سر بکف غازی بصد ہمت

سرِ اقدس پہ رومی خود تھا چار آئینہ بر میں　　سپر تھی کتف مصری تیغ تھی [illegible] دستِ دلاور میں

نجابت ہمرہ تھا اکبرؑ کف میں اسلام کا جھنڈا　　سلامی سامنے جس کے تھا فوجِ شام کا جھنڈا

بڑھا کر توسنِ تازی کو میداں میں دیا کاوا　　انھیں دیکھا تو فوراً دشمنوں نے کر دیا دھاوا

گرے یہ میمنہ پر میسرہ کو توڑ کر نکلے　　کسی کو نیم جاں بسمل کسی کو چھوڑ کر نکلے

کسی کا سر قلم ٹکڑے کسی افسر کے کر ڈالے　　کیا پامال اس کو پاؤں سر کتنے جدا کر ڈالے

چمک سے تیغِ شعلہ بار کی خیرہ نگاہیں تھیں　　کشادہ ناریوں کے واسطے دوزخ کی راہیں تھیں

کیا جولاں فرس کو قلبِ لشکر کی طرف پہنچے　　پڑی بھگدڑ جدھر یہ دلبرِ پیرِ نجف پہنچے

غضب سے جب ہوئی یورش تو پیچھے کو پلٹ آئے　　ہوا جب حملہ آگے سے تو یہ آگے کو ہٹ آئے

غرض تھا معرکہ گھمسان کا تھی جنگ شدت کی

لڑائی لڑ رہا تھا مردِ خوش آہنگ شدت کی

طلبِ آب اور انتہائے تشنگی

یکایک العطش یا ابنِ حیدرؓ کی صدا اٹھی　　ہوائے گرم خیمہ کی طرف سے بر ملا اُو بھی
پلٹ کر سوئے خیمہ رن سے غازی نے نظر ڈالی　　ستونِ خیمہ پر آیا نظر مشکیزہ خالی
سکینہ فاطمہ کو تشنگی سے مضطرب پایا　　خواتینِ معظم کو بحال منقلب پایا
عنانِ اسپ کو عباسؓ نے میدان سے پھیرا　　اُدھر آئے جدھر تھا عترتِ اطہار کا ڈیرا

حضرت عباسؓ کی فراتِ فاتحانہ رسائی

اُٹھا کر مشک پشتِ زین پر جو رکھ لی دلاور نے　　وہیں سے سمتِ دریا کیطرف باندھی دلاور نے
سوارانِ محافظ کی طرف گھوڑے کو دوڑایا　　علم کو ران میں دابا لبِ خنجر کو چمکایا
کیا اک نعرۂ شیرانہ اور سوئے فرات آئے　　قطع کرتے ہوئے اشرار کا دورِ حیات آئے
تھے فوجِ مخالف کے جو غازی سے اُلجھتے تھے　　وہ تیغ تیز کے ہاتھوں جہنم میں پہنچتے تھے
بہت روکا بہت خنجر زنی کی فوج و لشکر نے　　مگر ٹکڑے اُڑائے دشمنوں کے تیغ دوسر نے
سیکڑے کائی کی صورت سامنے سے بڑھے دشمن　　ہوئے فی النار خنجر سے گلے جتنے ملے دشمن
سپاہِ شام پر غالب امیر کا سنات آیا　　دلاور تیغ زن عباسؓ غازی تا فرات آیا

… کر دو وقت ہم رہ پہنچا دیا گھوڑے کو دریا میں
ہر اک سقا کی تھا غرق ندامت فوج اعدا میں

اشارہ اسپ تازی کو کیا پانی کے پینے کا
پیاسا گرچہ تھا رہوار لیکن تھا قرینے کا

لگا جب منہ سے آب نہر ہونٹوں پر تری آئی
ہٹالی خود ہی سطح آب سے گردن بہ رعنائی

بھری عباسؓ نے فی الفور اپنی مشک پانی سے
کیا سیراب چشم تر کو دریا کی روانی سے

لیا چلو میں پانی اور پینے پر ہوئے مائل
مگر جب یاد آئے تشنہ لب دل ہو گیا گھائل

پڑھی لاحول پھینکا آپ نے پانی کو چلو سے
اٹھائی مشک کاندھے پر اٹھے رخصت لب جو سے

غیور ایسے نہ جوش تشنگی میں بھی پیا پانی
رہے لب تشنہ آخر وقت تک گو پا لیا پانی

فرق مراتب انسانی حیوانی

یہ فرزند علیؓ شیر خدا تو خیر انساں تھے
فضائل آل ہاشم کے تمام ان میں نمایاں تھے

نہ پینا انکا پانی داخل شان قناعت تھا
فرس کو کہئے کیا اس درجہ کیوں وہ باحمیت تھا

اثر تھا سب یہ صحبت کا یہ سب فیضان صحبت تھا
خدا کی شان ہوا اس خوش نشان آدمیت تھا

کہا مرکب راز داں بے شبہ ہمدرد اس کو کہتے ہیں
جمال ہمنشیں در من اثر کرد اس کو کہتے ہیں

اسی میدان میں تھے جانور بھی اور انساں بھی
اسی وادی میں تھے فرعون بھی عاجز مسلمان بھی

مگر تھا فرق اتنا آدمی میں اور حیواں میں
تفاوت صاف تھا ظاہر مسلماں نامسلماں میں

وہ حیواں تھے جنھوں نے تشنہ لب انسان کو پاکر
دکھا اب و دانہ میں اس کے بچالیں

وہ حیواں تھے جنھوں نے جان دی انسان کے بدلے
وہ حیواں تھے ہوئے مقتول جو احسان کے بدلے

وہ انساں تھے جفا و جور کرتے تھے جو انساں پر
وہ انساں تھے جنھیں عزت تھا اپنے ساز و ساماں کی

وہ انساں تھے جو کمزوروں سے مجبور دلسے تنتے تھے
وہ انساں تھے جو خود غرض دل سے ساماں بنتے تھے

وہ انساں تھے جو کرتے تھے [illegible] بغاوت قدرت حق سے
وہ انساں تھے جو کرتے جنگ آرا اخلاق مطلق سے

وہ انساں تھے جو ہر دم محو استبداد رہتے تھے
وہ انساں تھے جو تھے مسلماں خود کو کہتے تھے

وہ انساں تھے مسلماں ہو کے جو مسلم کے دشمن تھے
وہ انساں تھے جو مسلم تھے مگر اسلام سے نفرت تھی

یہ مسلم تھے مگر تھے ملت بر حق سے بیگانہ
یہ مسلم تھے مگر تھے کفر سامانی میں فرزانہ

یہ مسلم تھے مگر تھے بندۂ حرص و ہوا مسلم
یہ مسلم تھے مگر تھے عاقبت ناآشنا مسلم

یہ مسلم تھے مگر تھے عترت اطہار کے دشمن
یہ مسلم تھے مگر تھے احمد مختار[۱۴] کے دشمن

درندے روپ میں انسان کے یہ خونخوار مسلم تھے
بہ ظاہر خواہ عدوئے دین حق غدار مسلم تھے

یہ وہ ظالم تھے جور و ظلم سے تھا کام بس جنکو
یہ وہ سفاک تھے تھی ملک گیری کی ہوس جنکو

یہ وہ غدار تھے جن کو نہ تھا کچھ پاس ملت کا
غلط حیلہ تراشا تھا بقائے ملک و دولت کا

یہی وہ تھے بلا کر خود جنھوں نے چند ساعت میں
کیا مظلوم آل مرتضیٰ[۱۵] کو قتل غربت میں

بلاشک ایسے انسانوں سے وہ حیوان اچھے تھے
وہ گھوڑے ان کھوڑوں سے علی الاعلان اچھے تھے

حضرت عباسؑ کی فرات سے واپسی

اور یکدستی جنگ

چلے عباسؑ یوں دریا سے پانی مشک میں بھر کر
سپر تھی سایہ افگن مشک پر تھی مشک کاندھے پر

ہر اک جانب سے فوجی روکتے تھے آپکو آ کر
ہر اک کو رکھ لیا تھا آپ نے تلوار کی زد پر

کبھی پیدل پئے یورش قطار اندر قطار آئے
برائے حملہ مل مل کر کبھی سو سو سوار آئے

مگر یہ ہاشمی جنگ آزمودہ کار میداں میں
کئے جاتا تھا سر تلوار پر تلوار میداں میں

کسے ہمت تھی جو بن کر مقابل سامنے آتا
تھا اتنا حوصلہ کس کو جو بزدل سامنے آتا

مجاہد جانب خیمہ بڑھا آہستہ آہستہ
حفاظت مشک کی کرتا چلا آہستہ آہستہ

پئے گفتن عنانِ اسپ زیر ران الجھی تھی
فرس رمز آشنا تھا جان اُسنے بھی لڑا دی تھی

سر میداں فقط اک ہاتھ سارا کام کرتا تھا
صفوں سے برق آسا تیغ زن غازی گذرتا تھا

برابر چل رہے تھے نیزہ و تلوار دشمن کے
سپر سے روکے جاتا تھا غازی وار دشمن کے

قدم رخشِ صبا رفتار کا آگے کو بڑھتا تھا
گرا کر ٹاپ سے یہ سینۂ دشمن پہ چڑھتا تھا

بہت دور آ گئے عباسؑ لیکر مشک دریا سے
لڑائی جو کہ تھی جاری رہی افواجِ اعدا سے

مسلسل عمر ابن سعد محو شور و شیون تھا
برابر مبتلا اس فکر میں اس غم میں دشمن تھا

لیے جاتے ہیں پانی مشک میں عباسؑ دریا سے
اگر پانی سے اب بھی ہیں عترتؑ پیاسے

نور وحِ تازہ پھر آجائے گی ابنائے حیدرؑ میں
نئی قوت کریگی عود پھر سبطِ پیمبرؑ میں

پھر ان سے یہ شکستہ فوج ہرگز لڑ نہ پائیگی
سپاہِ شام سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جائیگی

سپہ سالارِ لشکر کو بھی اندیشہ پیہم تھا
بمیداں ہر اک فوجی مدبر کو بھی غم تھا

حضرتِ عباسؓ پر یورشِ لشکر

نئی تدبیر سوچی عمر ابنِ سعد نے فوراً
کہا بعض افسروں نے بھی کہ ہے یہ رائے مستحسن

پرا کچھ فوجیوں کا میمنہ کی سمت سے نکلا
نہایت زبردستی سے کیا عباسؓ پر حملہ

سنبھل کر محوِ خنجر آزمائی ہو گیا غازی
ہجومِ دشمنانِ دیں میں گویا کھو گیا غازی

جو آیا سامنے تیغِ رواں نے کر دیئے ٹکڑے
سپاہِ شام کے قرشی جواں نے کر دیئے ٹکڑے

لڑائی میں بہت مشغول جب عباسؑ کو پایا
دبے پاؤں بچا کر آنکھ نوفل پشت سے آیا

کیا بزدل نے بازوئے علمبردار پہ حملہ
کیا لیکن کیا غازی کو پا کر بے خبر حملہ

پڑا اس زور سے ناری کا دوشِ پاک پہ خنجر
کہ خود سر دُھن کے فرطِ غم سے لوٹا خاک پہ خنجر

ستمگر وار کاری کر گیا حیلے بہانے سے
جدا کٹ کر ہوا غازی کا دہنا ہاتھ شانے سے

سنبھالی دوسرے کاندھے پہ فوراً مشک غازی نے
کیا صرفِ دعا پھر انبساطِ سرفرازی نے

[illegible] / [illegible] میں فوج اشقیا پر وار غازی نے
[illegible] / [illegible] تھی رخصت جو مدام فرزند حیدرؓ سے
مگر مصروفیت تھی جنگ میں پہلے سے کچھ زائد / خجل تھا اس شجاعت پر ہر اک افسر ہر اک قائد
کیا اک شامی ناپاک نے پیچھے سے پھر حملہ / گرا بازوئے چپ بھی دوش سے پھر لٹکے غازی کا
جھکا کر گردن مجروح پکڑی مشک دانتوں میں / دو تیر پاس سے لیکن بھر آئے اشک آنکھوں میں
دو آبہ خون کا جاری تھا پیہم دونوں شانوں سے / برستا تھا لہو اس بیکسی پر آسمانوں سے
سپر خنجر سناں، نیزہ نہ تھا کچھ پاس غازی کے / شہادت ہاں مگر نزدیک تھی عباسؓ غازی کے
یکایک سامنے سے تیر مارا اک ستمگر نے / بھرا مشکیزہ فوراً چیر ڈالا ناوک خنجر نے
ستم کوشوں نے کردی ختم آخر ظلم رانی سب / بہا بصورت آب رواں چھاگل سے پانی سب

شہادت حضرت عباسؓ علمدار

کہا غازی نے یا اللہ صدقے تیری حکمت کے / نہیں ہوتا جہاں میں کچھ بلا تیری مشیت کے
نہ تھا لب تشنگان دشت کے مقسوم میں پانی / اجل تھی کربلا میں بیکسوں کو ہانکے یوں آئی
دو تیر ناتوانی سے گرا عباسؓ کا جھنڈا / ہوا لیکن نہ اب بھی یاریوں کا ہائے دل ٹھنڈا
کیا حملہ یزیدی فوج نے بر دست و بازو پر / چلائے ہر طرف سے کر کے یورش نیزہ و خنجر

یہ عالم جب حسینؓ سرورِ دیں کو نظر آیا
تڑپ اٹھا خیمے سے ... ہو کر ... میں فرمایا

سپہ سالارِ لشکر نقف ہے تیری اس دلیری پہ
کیے جاتا ہے حملے بسمل بے جاں تل مل کر

صفوں میں بڑھ بھی آئی پڑھے سرکار آگے کو
بڑھا دی ذوالفقارِ حیدرِ کرار آگے کو

قریبِ حضرتِ عباسؓ جب سلطانِ دیں پہنچے
شہیدِ راہِ حق تا سرحدِ خلدِ بریں پہنچے

علمبردارِ ملت ہو گئے قربان ملت پر
خدا کی راہ میں عباسؓ نے دی جان ملت پر

یہ سقائے سپاہ نورِ عینِ ساقیٔ کوثر
ہوا واصل بحق پہونچا حضورِ داورِ محشر

شہادت عرصۂ پیکار میں عباس نے پائی
جگہ محبوب کے دربار میں عباس نے پائی

دُعا

خدائے پاک روحِ حضرتِ عباسؓ کا صدقہ
الٰہی اس شہیدِ صاحبِ احساس کا صدقہ

علمبردار سلطانِ شہیداں کے تصدق میں
شہیدانِ وفا کے جوشِ ایماں کے تصدق میں

عطا کر ہم کو ذوقِ حریت پندارِ آزادی
بنا دے ہر مسلماں کو علمبردارِ آزادی

ہمیں عباسؓ کا جوش یہ الٰہی عطا فرما
نشانِ نصرتِ حق پرچمِ شاہی عطا فرما

ہمیں ذوقِ جہادِ حریت شوقِ شہادت دے
الٰہی حیدرِ کرارؓ کی ہم میں شجاعت دے

ہمیں غالب ہمارے دشمنوں کو زیر فرما دے
ہمیں اک جرعۂ جامِ فنا سے سیر فرما دے

[illegible] باقی — بناہر نشر وش دین حق کو قاسم علم ثانی
[illegible] ت کا — ہمیں پھر درس دے یا رب مساوات اخوت کا
[illegible] کی رکھے — الٰہی دو جہاں میں آبرو اسلام کی رکھے

منظر یاس والم

[illegible] حسرت افزا ہے — خود اپنی ہستی معدوم پر مجبور دنیا ہے
[illegible] کے عالم میں — دو عالم خاموشی کے ساتھ ہیں صرف ماتم میں
[illegible] صرف نالاں ہیں — مقام ہو میں ساکت ساکنانِ عرشِ اعلیٰ ہیں
[illegible] سرنگوں غم سے — جہانِ آب و گل خاموش ہے صدماتِ پیہم سے
[illegible] سر کو دھنتے ہیں — پریشاں ہو کے ذرے دشت کے کانٹے سے چھنتے ہیں
[illegible] غم سے جاری ہے — حباب آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے محو زاری ہے
[illegible] برباد یاں چھائیں — ریاضِ دہر کی سرسبزیاں ساری ہیں مرجھائیں
[illegible] فرسا ہے — ہے صحرا خوں بداماں آسماں سے خون برسا ہے
[illegible] خونِ انساں میں — لہو کی ندیاں جاری ہیں ہر جانب بیاباں میں
[illegible] پھرتی ہے — ہلاکت دشمنِ جاں ہر طرف مدہوش پھرتی ہے

فضائے عرصہ گاہِ جنگ دشت گاہِ محشر ہے
قیامت آج قائم [illegible] میں پر ہے

وقارِ عالمِ انسانیت برباد ہوتا ہے
وجودِ مجلسِ ہستی عدم آباد ہوتا ہے

مظالم کی مکمل ہر کہانی ہونے والی ہے
نہ ہوگی حشر تک جو ظلم رانی ہونے والی ہے

دوسرا منظر

فرودگاہِ امام اور لشکرِ شام

ہے روزِ جمعہ عاشورہ کا دن دسویں محرم ہے
نیا میدان کا منظر نیا مقتل کا عالم ہے

عجب ہے خیمہ گاہِ عترتِ اطہار کا منظر
عجب ہے فوجِ شام و لشکرِ خونخوار کا منظر

ہیں دشتِ کربلا میں چند خیمے آلِ اطہر کے
نظر آثار آتے ہیں جہاں انوارِ داور کے

نگہباں ہے نہ خیموں پر نہ حاضر پاسباں کوئی
نہ کوئی حاجبِ در ہے نہ خادم ہے یہاں کوئی

ہیں ان خیموں سے وابستہ اُمیدیں نا امیدوں کی
ہیں گردِ خیمہ بے گور و کفن لاشیں شہیدوں کی

گھٹائیں چھائی ہیں اندوہ و غم کی پاک خیموں پہ
کئے ہے سایہ روحِ صاحبِ لولاک خیموں پہ

درونِ خیمہ مستورات پر سکتے کا عالم ہے
سکون و صبر کی باہم دگر تسلیم پیہم ہے

وفورِ غم میں دل سے آہ رک رک کر نکلتی ہے
کلیجہ منہ کو آتا ہے الٹی سانس چلتی ہے

بندھی ہیں ہچکیاں ضبطِ فغاں سے جو نہ تھمتی ہیں
ہیں صبر و شکر کے الفاظ لب پہ مصرت ہیں

چہرہ ... منظر ہے جانِ سکینہؑ پر
غمِ پیہم سے ہر خاتون کا مجروح سینہ ہے

ہر اک بی بی ہے ششدر رباب و فاطمہؑ خاموش و حیراں ہیں
جگر پر ہاتھ دِل تھامے ہوئے با چشمِ گریاں ہیں

لبوں پر جاں لبِ سجادؑ پر حیرت سی چھائی ہے
دُہائی اے معینِ بیکساں تیری دُہائی ہے

یہ منظر وقتِ غربت میں ہے اہلبیتِ اطہر کا
عدم کی راہ میں ہے کارواں سبطِ پیمبرؐ کا

اِمامِ پاک سب کو صبر کی تلقین کرتے ہیں
دمِ آخر بھی تلقینِ اصولِ دین کرتے ہیں

خواتینِ حرم سے ہوتے ہیں شاہِ دیں رخصت
مکینِ خلد کی ہے جانبِ خلدِ بریں رخصت

معروضہ حضرتِ سجادؑ

شہِ والا ابھی خیمے سے باہر بھی نہ جا پائے
کہ دیکھا لڑکھڑاتے سامنے زین العباؑ آئے

ضعیف و ناتواں ہیں ضعف سے لرزہ بدن میں ہے
سراپے گفت دم آنکھوں میں ہے بارِ رسن تن پر ہے

عمامہ سر پہ ہاتھوں میں عصا پہلو میں خنجر ہے
نظر ہے سوئے میدانِ وغا رُخ جانبِ در ہے

قریبِ شاہِ دیں آئے جھکایا سر کو قدموں پر
ادب سے عرض کی اے قبلۂ کونین کے سرور

خدارا لاج اب رکھ لیجئے بیمار بیٹے کی
فغاں سُن لیجئے اپنے ضعیف و زار بیٹے کی

مرے ہوتے ہوئے سرکار جائیں رن میں ناممکن
ہیں یوں سرکار کو دیکھوں صفِ دشمن میں ناممکن

نہ فرمائیں حضور اقدام ابھی مجھ کو اجازت دیں
ہیں خواہانِ شہادت ہوں مجھے اذنِ شہادت دیں

لگایا آپ نے لختِ جگر کو بڑھ کے سینے سے
تسلی دی کہا بیٹا نہ ہو [illegible] سے

ہو تم روحِ روانِ اہلِ بیتِ پاکؑ دنیا میں
چلے گا تم سے نامِ صاحبِ لولاکؐ دنیا میں

بقائے نسلِ سلطانِ دو عالم کا سبب تم ہو
جہاں میں یادگارِ عترتِ محبوبِ رب تم ہو

یقیناً ناخدائے کشتیٔ اہلِ عبا ہو تم
یقیناً قلزمِ توحید کے موج آشنا ہو تم

ہو میرِ قافلہ تم کاروانِ نسلِ حیدرؑ کے
ہو تم سالارِ اعظم ملتِ محبوبِ داور کے

تمہیں دنیا میں رہ کر رہبری دنیا کی کرنا ہے
تمہیں ہر دورِ نیک و بدِ دنیا سے گذرنا ہے

اسیرانِ محن ہیں سب تمہاری ہی حفاظت میں
ہو تم محرم خواتینِ حرم کے دشتِ غربت میں

یہ فرما کر لگایا آپ نے عابدؑ کو سینے سے
عطا کیں نعمتیں وہ سب جو پائی تھیں مدینے سے

بنایا دم زدن میں لختِ دل کے دل کو آئینہ
علومِ معرفت سے بھر دیا سجادؑ کا سینہ

تسلی دی خدا حافظ کہا سب خستہ حالوں کو
سپردِ اللہ کی فرما دیا اللہ والوں کو

معروضاتِ شہربانوؑ

کیا تھا قصد خیمے سے نکلنے کا شہِ دیں نے
کہ روکا سامنے سے راستہ بانوئے غمگیں نے

ادب سے شہربانو نے گذارش کی شہِ والا
مری دنیائے راحت آج ہوتی ہے تہ و بالا

ہیں صدقے دشمنوں میں مجھ کو کس پر چھوڑے جاتے ہو
کہاں جاتے ہو مجھ سے آہ کیوں منہ موڑے جاتے ہو

مرے کاندھے پہ بتلاؤ تو چادر کون ڈالے گا

لٹے گا قافلہ جب دور ہوگا فتنہ کوشی کا
کسے احساس ہوگا قیدیوں کی پردہ پوشی کا

عدو پردہ دری پہ ہوگا جب مائل اسیروں کی
کریگا کون شاہا دستگیری ہم فقیروں کی

کہہ کے حضرت کہا اے شہربانو دختر کسریٰ
مجھے ہے علم ہو تم گوہر تاج سر کسریٰ

تعجب ہے کہ قید و بند کا کیوں تم کو خطرا ہے
یہ وقت بد تو اس سے پہلے بھی تم پہ گذرا ہے

تمہیں اس دور کی بھی یاد ہے اے نیک شہزادی
تمہارے زیر فرماں جبکہ تھی فارس کی ہر وادی

لقب تھا جب تمہارا شہربانو ملکۂ عالم
سلامی تھا تمہارے در پہ جب ایران کا پرچم

زمانہ دختر نوشیرواں کہتا تھا جب تم کو
تھے حاصل اختیارات حکومت کے سب تم کو

ہمیشہ جب کہ تم صرف نشاط و وقف شادی تھیں
تمہاری سلطنت فارس میں تھی تم شاہزادی تھیں

تمہارے ملک میں سورج تھا جب اسلام کا چمکا
پھریرا جب اڑا ایران میں تھا فاروق اعظمؓ کا

کیا تھا فتح جب ایران کو فوج حجازی نے
حد فارس پہ جب گاڑا تھا جھنڈا اسعدؓ غازی نے

نہ تھا حاصل نہیں امن و اماں اپنی حکومت میں
سمٹ آئی تھی ساری سلطنت مال غنیمت میں

نصیب دشمناں تم قید ہو کر جب بھی آئی تھیں
یہی سب کلفتیں اس وقت بھی تم نے اٹھائی تھیں

سنے جب شہربانو نے یہ جملے رو کے فرمایا
خدا رکھے مرے سر پہ ہمیشہ آپ کا سایا

میں اپنے ملک سے جب قید ہو کر پہلے آئی تھی
خدائی تھی خدا کی مصطفیٰ کی مصطفائی تھی

بیں بھی نا مسلمہ لیکن مسلمانوں کی قیدی تھی
اُمید عیش سے وا [illegible] سیدی تھی

مجھے لائے تھے جو قیدی بناکر تھے خدا والے
محافظ تھے مرے اللہ والے مصطفیٰ والے

سپاہی پیکرِ خلق و عطا تھے شاد تھے قیدی
بظاہر تھے حراست میں مگر آزاد تھے قیدی

نظر بندوں کی دلجوئی برابر ہوتی جاتی تھی
تواضع بھی پیہم ہر قدم پر ہوتی جاتی تھی

مرے محمل کے گرد [illegible] جتنے بھی نگہباں تھے
شریف و رحمدل تھے پاک طینت تھے مسلماں تھے

مجھے ایران سے لایا گیا تھا جب مدینے میں
خدا معلوم تھے کیا کیا تخیل میرے سینے میں

مگر جب مجلس فاروقؓ اعظم میں ہوئی پیشی
نظر آئی مجھے اپنے مراتب میں کہیں بیشی

یہاں کی اے امامِ دوسرا برعکس حالت ہے
یہاں دشمن عدوئے دینِ سلطانِ رسالت ہے

مسلماں ہیں مسلماں کے یہاں یہ شاہِ دیں دشمن
یہاں اولادِ پیغمبر سے ہے چیں بر جبیں دشمن

ہیں ناموسِ رسول اللہ کے دشمن یہاں ظالم
یقیناً ڈھائینگے ہم پر مظالم خوں چکاں ظالم

یہ ظالم سب ہماری آبرو ریزی کے خواہاں ہیں
درندے آدمی کے بھیس میں یہ دشمنِ جاں ہیں

مرے مقسوم میں پہلے لکھا جب قید خانہ تھا
وہ مسعود و مبارک سعدؓ اعظم کا زمانہ تھا

مگر یہ دورِ ابنِ سعد ہے اب اسکو کیا کہیے
بر اس دور کو یا اپنی قسمت کو برا کہیے

مرے پیشِ نظر ہے ہائے جو آنے والا ہے
محافظ ہائے کون اپنا بجز باری تعالیٰ ہے

تسلی شہربانو کو امامِ دوسرا نے دی
صدا لا تقنطو کی روحِ محبوبِ خدا نے دی

... زوال آیا — پا انتقام پہ ابن سعد کی دل میں ملال آیا

[illegible] — ٹپکتی تھی ید اللّٰہی جلالت پاک چہروں سے

... پسر حیدر کرار ہاتھوں میں — لیا تیر و کمان جعفرؑ طیار ہاتھوں میں

بڑھایا اسپ برق آسا کو کاوا دیکے میداں میں — پڑی بھگدڑ مچی ہل چل سپاہ فتنہ ساماں میں

چمک سے تیغ کی خیرہ ہوئیں آنکھیں جفاجو کی — ہوا ایسی صورتیں [illegible] ضعیفوں کی

انی نیزے کی سینوں سے گزر کر تا سما پہونچی — گرے راکب جہاں گھوڑے کی ٹاپوں کی صدا پہونچی

پیادے ہر طرف کو جان بچا کر بھاگے جاتے تھے — سواروں کے پرے تیغ قضا کے آگے جاتے تھے

سراسیمہ جلال شاہ سے تھے کوفی و شامی — نظر کے سامنے منڈلا رہی تھی سر پہ ناکامی

ذرا گھوڑا بڑھا دیتے تھے جس جانب شہ والا — نظر آتے تھے دستے فوج دشمن کے تہ و بالا

کسی کو سامنے پڑنے کی جرأت ہی نہ ہوتی تھی — اجل ان بزدلوں کی جان کو میداں میں روتی تھی

غضب نیزہ زنی تھی تیر اندازی قیامت تھی — لب خنجر کی جنبش صاف پیغام ہلاکت تھی

بدل ڈالا شہ گردوں نشیں نے جنگ کا نقشہ — ہزیمت آشنا تھا فوج بے آہنگ کا نقشہ

ید اللّٰہی شجاعت آئینہ بر کف نظر آئی — ہم آغوش ہزیمت فوج کی ہر صف نظر آئی

جلال و غیض کی یہ جنگ کیا تھی اک قیامت تھی — قدم اکھڑے سے تھے فوج شام کے برگشتہ قسمت تھی

ہوئی جب لڑتے لڑتے تشنگی سرکار پر غالب — کہا خود رفتگی میں یا علیؑ ابن ابی طالب

نظر کی سوئے کعبہ لب پہ اسمائے صفات آئے　　محاذِ جنگ توڑا دم [illegible]

لیا چلو میں پانی قصد فرمایا پئیں پانی　　کہ فوجِ اشقیا نے آپ پہ کی تیر بارانی

حصینِ فتنہ جو نے تیر ایسا تاک کر مارا　　کہ جس نے لبِ معجز نمائے شہ کو چوپارا

بجائے آب، خونِ گرم سے آئی تری لب پہ　　ہوئی اک کیفیت طاری شہیدِ الفتِ رب پہ

نظر جب آستیں پر [illegible] ہائے دو نیم آیا　　زبانِ شاہ پہ سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم آیا

کہا اے حضرتِ باری ترے احسان کے قرباں　　شکستہ آرزو پر یہ کرم اس شان کے قرباں

میں بےکس ہوں مری جانب ذرا چشمِ کرم رکھنا　　مجھے اس امتحانِ سخت میں ثابت قدم رکھنا

یہ فرما کر عنانِ اسپ کو سوئے عدو پھیرا　　سپاہِ اشقیا نے شہ کو ہر جانب سے آ گھیرا

ہوئی ہر سمت سے یورش ہوئے ہر سمت سے حملے　　مگر رعبِ شہِ دیں سے گرے اشرار کے شملے

تمیم ابنِ قحطبہ شام کی افواج کا افسر　　قوی، ہیکل، جوانِ تیغ افگن، مردِ زور آور

بڑے دم خم سے نعرہ بر زباں آیا مقابل میں　　قضا کے سامنے خود کو سمجھتا تھا مگر دل میں

چلی تلوار ابنِ شاہِ مرداں جب ذرا سن سے　　گرا سر کٹ کے گاجر کی طرح ناری کا گردن سے

یزیدِ ابطحی سردار افواجِ عراقی کا　　دمشق و مصر تک شہرہ تھا جس کی بد مذاقی کا

ہوا گھوڑا بڑھا کر حملہ آور شاہِ والا پہ　　نہایت شد و مد کے ساتھ برسانے لگا خنجر

فنونِ جنگ کے جوہر دکھائے تیز دستی سے　　سرِ میداں تھا جو کبر و نخوت جوشِ مستی سے

[illegible] فرمایا
[illegible] ہشیار ہو ظالم سنبھل [illegible] فرمایا

[illegible] کو جھکایا
مخالف پہ نگاہِ گرم ڈالی اس کو گرمایا

[illegible] قضا کی تھی کہ بجلی کا شرارہ تھا
کمر سے جسم ناری آن واحد میں دوپارہ تھا

فضائے دشت کے ذروں سے شور آفریں تھا
ڈبھا کو دستِ فاتح جانبِ عرشِ بریں تھا

لگایا آپ نے پھر نعرۂ شبیر [illegible] میں
صدائیں ہر طرف [illegible] کی گونجیں بیاباں میں

بشدت رد کیا اشرار کے حملوں کو حضرت نے
دکھائی صولتِ شیرِ خدا فطری شجاعت نے

لڑے اس طرح جم کر دلبرِ خیبر شکن رن میں
نظر آثار بد آنے لگے افواج دشمن میں

مسلسل بارشِ تیغِ قضا سے فوج کٹتی تھی
توجہ آپ کی میدان سے ہرگز نہ ہٹتی تھی

سپاہِ شام پھرتی تھی ہزیمت خوردہ میداں میں
ندامت سے تھے سرداروں کے سر پنہاں گریباں میں

خیمہ اہل بیت پر حملہ

بگڑتا شمر کو جب رزم کا نقشہ نظر آیا
فریب و مکر سے فطری شرارت پر اتر آیا

سفیہانہ وہی تدبیر سوچی کینہ پرور نے
کیا مظلوم مستورات پہ حملہ ستم گر نے

بڑھا خیموں کی جانب لے کے دس اشرار کو ظالم
غرض تھی یہ ستائے عترتِ اطہار کو ظالم

دسوں یہ اہلبیتِ مصطفےٰ کے دشمنِ جاں تھے
سنان و صالح و خولی و تمیم و عبدالرحماں تھے

سبھوں نے خیمۂ اطہر کو چاروں سمت سے گھیرا　　ارادہ تھا کہ مل کر

امامِ دوسرا نے دور سے دیکھا جو یہ عالم　　صفِ اعدا سے باہر آ گئے ہوتے ہوئے برہم

کہا اے شمر لعنت ہو اس تری بیہودہ حرکت پہ　　ترے اعمال سے حرف آتا ہے شرافت پہ

نہ تجھ میں کوئی غیرت ہے نہ ہے کوئی حیا باقی　　ترے دل میں نہیں اے بےحیا خوفِ خدا باقی

ہے تیرے ساتھ [illegible] لشکر فوج بے پایاں　　ضرورت سے سوا رکھتا ہے ظالم جنگ کے ساماں

مگر تو اسقدر نامرد بزدل صاحبِ شر ہے　　ہے مردوں سے گریزاں عورتوں پر حملہ آور ہے

نہ تنہا شمر ہی غیرت سے تھا خاموش۔ ہر بزدل　　ہر اک کے سامنے تھا اک ... ناک مستقبل

اثر جب کچھ نہ دیکھا سرزنش کا بدشعاروں پر　　شہِ والا نے حملہ کر دیا اُن نابکاروں پر

کبھی نامردوں میں کب ہمت جو بڑھتے دو قدم آگے　　گرے اک دوسرے پر منھ کے بل آگے سر پہ پا بھاگے

تعالی اللہ یہ جوشِ دعا یہ زور یہ دم خم　　اکیلے ہیں ہزاروں میں مگر ہیں صورتِ ضیغم

بچایا خیمۂ اہلِ عبا کو شاہِ والا نے　　ہزیمت دی حریفانِ جفا کو حق تعالی نے

سنان و شمر و خولی سامنے سے بھاگے جاتے ہیں　　سپاہی جی چرا لیتے ہیں یہ جب خنجر اٹھاتے ہیں

ہٹے سے مفرور ظالم خیمہ ہائے پاک کی حد سے

چرا کر جان بھاگے سامنے سے بچ گئے زد سے

شہادتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ

ہوا تھا تیروں سے تھا غربال زخمی جسم تھا سارا　　رواں تھا [illegible]

زرعہ نے چلائی تیغ شانے اور بازو پر　　سنان ابن [illegible] نے سینہ [illegible]

تن پر لوز پر تینتیس ۳۳ تھے نیزے کے زخم اتنے　　لگے تھے زخم [illegible] چوالیس تیر [illegible]

بہتر زخم جسمِ ظاہری پر یہ نمایاں تھے　　بہتر زخم کاری اور [illegible] دل پر پنہاں تھے

بہتر ساتھیوں کا اُف نظر کے [illegible] مرنا　　غلام تو نوجواں بیٹوں [illegible]

جگر تھا پارہ پارہ جس سے یہ وہ زخم کاری تھا　　تھا استقلال لیکن ضعف کے آثار [illegible]

سبب دم تین تازہ زخم جب آپ نے کھائے　　ہوئی تاب و تواں زائل [illegible]

وضو یہ تازہ خونِ تازہ سے آقا نے فرمایا　　زباں پر نعرہ اللہ اکبر یک بیک آیا

نمازِ عشق کی گویا یہ تکبیر اقامت تھی　　زمیں پر جھک کے گرنا در حقیقت رکوعِ [illegible] شوق تھی

زمیں پر آپ امامِ دیں گرے گھوڑے سے غش کھا کر　　نظر تھی رو بقبلہ [illegible] سجدہ تھا سر [illegible]

تہِ خنجر کیا سجدہ ادا فرضِ الٰہی کا　　بنا داغِ جبیں [illegible]

بنی عینِ حضوری سرفروشِ عشق کی دوری　　ہوئی تفسیر واسجد واقترب جس کی [illegible]

نمازِ عشق کی تکمیل پر صد مرحبا کہیے　　نمازِ جمعہ یا اس کو نمازِ قرب کیا کہیے

غشی میں رہ سکے قائم نہ جب سرکار گھوڑے پر	ہوئے مائل لغزش ...
بڑھا خولی یزید اصبحی کا نا خلف بیٹا	جہنم آشنا، دوزخ بکف ...
جدا کرنا سر اقدس کو جسم پاک سے چاہا	پتہ حضرت نے جب پوچھا کہا خولی ہوں میں شاہا
نہیں ہاں تو نہیں قاتل مرا حضرت نے فرمایا	بچا یک بے حیا خولی کے رعشہ جسم میں آیا
سنانِ ابن انس ... نے بھیجا پھر خو	کمینہ خصلت و بے رحم و دائی تنگدل ...
بڑھا خنجر بکف اور بے حیا نے دفعتاً بڑھ کر	رکھا سینہ پہ زانو پھیر دی تلوار گردن پہ
حسینؑ ابن علیؑ ابنِ بتولؑ و سبطِ پیغمبرؐ	قتیلِ خنجرِ عشق و حبیبِ حضرتِ داور
شہید اللہ اکبر ہو گئے اسلام کی خاطر	رہِ اسلام میں خود کھو گئے اسلام کی خاطر
شہ گردوں مکاں کا سر تہِ تیغِ دو نیم آیا	نظر اہلِ جہاں کو منظر ذبحِ عظیم آیا
ہوئی ہر سمت تاریکی نمایاں روزِ روشن میں	چھپا اسلام کا خورشیدِ تاباں دِن روشن میں
جہاں میں انقلابِ خوں بداماں برملا آیا	فلک کا شق ہوا سینہ زمیں پر زلزلہ آیا
اندھیرا چھا گیا سورج ہوا پنہاں نگاہوں سے	غبار اٹھا دھواں بن کر زمیں کی سرد آہوں سے
شفق بن کر فضائے اوجِ گردوں سے لہو برسا	خدا کا قہر برسوں دشمنوں پر سو بسو برسا
اجنہ کربلا میں نوحہ خواں معلوم ہوتے تھے	فرشتے ہر طرف صرفِ فغاں معلوم ہوتے تھے
کفِ افسوس رو کر آہوانِ دشت ملتے تھے	زمینِ کربلا سے خون کے چشمے اُبلنے تھے

[illegible] — قیامت کس کو کہتے ہیں قیامت [illegible] کیا ہوگی
[illegible] — [illegible] کی [illegible] کیا [illegible]
یزید شام [illegible] — [illegible] ابن سعد و خولی [illegible]
یزید شام گم ہے ظلمت شام جہنم میں — [illegible]
یزیدی سلطنت پائی کا اک فانی زوال تھی — [illegible]
مٹی سب سلطنت ساری حکومت پر زوال آیا — [illegible] اقبال آیا
مٹا نام و نشاں آل یزید [illegible] — [illegible]
رہیگا نام آل مصطفےٰ کا رہتی دنیا تک — شفاعت انکی دنیا چاہیگی ہنگام [illegible] تک

دعائے امت

الٰہی یا الٰہ العلمیں اے خالق برتر — ہو بارش رحمتوں کی روح سلطان شہیداں پر
حسین ابن علی کا خالق کون و مکاں صدقہ — امام پاک کا اے کارساز انس و جاں صدقہ
الٰہی واسطہ خون شہیدان محبت کا — الٰہی واسطہ روح فدا کاران امت کا
شہید کربلا کا واسطہ اے خالق اکبر — امام دوسرا کا واسطہ اے خالق اکبر
مسلمانان عالم کو عطا ہو ذوق دینداری — رہیں افراد امت تا ابد صرف نکوکاری

عطا ہو جذبۂ شاہِ شہیداں ہر مسلماں کو　　مکمل ذوقِ ایماں [illegible]
وہی دینی حرارت دے پرستارانِ ملت کو　　رہا کر قیدِ نامسلم سے ہر پا[illegible]
رہیں آزاد مسلم تا ابد ایوانِ عالم میں　　ہو جوشِ حریت پیدا مسلمانانِ عالم میں
نہ رکھ محکومِ نامسلم مسلمانوں کو دنیا میں　　عطا کر رفعتیں ہم سنگ دورِ اولاں کر دنیا میں
ہمارے سر سے بارِ تا[illegible] اٹھا یارب　　جہاں سے غلبۂ افواجِ نامسلم اٹھا یارب
تصرف میں ہمارے دولتِ شاہانِ دہر آئے　　پھریرا نصرتِ اسلام کا عالم میں لہرائے
کریں لے رحمتِ باری حکومت ہم زمانے میں　　نشانِ فتحِ مسلم کا اُڑے پرچم زمانے میں
اثر زائل جہاں سے دشمنِ ناکام کا کر دے　　الٰہی بول بالا ملتِ اسلام کا کر دے
نشانِ نصرت و اقبال ہر مسلم کا شاہد ہو　　الٰہی دہر میں ہر نوجوان مسلم مجاہد ہو
فلسطین و وزیرستان کے آشفتہ جاں مسلم　　مراقش شام ہند و چاپانا کے نوجواں مسلم
ستائے جا رہے ہیں جورِ اعدا کے نشانے ہیں　　خود اپنی بیکسی کے بزمِ عالم میں فسانے ہیں
بچا یارب حریفانِ ستم ایجاد سے ان کو　　رہائی کر عطا زندانِ استبداد سے ان کو

اُڑے یارب جہاں میں نصرتِ اسلام کا جھنڈا
رہے اونچا ہمیشہ ملتِ اسلام کا جھنڈا

غارت گری

لٹا یہ اللہ کے محبوب کا جب گھر ستمگر ناری
کیا جور و مظالم کا نیا اک سلسلہ جاری

شقی نے سر کو خوشی سے لیا اپنی حفاظت میں
لیا اسود نے زینبؑ پاک کو اماں [illegible] میں

بنی دارم کے اک مرد کینے لی تلوار چوری سے
لیا پیٹی کو ... نے سینہ زوری سے

لیا سامان حرب و ضرب ہیں سب جتنے جو چاہا
مگر چادر آئینہ کو بجز بن کعب اپنے گھر لایا

بدن اطہر پہ تھے جو اسلحہ سب لے گئے ظالم
اذیت جو بھی تھی میت کو وہ پہنچا دے گئے ظالم

خیام اہل بیت پاک کو اشرار نے لوٹا
خواتین حرم کو لشکر خونخوار نے لوٹا

فروش و مال و اسباب و ظروف و جانور لوٹے
غرض خیموں میں تھے جو ساز و ساماں بیشتر لوٹے

کیا یہ دس سواروں سے سپہ سالار لشکر نے
امیر فوج ناہنجار ظالم کینہ پرور نے

سواروں ہاں سنو پیدا ہو تم گر اپنے باپوں سے
کچل ڈالو میر سلطان دیں گھوڑے کی ٹاپوں سے

بڑھا سجادؑ کی جانب کمینہ شمر ذی الجوشن
اٹھائی تیغ چاہی آپ کی بھی مارے وہ گردن

رہے جاتے ہیں کیوں سجادؑ باقی تھا الم اس کو
کہا کینہ تھا اہلبیت سے بے حد [illegible] اس کو

اٹھائی شمر نے تلوار شہزادے پہ جب ضد سے
حمید ابن ابی مسلم نے روکا قتل ہونے سے

کہا اے شمر لڑکوں کو بھی کوئی قتل کرتا ہے
یہ لڑکا آپ ہی بیمار ہے بے موت مرتا ہے

لیا عابدؑ کو آخر کار اعدا نے حراست میں — نگہبان فرد تھے بیمار پہ
خواتینِ معظم پر بھی دشمن کو نہ رحم آیا — کسیں مشکیں ہر اک کی با بچہ لال سب کو فرما
پڑی سڑتی تھیں جو اعدائے بد انجام کی لاشیں — پراگندہ سحر سے تھیں جو فوجِ شام کی لاشیں
فراہم کی گئیں سب حکمِ ابن سعد ان میں — کیا الجبار نمازان سب کو فوراً دفن مدفن میں
ہوئی خالی زمینِ کربلا فوج شامی سے — رہا باقی نہ جب کوئی وہاں اعدائے نامی۔
قریبی گاؤں حاضر پہ کے ابنائے اسد آئے — امامِ پاک کی نعش مبیں پہ رو دئے چلا
تہیا کیں لصد آہ و فغاں لاشیں شہیدوں کی — عقیدت آفریں صد آفریں ان خوش عقیدوں کو
جنازے کی نماز اول ادا کی اہلِ قریہ نے — نمایاں شان پھر دیکھی خدا کی اہلِ قریہ نے
شہیدوں کے بدن پر زخم سب تازہ نظر آئے — نئے منظر نئے جلوے نظر ہر لاش پر آئے
معطر تھیں معلوم ہوتی تھیں شہیدوں کی — بہشت مغفرت لاشیں تھیں ان جنت سپاہ کی
علیؑ کے چاند کو آلِ اسد نے دفن فرمایا — نہ خاک کربلا سورج مدینہ کا اتر آیا
ہوا نائل بہ دفنِ کشتگاں ہر مرد فرزانہ — بنا گنج شہیداں کربلا کا دشتِ ویرانہ

سرِ مبارک اور ابنِ زیاد

لکھا کوفہ کو ابنِ سعد نے خط اپنے لشکر سے — کو الفت خنگ کے سب من و عن لکھے نئے سر سے

بچا پاس عال کے ۔ سپرنامہ کئے تحریر فقرے فتحِ کامل کے
سپرد یارِ اہل شاہدانِ چشم دید آئے ۔ سرِ شاہِ شہیداں لیکے خولی و حمید آئے
بقولِ بعض یہ دونوں سرِ انور کو لائے تھے ۔ بقولِ بعض شمر و قیس و عروہ سر کو لائے تھے
ہوا فرقِ شہیدِ کربلا کوفے میں جب داخل ۔ مقفل ہوچکا تھا تب درِ دولت خانۂ عادل
نگہبانوں نے اپنے پاس رکھا رات بھر سر کو ۔ منور شام سے [illegible] سارے گھر در کو
ہوا جب دن کیا روشن جہاں کو مہرِ تاباں نے ۔ کیا دربارِ عام ابنِ زیادِ فتنہ ساماں نے
ہزاروں شہر کے پیر و جواں دربار میں آئے ۔ سرِ انور کو لیکر پاسباں دربار میں آئے
بصد نخوت عبید اللہ بیٹھا تختِ زریں پہ ۔ ستمگر کو تھا ناز اپنے غرور و کبر و تمکیں پہ
حمید و شمر و خولی سر کو لائے طشت میں رکھکر ۔ عبید اللہ نے نخوت سے پھیرا ہاتھ داڑھی پہ
چھڑی چھوٹی سی تھی اک بید کی دستِ ستمگر میں ۔ چھو کے اس سے دیتا تھا لب و دندانِ سرور میں
سرِ انور سے تھا مائل بہ گستاخی عبید اللہ ۔ نمائش کر رہا تھا ظلمِ پیہم کی عبید اللہ
تھے اہلِ بزم میں کچھ لوگ خوش کچھ لوگ تھے برہم ۔ اُٹھے یکبار مجمع سے جنابِ زید بن ارقم رض
نہایت تلخ لہجے سے کہا اے ابنِ مرجانہ ۔ تجھے اس فعلِ بد پر چاہیے غیرت سے مرجانا
یہ وہ سر ہے جو ہے سرتاج سردارانِ جنت کا ۔ یہ وہ سر ہے جو ہے محبوب سلطانِ رسالت کا
یہ سر پروردہ ہے زیبِ آغوشِ رسول اللہ ۔ یہ سر اس کا ہے تھا جو راکبِ دوشِ رسول اللہ

انھیں ہونٹوں کو بوسے سرورِ کونین دیتے تھے — انھیں دانتوں کو الس[illegible]
عذابِ حشر سے قہرِ خداوندی سے ڈر ناری — رب دو ناراں حضرت کو نہ یوں ضرب ماری
سُنے فقرے یہ جب ابنِ زیاد کینہ پرور نے — کہا زید ابنِ ارقم سے بہ قہر و غیظ خود سر نے
خدا تجھ کو سلائے اے [illegible] کے دشمن — نہ ہوتا پیر مرد گر تو اڑا دیتا تری گردن
نکل جا پیرِ لا عاقل [illegible] دربار سے میرے — وگرنہ جسم پر دُرّے لگائے جائینگے تیرے
نکل کر زید نے فی الفور رہی دفعِ حکومت سے — وہیں تقریر فرمائی نہایت شان و شوکت سے
کہا اے کوفیو لعنت ہے تمہاری بے حیائی پر — اتر آئے تم اہلِ بیت سے جنگ آزمائی پر
کرایا تم نے آلِ فاطمہ کو قتل غربت میں — جواب اللہ کو کیا دے سکو گے تم قیامت میں
کیا ہے ابنِ مرجانہ کو حاکم منتخب تم نے — لیا ہے قہرِ حق کو اپنے سر پہ بے سبب تم نے
یہ ظالم قاتلِ آلِ نبیؐ ہے صاحبِ شر ہے — معینِ قاتلانِ اہلِ دیں ہے کفر پرور ہے
اسے اسلام سے در پردہ اک گونہ عداوت ہے — حکومت اس کی وجہ افتراقِ دین و ملت ہے
کہینگی کیا تمہیں اے کوفیو دنیا قیامت تک — رہو گے بالیقیں دنیا میں تم رسوا قیامت تک

ابن سعد و ابن زیاد

نواحِ کربلا میں بارھویں ماہِ محرم کو — چلا سالار سوئے کوفہ لیکر فوج برہم کو

[illegible] [illegible] شہ [illegible] یا ۔۔۔ مگر کو ان کی بے حجابی کا خیال آیا

[illegible] بے رحم و ظالم کچھ نگہباں ساتھ تھا جن کے

[illegible] رہا حضرت حفا تا جانب کوفہ بر ملا ظلم

سکیں تھے پیشتر سے جمع جو سر ہر قبیلے نے ۔۔۔ کیا قبضہ شہیدوں [illegible] سروں پر ہر قبیلے نے

چڑھا رکھے تھے سر اعدا نے نیزوں پر شہیدوں کے ۔۔۔ تھے قبضے میں بھی [illegible] نیزہ سر شہیدوں کے

یقیناً بیس سر تھے پاس ابنائے ہوازن کے ۔۔۔ بنو مذحج نے نیزوں پر رکھے تھے سات سرگن کے

تمیمی فوج کے زیر تصرف سترہ سر تھے ۔۔۔ برائے گفت ابنائے اسد مامور تیرہ پر تھے

قبائل مختلف کچھ اور بھی تھے دین کے دشمن ۔۔۔ حراست میں تھے جنکے سات بانو سر پے گلگشت

تھے سر نیزوں پہ سالار سر فرزند شان حجازی کے ۔۔۔ نشاں تھے یہ علی الاعلان ظاہر سرفرازی کے

غرض یوں کربلا سے سوئے کوفہ ابن سعد آیا ۔۔۔ سر بزم عبید اللہ فوراً اس کے بعد آیا

حضرت زینب اور ابن زیاد

خوشی کا ہر طرف کوفہ میں یوں اظہار ہوتا تھا ۔۔۔ کہ روزانہ عبید اللہ کا دربار ہوتا تھا

اسیران بلا کی دید کا شائق تھا ہر کوئی ۔۔۔ خود اپنے کفر کی تجدید کا شائق تھا ہر کوئی

فغاں بر لب شکستہ حال جب یہ قافلہ آیا ۔۔۔ صف اشرار نے فتح و ظفر کا زمزمہ گایا

سر دربار ابن سعد خود لایا اسیروں کو — ملا موقع مسرت کا اسے
عبید اللہ نے زینبؑ کی جانب غور سے دیکھا — نگاہ قہر سے کچھ حاکمانہ طور سے دیکھا
کیا دریافت اہل بزم سے یہ کون عورت ہے — عیاں چہرہ سے اسکے ہاشمیت ہے شرافت ہے
کہا درباریوں میں سے کسی نے کھینچ کر اک آہ — یہ ہیں زینبؑ نور عین فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ
عبید اللہ بولا سخت لہجہ میں کہ اے زینبؑ — بجا لائیں نہ کیوں اس فتح پر ہم آج شکر رب
خدا کا شکر جس نے در بدر رسوا کیا تم کو — سزا دی جھوٹ کی بدلا شرارت کا دیا تم کو
کہا زینبؑ نے ہے اللہ کا احسان یہ ہم پر — ہمیں جس نے بنایا بنت زہراؑ بنت پیغمبرؐ
بنایا جس نے نانا کو ہمارے خلق کا ہادی — ہوئی جن کے قدوم پاک سے باطل کی بربادی
ہمیں توفیق بخشی اتباع دین کامل کی — بزرگوں پر ہمارے آیہ تطہیر نازل کی
ہے دنیا چند روزہ اس کی ذلت اسکی رسوائی — خدا شاہد ہے موج آب کی صورت گئی آئی
وہ دن ہے آنے والا جب خدا کا سامنا ہوگا — وہاں تجھ کو بھی اے ظالم کلیجہ تھامنا ہوگا
کہا ابن زیاد فتنہ جو نے کیا نہیں دیکھا — سر میداں ابھی کسکو کیا اللہ نے رسوا
ہوئے زینبؑ کیا رسوا تمہارے خانداں والے — پڑے تھے کسکو میدان وغا میں بیت کے لالے
سنے یہ طعنہ ہائے دلخراش روح فرسا جب — دفور غم سے ہچکی بندھ گئی رونے لگیں زینبؑ
دکھایا دل عبید اللہ نے مظلوم زینبؑ کا — خفا پر حال کیا ہوگا خدا معلوم زینبؑ کا

ابن زیاد اور حضرت سجادؑ

ابن زیاد نے سجادؑ کی جانب نظر ڈالی
کہا تم کون ہو کیوں آئے ہو یا ابن علی

کہا عابدؑ نے ہوں مظلوم دُکھیا بیکلی ہوں میں
مریضِ غم علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ہوں میں

سُنا جب نام عابدؑ کا تو بولا طیش میں مردک
تعجب ہے کہ [illegible] ابن حسینؑ اب تک

کہا عابد نے پھر کچھ طنز اور غصہ سے دوبارا
خدا نے اے علیؑ تجھ کو ابھی تک کیوں نہیں مارا

رہے خاموش جب عابدؑ تو بولا پھر یہ جھنجلا کر
زباں کھولو جواب اسکا تو دو سامنے آکر

کہا ارشاد عابدؑ نے علیؑ تھے میرے اک بھائی
شہید ان کو کیا لوگوں نے یوں انکو قضا آئی

کہا ظالم نے ہنسکر مار ڈالا اُن کو خالق نے
ہوئے خاموش پھر عابدؑ کہا پھر ہنسکے فاسق نے

تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے تم کیوں نہیں فوراً
مرے احکام پر کرتے نہیں کیوں خم جبیں فوراً

پڑھیں سجادؑ نے فی الفور دو آیات قرآنی
ہوا آیات سنکر بے حیا غرق پشیمانی

کہا غصہ میں ہے واللہ یہ بھی نسلِ حیدرؑ سے
کیا جائے اسے بھی ذبح فوراً نوکِ خنجر سے

مصاحب سے کہا دیکھو یہ بالغ ہے کہ نابالغ
مری نے دیکھکر فوراً دیا یہ ہو گیا بالغ

ستمگر نے کہا جلاد سے ہاں مار دو گردن
ہے یہ دشمن کا بیٹا بھی یزید بادشہ کا دشمن

کہا عابدؑ نے تنہا میں نظر بند دل کا محرم ہوں
کفیلِ بانوانِ محترم ہوں بیکسِ غم ہوں

مجھے بھی کر دیا گر قتل اے بیداد گر تو نے | تو خود ہی اپنے سر لی آ[illegible]

مگر ہرگز نہ اپنے حکم کو بدلا ستمگر نے | نہ کی چشم کرم سجادؑ پر [illegible] نے

جناب سیدہ زینبؑ وفور بیقراری سے | ہجوم ناشکیبائی سے جوش آہ و زاری سے

بڑھیں بڑھ کر لگایا لحزیں دل عابدؑ کو سینہ سے | کہا عادل سے ظالم میں بھی ہوں بیزار جینے سے

مجھے بھی ساتھ [illegible] تم قتل کر ڈالو | نہ تنہا ہاتھ پھر تو تیغ اس بیمار پر ڈالو

ہماری نسل میں یہ ایک فرزند نرینہ ہے | اسی کے ساتھ اہل بیت کا سارا سفینہ ہے

کچھ اس انداز سے زینبؑ نے الفاظ فرمائے | عبید اللہ کا پتا دن میں تارے سے نظر آئے

کہا پہلے تو یہ جلاد سے زینبؑ کو کہنے دو | مگر پھر سوچ کر بولا کہ ہاں عابدؑ کو رہنے دو

خطبۂ ابن زیاد

ابھی دربار میں عبرت سی تھی کچھ ہر طرف چھائی | صدائے الصلوٰۃ جامعہ اک سمت سے آئی

غرض یہ تھی کہ مسجد میں چلیں سب یار درباری | سنایا جائے گا مخلوق کو اعلان سرکاری

تھے حاضر اہل شہر اہل عراق و شام مسجد میں | عظیم الشان تھا اک اژدہام عام مسجد میں

عبید اللہ نے رکھا قدم منبر پہ نخوت سے | بلند آواز میں خطبہ دیا کبر و رعونت سے

یزید شام کی توصیف خود اپنی ستائش کی | سپاہ و فوج کی اس فتح و نصرت کی نمائش کی

[illegible] — کہنے لگا دینے لگا دشنام غارت گر

[illegible] — یا اس طرح مجمع پہ رعب داب کاذب نے

[illegible] میں اک جانب یکایک ہی پیدا — اک پیرِ نابینا حسینؓ پاک کا شیدا

یہ مردِ نیک عبداللہ[1] ازدی مردِ زاہد تھا — محاذِ جنگِ صفین و جمل کا اک مجاہد تھا

کہا اس نے کہ اے ابنِ زیاد اے ابنِ مرجانا — غلط ہے اژدہا حسینؓ پہ تیرا اترانا

خرابات جہاں میں تو وہ کاذب ابنِ کاذب ہے — کنیزک زادہ و ابنِ سمیہ ابنِ کاذب ہے

ہے اے کذاب تو کیا بےخبر اپنی حقیقت سے — تجھے مطلق کوئی نسبت نہیں نسلی شرافت سے

امیر المومنین کہتا ہے جس کاذب کو تو ظالم — ہے وہ بے دین فاسق بے حیا بے آبرو ظالم

تجھے غیرت نہیں کرتا ہے باتیں عارفوں کی سی — ہے عالم آشکارا تیری مکاری و ابلیسی

کرایا قتل تو نے مصطفےٰؐ کے راحتِ جاں کو — کیا فتنہ بپا ٹھکرا دیا احکامِ قرآں کو

تعالی اللہ یہ جوشِ صداقت جوشِ بیزاری — بھری محفل میں ہے حاکم سے یوں اظہارِ بیزاری

عبیداللہ نے فوراً دیا حکمِ گرفتاری — کہا خدام سے لاؤ اسے با ذلت و خواری

کہا ازدی نے یا مبرور یا مبرور چلا کر — مگر خدام نے زیرِ حراست لے لیا آ کر

عقیدت مند عبداللہ ازدی کے بھی گھر آئے — چھڑا کر چھین کر اُن کو نگہبانوں سے گھر لائے

---

[1] عبداللہ بن عفیف ازدی۔ انکی ایک آنکھ جنگ جمل اور دوسری جنگ صفین میں جاتی رہی تھی۔

عبید اللہ کو اس جراتِ بیجا پہ طیش آیا ۔ گرفتاری کو بانی کی

سزائے موت دی ظالم نے اس شیدائے الم ۔ چڑھایا دار پہ ابنِ عفیف پاک سیرت کو

تشہیر مبارک سرِ حضرت شاہِ شہیداں

عبید اللہ میں سب بہیمانہ خصائل تھے ۔ جو دور از وصفِ انسانی تھے خونخواری کے مائل تھے

ابھی تک غیض تھا سفاک کو شاہِ شہیداں سے ۔ بھڑکتی تھی ابھی تک آگ اس کے قلبِ سوزاں سے

چڑھائے نیزوں پر سر اس نے سارے سر فروشوں کے ۔ کئے دستے مرتب چند فوجی بادہ نوشوں کے

نمایش کی سروں کی ہر گلی ہر ایک کوچہ میں ۔ سرِ شاہِ شہیداں کی بھی کی تشہیر کوفہ میں

بظاہر نزدِ ظالم یہ شہیدوں کی اہانت تھی ۔ بہ باطن یہ اہانت اک جہاں کو درسِ عبرت تھی

لئے پھرتے تھے فوجی لوگ سر کوفہ کی گلیوں میں ۔ مچا تھا جابجا اک شور شہر کوفہ کی گلیوں میں

خواتینِ حرم کو دیکھ کر بے پردہ و چادر ۔ ہزاروں مرد و زن صرف نکلے تھے شاہراہوں پر

مکانوں میں چھتوں پر عورتیں مصروفِ ماتم تھیں ۔ شریف و نیک طینت بیبیاں مائل بصد غم تھیں

تھے مشغولِ تلاوت اپنی چھت پر زید بن ارقم ۔ ادب سے پڑھ رہے تھے کہف کی سورت بچشمِ نم

جنابِ زید تھے منجملہ اصحابِ آں حضرت ۔ رہے دورِ خلافت میں ہمیشہ آپ با عزت

[illegible] من آیتنا عجبا — نیزہ پہ یک سرِ شہِ دیں کا مکاں کے پاس سے گذرا
صدا [illegible] یہ آواز گوشِ زید میں آئی — کہ اس سے بھی عجیب تر ہے ہمارا حال اے بھائی
بدن میں آگیا لرزہ جنابِ ابنِ ارقم کے — سرِ شاہِ شہیداں کے سنے جس وقت یہ فقرے
پکار کر یہ کہا ارشاد ہے اے سبطِ پیغمبر — ہے اہلِ کہف سے سرکار کی حالت عجائب تر
نداے غیب یہ فرقِ شہِ دیں کی کرامت تھی — شہادت زندہ رہنے کی بشارت تھی

روانگی اسیرانِ اہلِ بیتِ امام

از کوفہ تا شام

عبید اللہ اس بیداد سے جب ہو چکا فارغ — غمِ تشہیر سے جب ہو چکے آلِ عبا فارغ
زحر بن قیس کو اس امر پر مامور فرمایا — کہ سوئے شام لے جائے اسیروں کو بے پایا
کچھ اربابِ خرد اہلِ سِیَر لکھتے ہیں یہ بھی ظن — محافظ تھا اسیرانِ حرم کا شمر ذی الجوشن

لے شواہد النبوۃ میں ہے حضرت زید بن ارقم صحابی کوفہ میں اپنے مکان کے دریچہ میں بیٹھے ہوئے سورہ کہف کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب سر پرنور حضور ادھر سے گذرا آپ نے یہ آیت لب ہائے مبارک سے سنی اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا - ترجمہ کیا تو جانتا ہے کہ اصحاب کہف رقیم میری عجیب نشانیوں میں سے ہیں۔

زحر یا شمر کے ہمراہ اک فوجی رسالہ تھا
کہ جسکا ہر سپاہی فتنہ خو

اسیرانِ حرم پر تھا دکھا جوش ستمرانی
عیاں تھی ہر قدم پر بربریت [illegible] سامانی

نہ تھا محمل خواتینِ مبارک کی سواری پر
رواں یہ نیک مستورات تھیں عریاں عماری پر

امامِ پاک زین العابدینؓ حضرت سجادِ باتمکین
ضعیف و ناتواں بیمار و محزوں مضطر و غمگیں

مقید تھے مگر تھے چپ [illegible] خوف در گردوں
بایں ضعف و نقاہت آہنی پہنے تھے پیراہن

پہنا کر دست و پا میں ہتکڑی بیڑی جفا پرور
لیے جاتے تھے سجادؒ حزیں کو فوج کے اندر

مجسم پیکرِ صبر و رضا مظلوم شہزادہ
چلا خاموش و ساکت یادِ حق میں گردن افتادہ

شہیدانِ گرامی کے مبارک سر تھے نیزوں پر
رواں اس طرح تھا کوفہ سے سوئے شام یہ لشکر

سحر سے شام تک یہ قافلہ ہر روز چلتا تھا
جہاں ہوتی تھی منزل رات کو پہرہ بدلتا تھا

کرامت رونما ہر دن سرِ اقدس سے ہوتی تھی
پہونچتے تھے جہاں قیدی وہاں مخلوق آتی تھی

مرحلۂ حرّان

گروہِ اہلبیتِ پاک جب حرّان تک پہنچا
سرِ شاہِ شہیداں اک بلند ایوان تک پہنچا

یہودی مالکِ ایواں قریبِ کارواں آیا
پڑی سر پر نظر دیکھا۔ یہ سر پر نور کا سایا

لبِ سلطانِ دیں ہلتے ہوئے اس کو نظر آئے
کلام اللہ کے کچھ آپ نے الفاظ فرمائے

گئے جس جا وہاں تھا — کلام اللہ کی آیات سنتے ہی نمایاں تھا
تو اُن کا ر اپنا مال اور سامان سبھی نے — بطورِ نذر پیش حضرت عابدؓ رکھا لا کے
یہودی کا مسلماں ہو کے یوں دلدادہ ہو جانا — نہ اصلا کر سکی برداشت یہ افواج بیگانہ
اسے بھی ان ستمگر ظالموں نے قتل کر ڈالا — ہوا لذت کش شہادت حق کا متوالا

مرحلۂ موصل

یہاں سے جب بڑھے آگے تو موصل کے قریب آئے — کہا فرمانروا نے کیوں یہاں تم بدنصیب آئے
نہ ہوں موصل میں داخل قاتلانِ سبطِ پیغمبر — کہ انکا داخلہ ہو وجہ امکانِ فساد و شر
رکا شب کو یہ لشکر شہر سے کچھ دور صحرا میں — رکھا اک صاف پتھر پر سرِ نور صحرا میں
گرا پتھر پہ خونِ فرقِ اطہر کا کوئی قطرا — اثر برسوں رہا یہ قطرۂ خونِ مبارک کا
ہو عشرہ کے دن پتھر سے جاری تازہ ہوتا تھا — کرامت کا امامِ پاک کی اندازہ ہوتا تھا
یہ پتھر عہد میں عبد الملک فرزند مرواں کے — بفرمانِ حکومت کر دیا گم چشمِ انساں سے

مرحلۂ حلب

وہاں ہو کر یہاں سے کارواں نزدِ حلب آیا — مچا غل ہر طرف فرزندِ سلطانِ عرب آیا

یہاں قلعہ کا داروغہ عزیز نیک سیرت تھا
یہودی تھا مگر تھا با مروت

سر اطہر کی اس نے خواب میں توقیر دیکھی تھی
بزرگوں کی نظر کے سا[illegible]یاں

مسلماں ہو گیا شیریں سے اسکی ہو گئی شادی
یہ شیریں شہربانو کی کنیزہ پاکدامن تھی

عزیز نیک خو نے مال و زر ملبوس و سرمایا
حضور شہربانو میں ادب سے نذر فرمایا

ابوالخنوق سپاہی

خنوق نام تھا جو نگہباں فرق اطہر کا
کیا نظارہ اس نے خواب میں میدان محشر کا

سر انور اُسے آغوش آدمؑ میں نظر آیا
گروہ انبیا میداں میں تا خیر البشر آیا

علیؓ و جعفرؓ طیار و حمزہؓ بھی نظر آئے
شہیدوں اور فرشتوں کے پرے بھی گرد سر آئے

لئے بوسے شہیدوں نے سر شاہِ شہیداں کے
ہوئے اعزاز ظاہر خواب میں محبوب یزداں کے

ہوا فوجی نگہباں خواب میں مائل بہ گستاخی
مگر فوراً ہی بڑھ کر اک فرشتے نے سزا دیدی

طمانچہ قہر کا ناری کے چہرہ پہ لگا ایسا
ہوا منہ سوجکر خنزیر کا ہوتا ہے منہ جیسا

ہوا گھبرا کے فوراً خواب سے بیدار یہ فوجی
پس آئینہ صورت مطلقاً بگڑی ہوئی دیکھی

سپہ سالار سے روداد شب ساری بیاں کر دی
جو صورت خواب میں دیکھی تھی سرتا پا عیاں کر دی

کہا جب میر لشکر نے یہ کیوں بدلی تری صورت
خنوق مردہ دل پر یکایک چھا گئی ہیبت

...تا کا خوفِ الٰہی سے   لیا بدلا اجل نے بدتمیزی کا سپاہی سے

دربارِ یزید

پہلا نظارہ — تاریخی شواہد

یہاں سے اہلبیتِ پاک نے جب کوچ فرمایا   اسیرانِ حرم کا [illegible] دمشق آیا
ادھر منزل بمنزل قافلہ چلتا تھا روزانہ   پہونچتے تھے ادھر جاسوس تا دربارِ شاہانہ
یزیدِ شام کو قاصد خبر روزانہ دیتے تھے   نویدِ فتح دیکر بہت سے انعام لیتے تھے
لکھی ہے اس سفر کی صاحبِ روضہ نے جو حالت   بالفاظِ دگر اس نظم میں بھی ہے وہی صورت
مرے پیشِ نظر روضہ[1] سے وہ مفہوم پنہاں ہیں   مصنف جسکے حافظ مولوی ہادی علی خاں ہیں[2]
لکھا جو کچھ ہے مولانا نے روضہ کے حوالے سے   کیا ہے نظم میں نے انکے مطبوعہ رسالے سے
اسیرانِ حرم کی آمد آمد کی خبر سن کر   منادی کی یزیدِ شام نے یہ شہر کے اندر
دمشق آراستہ ہو آئینہ بندی ہو راہوں میں   کیا جائے چراغاں مسجدوں میں خانقاہوں میں
گلی کوچوں میں اظہارِ طرب کے ساز و ساماں ہوں   نویدِ فتح سنکر ساکنانِ شہر شاداں ہوں

---

[1] روضۃ الشہدا مصنفہ حسین بن علی کاشفی (واعظ البیہقی) متوفی سنہ ۹۱۰ھ روضۃ الاحباب مولفہ جلال الدین نیشاپوری متوفی سنہ [illegible]ھ [2] مولانا ہادی علیخاں صاحب مصنف دہ مجلس۔

کریں سب باغیوں کی پیشوائی اس قدر دینے سے — کہ تر ہو جائے پیشانی اس [illegible]

دار الامارت

خلاف صاحبِ تصنیف[1] [illegible] ہادیؔ کامل — ہے ابنِ خلدون صاف گو تاریخ میں ناقل

سعادت[2] کے مصنف [illegible] حق کے حوالے سے — کیا ہے اتفاق اکثر اسی تاریخ والے سے

غرض دار الحکومت میں اسیرانِ حرم آئے — علیؓ کے لاڈلے لختِ جگر پابندِ غم آئے

دمشقی مرد و زن میں ہر طرف کہرام برپا تھا — شہیدوں کے سروں کو دیکھکر ہر شخص روتا تھا

اسیروں کی زیارت کے لئے مضطر خدائی تھی — حسینؓ ابنِ علیؓ کے نام کی لب پر دہائی تھی

دو رویہ شہر والوں کے تھے جمگھٹ شاہراہوں پر — نگاہیں ہر طرف سے اٹھ رہی تھیں بے گناہوں پر

ہوا افشاں تھیں آنکھیں اہلِ نظارہ کی ماتم سے — جگر پر ہاتھ تھے اربابِ دل کے کثرتِ غم سے

جلوسِ عترتِ اطہار آخر شہر میں آیا — دوبارہ زلزلہ پھر آج بزمِ دہر میں آیا

تقریرِ سالارِ جیش

زحر بن قیس جب دربار میں پیش یزید آیا — زباں پر سرگذشتِ کربلا سب ناسزا لایا

---

[1] مولانا ہادی علی لکھنوی صاحب مرحوم [2] سعادت الکونین مصنفہ مولانا مفتی محمد اکرام الدین صاحب نبیرہ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی [3] صواعق محرقہ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی متوفی ۹۷۳ھ

[illegible] ا [illegible] آ [illegible] ہوں — سروں کو سرکشوں کے باغیوں کو کاٹ لایا ہوں
[illegible] ست [illegible] — مبارک ہو [illegible] کامرانی یہ شجاعت ہو
حسین ابن علی دشمن تھے جو شاہی حکومت کے — نمایاں جن سے تھے آثار ہر ساعت بغاوت کے
اٹھارہ نونہالانِ حرم کو ساتھ میں لیکر — بنا کر مختصر سا [illegible] انسانوں کا اک لشکر
مدینہ سے چلے مکہ میں ہو کر آئے کوفہ میں — دیا درس [illegible] ہر ایک کو یہ
عبید اللہ امیر کوفہ نے اول تو سمجھایا — کریں بیعت امیر المومنین کی حکم فرمایا
اگر بیعت نہیں کرتے تو ہوں پھر جنگ پہ مائل — نہ ہو نا کھا کے ہرگز اطاعت پہ نہ وہ مائل
ہماری فوج دریا موج نے سوچ نکلنے ہی — سنان و تیغ سے کی باغیوں کی خوب کوبی
مخالف نیزہ و خنجر کی زد میں آ گئے سارے — چھپے جا جا کے ریتی کے گڑھوں میں خوف کے مارے
انھیں میدان سے یوں بھاگنا کچھ بھی نہ کام آیا — ہماری فوج کو جس وقت جوشِ انتقام آیا
صفایا کر دیا دم بھر میں مٹھی بھر حریفوں کا — بنا مدفن ٹھکانا ناتوانوں کا ضعیفوں کا
بلا گور و کفن لاشیں پڑی ہیں انکی میدان میں — تن بے سر ہیں پنہاں دامنِ ریگِ بیاباں میں
درندے دشت کے اب انکی لاشوں کے نگہباں ہیں — فقط زاغ و زغن صحرا میں انکے مرثیہ خواں ہیں
مرے ہمراہ ہیں سر ان مخالف سر فروشوں کے — حضور انجام تو دیکھیں ذرا ان فتنہ کوشوں کے
حسین ابن علی رضہ کے سر کو میں نیزہ پہ لایا ہوں — یہاں تک ساتھ سر برہنہ عورتوں کو لیکے آیا ہوں

تاثراتِ یزید

یزیدِ شام نے یہ روح فرسا سُن کے افسانہ ۔ کہا با چشمِ پرنم، تف ہے تجھ پہ ابنِ مرجانہ
قسم اللہ کی تیری جگہ پر ... اگر ہوتا — نہ ہرگز خوش حسینؑ ابنِ علیؑ کے قتل پہ ہوتا
جہاں تک ہوتا اُن ... میں درگذر کرتا — لہو سے اُن کے اپنی آستیں ہرگز نہ تر کرتا
یہ کہہ کر ہوگیا ساکت یزیدِ شام سنگیں دل — حسینؑ ابنِ علیؑ پر اے خدا کر رحمتیں نازل
زحر بن قیس کو دربار سے باہر نکلوایا — صلا ملعون کو اصلاً عطا کوئی نہ فرمایا

دربارِ عام

کیا اعلان یہ دربار ہوگا عام اگلے دن — سب اہلِ شہر حاضر ہوں جہاں تک ہو سکے ممکن
سرِ دربار سر لائے گئے سارے شہیدوں کے — ہوئے حالات سب پر آئینہ اِن پر گزرا جو
سلاسل زیبِ پا سجادؑ بھی پیشِ یزید آئے — سکینہؑ، فاطمہؑ، زینبؑ کو بھی دربار میں لائے
سرِ شاہِ شہیداں پر پڑیں نظریں جو الفت سے — سکینہ فاطمہ، چلا اٹھیں فرطِ محبت سے
قیامت خیز ان معصوموں کے پاروں کے نالے تھے — سرِ محفل یزیدی منہ گریبانوں میں ڈالے تھے
شقی القلب درباری جگر تھامے ہوئے سارے — کھڑے تھے دم بخود خوفِ یزیدِ شام کے مارے

... شاد رہا ... روئے سے اک کہرام محفل میں — دفورِ درد و غم سے ہوک اٹھتی تھی ہر اک دل میں

... ناصر ... پہ چھتہ ہر خویش و بیگانہ — نظر آنے لگا ماتم کدہ دربارِ شاہانہ

...ں مائل ہوا جب کچھ یہ رقت آفریں منظر — کہا معصوم فطرت فاطمہؓ نے مضطرب ہو کر

یزیدِ شام کیا سچ مچ یہی شانِ امارت ہے — ترے دربار میں قیدی نبیؐ کی پاک عترت ہے

نہ تھے کیا رحمۃ للعالمین محبوبِ یزداں کے — معاویہؓ صحابی تھے شاہِ رسولاں کے

نہیں کیا اے امیرِ شام تم ابنِ معاویہؓ — نہیں دل میں تمہارے کیا کوئی اسلام کا جذبہ

محمدؐ مصطفےٰ پر تم اگر ایمان رکھتے ہو — خدا کا خوف دل میں، سامنے قرآن رکھتے ہو

قسم تم کو رسول اللہ کی توقیر و عزت کی — بتاؤ ہم نہیں کیا بیٹیاں شاہِ رسالت کی

یزیدِ شام بولا آپ بیشک محترم سب ہیں — ابھی تک قید میں جو بیبیاں ہیں وہ رہا اب ہیں

چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ وہ بھی مضطر ہیں — تمہاری طرح غم میں دیر سے با دیدۂ تر ہیں

خواتینِ حرم قصرِ یزیدِ شام میں پہونچیں — دلِ افسردہ مکانِ دشمنِ اسلام میں پہنچیں

یہاں بیتاب و مغموم ہر عورت نظر آئی — فدائے سیدِ مظلوم ہر عورت نظر آئی

کہا سجادؓ نے زنجیرِ پا کو ہاتھ میں لے کر — اگر ہوتے نہ محمدؐ مصطفےٰ مخلوق کے اندر

بتا اے شاہ رہ سکتے تھے کیا یوں پا بجولاں ہم — نہ ہوتے قیدِ زنداں میں کبھی ناکردہ عصیاں ہم

یقیناً وہ سلاسل سے ہیں آزاد کر دیتے — اشاروں سے ہمارے دلِ ناشاد کر دیتے

یزید شام بولا سچ کہا سجادؓ یہ تم نے ۔۔۔ نہیں برداشت کی [illegible] کبھی بیداد
یہ کہہ کر حکم فرمایا نگہبانان [illegible]اں سے ۔۔۔ رہا کر دیں اسیروں کو ستم ہائے فراواں سے
اُتاریں طوق کاٹیں بیڑیوں کو ہتکڑی توڑیں ۔۔۔ ہیں اب تک قید میں جو لوگ انکو جلد ہی چھوڑیں
سرِ دربار زنجیر و رسن توڑے گئے فوراً ۔۔۔ گرفتاران زنداں قید سے چھوڑے گئے فوراً
ہوئے آزاد عابدؓ زن[illegible]سلاسل سے ۔۔۔ بعزت آپ کو رخصت کیا ظالم نے محفل سے

تقریر نعمانؓ بن بشیر انصاری

اسیرانِ حرم کو لائے جب عمالِ سرکاری ۔۔۔ سرِ دربار تھے موجود خود نعمانؔ انصاری
تھے یہ نعمانؔ فرزندِ بشیر اصحابِ حضرت کے ۔۔۔ رہے تھے برسوں حاضر آپ دربارِ نبوت میں
یزیدِ شام سے نعمانؔ نے خواہش یہ ظاہر کی ۔۔۔ کہ ہے تکریم لازم اہلِ بیت و آلِ اطہر کی
نواسی صاحبِ لولاک کی ہیں حضرتِ زینبؓ ۔۔۔ نہیں انکا نشاں دہر میں ہمسر نہ کوئی اب
ہیں زین العابدینؓ تنہا فقط اولادِ زہراؓ میں ۔۔۔ رسولِ پاک کا ان سے چلے گا نام دُنیا میں
ذرا سوچو تو اپنے دل میں تم اے شام کے والی ۔۔۔ ہے اولادِ رسولِ پاک کا کیا منصبِ عالی
رسول اللہ خود موجود دنیا میں اگر ہوتے ۔۔۔ کبھی پژمردہ زہراؓ کے نہ یہ گلہائے تر ہوتے
محبت تھی رسولِ پاکؐ کو جو آلِ زہراؓ سے ۔۔۔ نہیں پوشیدہ وہ ہرگز نگاہِ اہلِ دنیا سے

یہ نا سچ کہا نعمان رضی تم نے | مسخر کر لیا مجھ کو اس انداز تکلم سے
اے نعمان اہلبیت کی خدمت بجا لاؤ | کرو اسے [illegible] نیچے ان سب مہمانوں کو ٹھہراؤ
مہیا ہو سامان راحت کے جا بیں | زر و مال و لباس و پیرہن سبکو دیے جائیں
غرض یہ کارواں کچھ دن رہا دار الحکومت میں | کمی منجانب حاکم کوئی نہ عزت میں

دوسرا نظارہ

شوا ہار سیر

تمام احوال دربار یزید پلید شام یہ ہم نے | لکھے ہیں خلدون[1] و مخزن[2] و شرح صواعق[3] سے
مگر لکھا ہے وہ مجلس میں جو ہادی علی خاں نے | از اول تا بہ آخر ہے وہ بالکل مختلف اس سے
سہیل رض ساعدی کی آپ نے تصریح لکھی ہے | نہایت صاف لفظوں میں روایت یہ بیان کی ہے
سہیل رض ساعدی تھے شام کے تاجر صحابی تھے | معمر با وجاہت نیک با پیشین خصائل تھے
دمشق آراستہ دیکھا انھوں نے اپنی آنکھوں سے | نمایاں ساز و سامان مسرت شہر میں دیکھے
در ساعات سے تھا داخلہ بیکس اسیروں کا | ہجوم عام تھا ہر جا اسیروں کا غریبوں کا

[1] تاریخ علامہ ابن خلدون۔ [2] وہ مخزن مصنفہ حکیم نصر اللہ خاں [3] شرح صواعق یعنی سعادت الکونین

گذر اس اژدہام بیکراں سے بند تھیں راہیں
خوشی کے تھے کہیں نغمے کہیں [illegible]

گذر دروازہ ساعات سے ممکن نہ تھا اصلا
بالآخر باب توما سے پلٹ کر قافلہ

سحر سے ظہر تک پہونچے یہ قیدی قصر والی تک
ہوئی مشکل رسائی قافلہ کی [illegible]

سجائے جا چکے تھے قصر شاہانہ کے بام و در
یزید شام تھا بیٹھا ہوا تخت مرصع پر

کھڑے تھے حاجبان ہر جانب صفیں باندھے
امیران معزز مسند زریں پر اپنی تھے بیٹھے

بٹھایا اک گوشہ میں اسیروں کو جدا سب سے
نمائش کی سروں کی کرسیوں پر سامنے رکھ کے

یزید احباب سے ہر سر کی تفصیلات سنتا تھا
ز خود رفتہ و فور غیض سے تھا سر کو دھنتا تھا

سر شاہ شہیداں کو طلب آخر میں فرمایا
بشیر اس سر کو لیکر شمر سے خود سامنے آیا

سر اطہر کو شمر ناخلف کیوں خود نہیں لایا
تھا واقف خوئے والی سے بخوبی یہ فرمایا

مذبذب تھا یزید شام کی جانب سے یہ ناری
نظر کے سامنے تھی اوسکے اپنی ذلت و خواری

بشیر امید انعام و عطایا دل میں رکھتا تھا
رجز پڑھتا ہوا ہر ہر قدم منزل میں رکھتا تھا

پڑھے اشعار کچھ ناگفتنی دربار شاہی میں
تجاوز کر گیا حد ادب سے خیر خواہی میں

کہا اس نے یہ سر اس تاجدار سروراں کا ہے
یہ سر اس سرور و سردار خوبان جہاں کا ہے

نہ تھا جس کی شجاعت کا زمانہ میں کوئی ثانی
یہ وہ ہے ختم تھے جس پر تمام اوصاف انسانی

یہ وہ ہے دو جہاں میں محترم تر ہے نسب جسکا
ہے یہ وہ ذات ہے مانے ہوئے لوہا عرب جسکا

… رسول شہ کو … یزید نے پایا — کیف جلاد سے اس نے بیا کو قتل کروایا

… شام نے سر کو رکھا طشت طلائی میں — ہوا مصروف [redacted] ظالم تشدد و آزمائی میں

… چھڑی دندان پہ چوب خشک سے … — زباں پر طعنہ ہائے ناروا بھی غیظ میں آئے

ہوئے بیتاب سمرہؓ ابن جندب ان مظالم سے — کہا از رہِ غضب یہ بر سر دربار حاکم سے

یزید فتنہ ساماں بارہا میں نے یہ دیکھا ہے — خدا شاہد نبی نے [redacted] دنداں کو چوما ہے

گریں ہاتھوں پہ تیرے بجلیاں قہر الٰہی کی — ہو ساری آبرو برباد تیری پادشاہی کی

نہیں زیبا یہ گستاخی سر پُر نور سے تجھ کو — جہنم کے شرارے تاکتے ہیں دور سے تجھ کو

کہا ظالم نے سمرہؓ سے کہ سمرہؓ تو صحابی ہے — دگرنہ قابلِ تعزیر یہ حاضر جوابی ہے

صحابی تو نہ ہوتا گر رسول اللہ کا سمرہؓ — ترا مقتل ابھی ہوتا یہی دربار کا کمرہ

کہا سمرہؓ نے عزت ہے صحابی کی تیرے دل میں — مگر ابنِ رسول اللہ پہ یہ ظلم محفل میں

… کوئی سوداگر جو تھا دربار میں حاضر — کہا اس سے یزیدِ شام نے اے محترم تاجر

سر ہے ایک باغی کا جو داعی تھا امامت کا — مخالف مرتے دم تک جو رہا میری اطاعت کا

حسینؓ ابنِ علیؓ تھا یہ نواسہ یہ نبیؐ کا تھا — اسے در پردہ کچھ سودا جنونِ بادشاہی کا تھا

… کوفہ نے اسکو سزا دی ہے بغاوت کی — یہی تعزیر ہے ان باغیانِ ما بدولت کی

… نے کہا داؤدؑ کی اولاد سے ہوں میں — وطن سے دور ہوں بھولا ہوا بھی یاد سے ہوں میں

ابھی تک مجھ سے تا دادا دو سو پشت گزری ہیں — مگر اب تک مری تعظیم کے قائل یہودی ہیں

رسول اللہ جو تشریف فرما تھے [illegible] تک — کیے تم نے ستم انکی مبارک آل پر بیٹھ

نبی کو حشر میں تم ظالموں کیا منھ دکھاؤ گے — قیامت میں خدا کے سامنے کس طرح جاؤ گے

یزید نا سزا جوش [illegible] اور جھنجھلایا — [illegible] دی جلاد کو فی الفور بلوایا

یہودی نے سر اپنا [illegible] لیا جھک کر — کہا [illegible] عقیدت سے کہ اے سردار [illegible]

غلام بے نوا ہوں آپ پر ایمان لاتا ہوں — مسلماں ہو رہا ہوں آپ کو شاہد بتاتا ہوں

خدا کے سامنے روزِ جزا امداد فرمانا — مجھے نانا کی خدمت میں لب تسنیم لے جانا

یزیدِ شام بولا خوف سے مذہب بدلتا ہے — مجھے دیتا ہے دھوکہ میرے آگے چال چلتا ہے

کہا اس نے کہ سو جانیں مری اسلام پر صدقے — خوشی سے جان کرتا ہوں نبی کے نام پر صدقے

مجھے تو قتل کر دے شوق سے راضی ہوں میں اب تو — حسین ابنِ علی ہوں کاش میرے شافعِ محشر

یہ نو مسلم ہوا ذوقِ آشنا آخر شہادت سے — نہ باز آیا یزید اپنی جفا آگیں عداوت سے

طلبی عترتِ اطہار

یزید اس ظلم اس جور و جفا سے مطمئن ہو کر — ہوا گویا سر محفل کہاں ہے عترتِ حیدر رض

بلایا زینب رض و کلثوم رض و سجاد و سکینہ رض کو — سر دربار دیکھا آلِ سلطانِ مدینہ کو

یہ حال دیکھ کر زینبؑ ہوئیں غمگیں ۔ سنبھل کر یزیدِ بد نہاد سے بولیں جب حکیں

ستمگر ظالم اے حکمراں ملک شام کے والی ۔ سمجھے ... حاصل ... کی ...

یہ تخت شاہی یہ حکومت چند روزہ ہے ۔ یہ تیرا جسم و جاں یہ کبر و نخوت چند روزہ

بری زندگی پر اس قدر نازاں نہ ہو ناداں ۔ خدا سے ڈر قضا کو یاد کر خود کو سمجھ بے جاں

حباب آسا ہے سارا زندگی کا کارخانہ ہے ۔ قیامت میں خدا کے ... روز جزا نزد

ستم ہے تیرے گھر کی عورتیں سب گھر کے اندر ہیں ۔ نبیؐ کی بیٹیاں بے پردہ ہیں گھر سے بے در ہیں

ہمیں نامحرموں کے سامنے تو نے بلایا ہے ۔ تماشائی بازار آج ہر اپنا پرایا ہے

نبیؐ کو تو ابھی ختم الرسل تسلیم کرتا ہے ۔ ابھی تو ملت اسلام کی تعظیم کرتا ہے

نبی زادوں پہ کب تک جور سے تو باز آئیگا ۔ خدا کو حشر میں کل فتنہ گر کیا منہ دکھائیگا

یزید فتنہ ساماں نے سنی یہ گفتگو ساری ۔ سر دربار اس پر ہیبت حق ہو گئی طاری

دریافت اے لوگو یہ دختر کس کی لڑکی ہے ۔ کہا اہل شرف نے فاطمہؓ زہرہؓ کی بیٹی ہے

یہ زینبؓ ہیں یہ ہمشیرہ حسینؓ ابن علیؓ کی ہیں ۔ نبی الانبیا شاہ رسالت کی نواسی ہیں

یزید بد نہاد کا سر جھک گیا فرط ندامت سے
رہا محفل میں تھوڑی دیر تک خاموش غیرت سے

حالتِ کلثومؓ مغموم

بادیدۂ والم کلثومؓ بولیں گر اجازت ہو
سرِ اطہر اٹھاؤں تاکہ پوری دل کی حسرت ہو

ہوا اذن امِ کلثومؓ حزیں کو سر اٹھانے کا
ملا موقع بہن کو بھائی پر آنسو بہانے کا

زیارت کی خواتینِ حرم ... سرِ اطہر کی
جہاں تک ہو سکا ہر ایک نے توقیر کی سر کی

زباں سے آہ کی منہ رکھ دیا کلثومؓ نے سر پر
بندھی ہچکی بدن کانپا ہوئیں بیہوش سر دھنکر

رہا کچھ دیر تک سکتہ کا عالم آپ پر طاری
مآلِ کار جب سنبھلی طبیعت خود بہ دشواری

یزیدِ شام سے بولیں ستم یہ رنگ لائے گا
ستا کر ہم کو راحت تو بھی دنیا میں پائے گا

شہیدوں کا لہو بیداد گر زائل نہیں ہوتا
خدائی کی نظر میں سرخرو قاتل نہیں ہوتا

تعجب سے یزیدِ شام نے انکی طرف دیکھا
کہا باتوں سے اس خاتون ذی عزت کی یہ سمجھا

خواہر ہیں یہ معصومہ حسینِؓ پاک کی شاید
ہیں یہ بھی رکن آلِ صاحبِ لولاک کی شاید

کہا افرادِ جلسہ نے انھیں کلثومؓ کہتے ہیں
انھیں اہلِ عقیدت کیا خدا معلوم کہتے ہیں

کہا ظالم نے اے کلثومؓ دیکھا تم نے سچ کہنا
تمھیں جھوٹا کیا ثابت خدا نے خلق میں کیسا

کہا کلثومؓ نے جھوٹے نہیں ہرگز ستمگر ہم
خدا شاہد کہ قائم آج تک ہیں راستی پر ہم

منافق کو خدائے پاک نے جھوٹا ہے فرمایا
ذرا سچ تو بتا ہے کون کاذب اسے فرمایا

[illegible] چپ ہو نادم ہوا دل میں — رہا منہ پھیر کر کچھ دیر تک خاموش محفل میں

مکالمہ یزید اور حضرت سجادؑ

توجہ کی یزید شام نے پھر جانب عابدؑ — کہا تم کون ہو اے غمزدہ بصورت زاہد
کہا عابدؑ نے میں بیٹا حسینؑ ابن علیؑ کا ہوں — جگر انگار [illegible] علی ہاشمی کا ہوں
یزید شام بولا تھے حسینؑ ان بات کے خواہاں — خلافت چھین کر مجھ سے بنیں خود سرور دوراں
انھیں خواہش تھی انکے نام کا خطبہ پڑھا جائے — امیر المومنیں ان کو مساجد میں کہا جائے
انھیں ارمان تھا ہوں نشین مسجد و منبر — انھیں تھی آرزو شاہی کریں وہ ہفت کشور پر
مگر شکر خدا پورے نہ ارماں ہو سکے انکے — نہ ارباب شرف مرہون احساں ہو سکے انکے
پڑھیں سجادؑ نے آہستہ کچھ آیات قرآنی — عیاں تھی جنسے توہین جفا کوشی ستمرانی
یزید آیات قرآں سن کے عابدؑ سے ہوا بدظن — کہا جلاد سے لیجا کے انکی مار دے گردن
کہا کلثومؑ نے اے حکمراں کیا ظلم کرتا ہے — ضعیف و زار ہے بیمار عابدؑ خود ہی مرتا ہے
پسر آل حسینؑ پاک میں یہ ایک باقی ہے — یہی ہم سب کا محرم ہے یہ امر اتفاقی ہے
یہ کہہ کر آپ نے سمت مدینہ یاس سے دیکھا — جمال مصطفےٰ کو دور رہ کر پاس سے دیکھا
دہائی دیکے نانا جان سے فریاد و زاری کی — طلب امداد کی شاہ رسل سے بے قراری کی

گذارش کی کرنا جانے کچھ کیا قیامت ہے | یزید اس وقت [illegible] قتل و دار
نبوت کا چمن سارا اجڑ [illegible] بہت ہیں | کر گیا قتل اب سجادؑ کو جلاد [illegible]
ہمارا بیکسی ہیں یا نبیؐ اب کون محرم ہے | فقط اولاد میں سرکار کی سجادؑ کا دم ہے
مرے سجادؑ کو اب لے گئے ناحق جفا جو ظلم | یزید شام کے دل پر [illegible]
ادھر کلثومؑ و زینبؑ [illegible] فریاد و زاری تھی | ادھر [illegible] شام [illegible]
عیاں تھی حالت درباریانِ سلطنت [illegible] | [illegible]
کہا جلاد سے ہٹ چھوڑ دے سجادؑ کو فوراً | نہ دامن چھپائے خنجر [illegible] فوراً
یزید آمادہ فوراً ہو گیا اظہارِ الفت پر | بٹھایا عابدؑ بیمار کو تختِ حکومت پر
باندازِ محبت دیر تک کرتا رہا باتیں | ادب سے مختلف در پا ہوئے کیں ملاقاتیں
پئے گفتِ سکوں کچھ مضطرب سجادؑ نے پایا | اسی دوران میں ڈھلنے لگا دن وقت شام آیا
بجا نقارہ وقتِ شام جب شاہی حکومت کا | پسر عابدؑ سے یہ بولا یزیدِ ناسعادت کا
بتاؤ بھائی عابدؑ بج رہی ہے کس کی یہ نوبت | کہا عابدؑ نے ٹھہرو دو مجھے کچھ دیر کی مہلت
اذاں کی یک بیک گونجی صدا مینارِ مسجد پر | سنا عابدؑ نے جب نامِ خدا مینارِ مسجد سے
کہا عابدؑ نے اے ابنِ یزید اے صاحبِ دولت | یہ آوازِ اذاں یہ قدرتی اسلام کی نوبت
بجے گی پنجگانہ روز و شب روزِ قیامت تک | ابد آثار یہ نوبت ہمارے گھر کی ہے بیشک

... دن ... یہ نقارہ
لبِ اللہ اکبر کا ... گا ... نعرہ

... ورہ ہیں یہ تاج و تخت و عز و جاہ
قیامت ... سب ... کو بھول ...

...یدِ شام سے عابدؓ نے فرمایا کہ اے سلطاں
بتا نانا کے ... لائے عرش سے قرآں

...نتوں نے کہو تو کس کے گھر کی آئے دربانی
ہوئی ہیں کس پہ نازل عرش سے آیات قرآنی

ہوئی ہے آیۂ تطہیر نازل کس پہ یا ہم پر
رہا ہے کعبۂ ایماں ... ہمارا گھر

بتاؤ فرض ہے کس کی محبت اہلِ ایماں پر
تمہارے ہیں کہ ہیں نانا ہمارے شافعِ محشر

یہ باتیں صاحبِ قرآں کے نور العین کی سنکر
سکوں طاری ہوا از خود یزیدِ شام کے دل پر

کہا لاریب فرزندِ حسینؓ ابنِ علیؓ ہو تم
خدا والوں کے تم والی ہو عابد ہو ولی تم ہو

مری خواہش ہے جو حاجت تمہاری ہو بیاں کر دو
تمہارے دل میں جو ارمان ہو اسکو عیاں کر دو

کہا سجادؓ نے حاجت روا اللہ میرا ہے
رضائے حق پہ راضی قلبِ حق آگاہ میرا ہے

یہاں تم مجھے دیدو مرے والد کے قاتل کو
خیالِ انتقامِ خونِ ناحق ہے مرے دل کو

جستجوئے قاتلِ امام

...ر شام نے سنکر کلامِ عابدِؓ بیدل
بلایا افسرانِ فوجِ کوفہ کو سرِ محفل

...ں سرداروں سے پوچھا حسینؓ پاک کا قاتل
ہے تم میں کون لائق ہے تم میں کون سنگین دل

کہا لوگوں نے خولی قاتلِ شاہِ شہیداں ہے — مگر منکر ہوا خولی کہا یہ کام ہے کس کا
لیا نام سناں ابن انس کا سب نے برجستہ — رہا خود منکر یہ قتل کے دامن سے وہ اس کا
یزید اس اختلافِ باہمی سے غیض میں آیا — ہر اک سردار کو دیں جھڑکیاں غصہ سے فرمایا
تعجب ہے کہ ہر سر ... ہے انعام کا خواہاں — مگر قتلِ حسینؓ ابن علیؓ کا راز ہے پنہاں
کہا اکثر نے قاتل ... تا ہے شمر ذی الجوشن — مگر تھا منکرِ قتلِ عمد یہ دین کا دشمن
کہا اس نے معاذ اللہ میں ہرگز نہیں قاتل — مجھے معلوم ہے، موجود ہے لیکن نہیں قاتل
یزیدِ شام بولا شمر ہیں سب متفق اس پر — کہ تو نے ہی اتارا ہے حسینؓ ابن علیؓ کا سر
کہا شمرِ لعیں نے جو مجھے قاتل بتاتے ہیں — وہ خود کذاب ہیں رازِ صداقت کو چھپاتے ہیں
سنان ابن انس جو واقعی حضرت کا قاتل تھا — نگاہِ شمر سے پنہاں تھا خائف دل میں وہ دل تھا
پریشاں تھا دوبارہ لے نہ دے پھر شمر نام اسکا — اجل کر دے نہ دم بھر میں کہیں قصہ تمام اسکا
مگر شمرِ شقی اپنی کہے جاتا تھا بے ڈر تھا — عبث اس کی نظر میں جان جوکھوں کا یہ منظر تھا
یزیدِ شام نے جھلا کے پوچھا سچ بتاؤ تم — حسینؓ ابنِ علیؓ کا مارنے والا کہاں ہے گم
کہا یہ شمر نے اتنی حقیقت ہے جو سچ پوچھو — بنائے قتل خود بابِ حکومت ہے جو سچ پوچھو
وہ قاتل ہے کیا مجبور شہ کو جسنے بیعت پر — وہ قاتل ہے جسے تھا ناز طاقت پر حکومت پر
وہ قاتل ہے عبید اللہ کو جسنے حکومت دی — وہ قاتل ہے سپاہِ کوفہ کی جس نے اعانت کی

کیا انعام [illegible] سے دربار [illegible] | [illegible]
وہ اخرار جو ذو النام کا جس نے | وہ قاتل [illegible]
ہوئے جنتے فراہم جنگ کے ساماں | وہ قاتل [illegible]
امام پاک نے پائی ہے شمر کی ساری | کہا شقی [illegible]
نام ابن قتل عمد کا مجھ کو دینا ہے | جو خود قاتل [illegible]
اس درجہ شمر یاوہ گو سے ہو گیا برہم | اٹھا لی تیغ غصہ [illegible]
سنان و شمر و خولی کی غلط گوئی پہ لعنت کی | [illegible] کوئی [illegible]
ارت پر بیانات کوفیوں کی طیش میں آیا | بعبد نا ذلیل سب کو [illegible]
ملہ کی خواہشوں پہ نامرادوں کی پھرا پانی | ہوئے بے آبرو حاصل ہوئی [illegible]
بجائے خلعت و انعام منہ پر گالیاں کھائیں | غرض غارت گروں کی دل کی امیدیں [illegible]

ستمگر اٹھا جگر نالہ لب اظہار سے نکلا
گروہ کوفہ لعنت بر زبان دربار سے نکلا

یزید اور حضرت سجاد کی دوبارہ گفتگو

ستم کوشان کوفہ سے ہوا دربار جب خالی | ہوا سجادؑ سے حرف تکلم شام کا والی

کہا فرمائیے ہے آپ کو حاجت اگر کوئی — نذر کیجئے میری جا...
کہا عابدؑ نے سر دیدیجئے مجھ کو شہیدوں کے — کہ بے سر کربلا میں جسم ہیں ان سر بریدوں کے
سروں کو میتوں کیساتھ جا کر دفن کر دونگا — شہیدوں کو میں اپنے ہاتھ سے مٹی نگر دونگا
کہا والی نے ہے منظور یہ لے جائیے پیارے — مگر اور جو حاجت ہو کہیئے اے جگر پارے
کہا عابدؑ نے اہلبیت ہمراہ کر دیجے — بعجلت شام سے رخصت مجھے للہ کر دیجے
دعائیں راستہ بھر نادرِ خیر البشر دوں گا — عبادت کیلئے میں زندگی کو وقف کردوں گا
کہا والی نے یہ ارشاد بھی منظور ہے مجھ کو — بہر تقدیر کرنا آپ کا مسرور ہے مجھ کو
بجز اس کے ضرورت آپکی جو اور ہو کہیئے — اگر دل میں کوئی تجویز زیر غور ہو کہیئے
کہا عابدؑ نے روز جمعہ ہے کل میری حسرت ہے — پڑھوں میں خطبہ سن لے خلق جو حکم شریعت ہے
یزید شام نے یہ شرط بھی منظور فرمالی — نتیجہ پر مگر اس نے بہت گہری نظر ڈالی

جامع دمشق

نمازِ جمعہ کو جب خلق مسجد میں سمٹ آئی — یزید شام پر ہیبت سی کچھ سجادؑ کی چھائی
اُسے اچھے نہ اہل شہر کے تیور نظر آئے — نمازی حسبِ دستور آئے باندازِ دگر آئے
فدائے اہل بیت پاک کا تھا جوش ہر دل میں — تھی یاد مصطفیٰؐ کھوئے ہوئے آغوش ہر دل میں

[illegible]

... ان کی اُمت خطبہ میں ... / [illegible]

... کی آلِ پیمبر کی مذمت کی / ... ملامت کی

... کی مدعا ... / [illegible]

خطیب ... حضرت نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا / نمازِ جمعہ پڑھنے کو یہاں ...

... کہ جو خطبہ میں حمدِ حضرتِ باری / بیاں کی جا رہی ...

اِن خطبہ میں ہونے کاش احکامِ خداوندی / یہاں ملحوظ ہے مخلوق کی لیکن ...

... کی ثنا آلِ محمدؐ کی مذمت ہے / مسلمانوں خدارا تم کہو یہ کیا حماقت ہے

یا تھا کل یہ مجھ سے حکمرانِ شام نے وعدہ / کہ مسجد میں پڑھیگا جمعہ کا خطبہ نبیؐ زادہ

ملتِ عہد بھی ہے آج اس پر یہ جفا بھی ہے / نبی زادوں پہ سب و شتم بھی ... پر خفا بھی ہے

یہ کہہ کر آپ نے چاہا کہ اب خاموش ہو جائیں / اصولِ دیں سے واقف اہلِ عقل و ہوش ہو جائیں

صفوں میں برہمی پیدا ہوئی اک بار ہر جانب / نظر آئے ملال و غیظ کے آثار ہر جانب

ہوا غل ہر طرف خطبہ پڑھیں سجادؑ ممبر پر / اُتر آئے خطیبِ بدزباں ممبر سے بے ہنر

یہ ہیجان کا منظر حکمراں کو جب نظر آیا / باندازِ سیاست حضرتِ عابدؑ سے فرمایا

کریں ارشاد خطبہ آپ حسرت سب کی بر آئے / دمشقی خطبہ خواں فی الفور ممبر سے اُتر آئے

مسلمانوں نے دیکھی منزلت سبطِ پیمبرؐ کی — صدا مجدیہ

حضرت عابدؓ کا خطبہ

سرِ منبر بعزّ و جاہ زین العابدینؑ آئے — برائے خطبہ فرزندِ امام المرسلینؐ آئے
قبائے سبز در [illegible] دستار سر پہ تھی — ضعیف و ناتواں عابد پہ جلووں کی نچھاور تھی
تجلی تھی رخِ روشن میں انوارِ الٰہی کی — قدمبوسی پہ مائل تھیں شعاعیں تاجِ شاہی کی
ردائے دوش میں تھیں جلوتِ برقِ طور کی لہریں — نگاہِ سرمگیں سے جلوہ گر تھیں نور کی لہریں
نسیمِ خلد نے چومے قبائے ناز کے دامن — جبینِ حق نما کے نور سے مسجد ہوئی روشن
لبِ شیریں سے بسم اللہ کے الفاظ جب نکلے — ہوا معلوم اوجِ عرش سے انوارِ رب نکلے
بیاں حمدِ خدائے ذوالمنن کی اس فصاحت سے — کہا قدسیوں نے بارک اللہ بامِ رفعت سے
ہوئے لب آشنا جب مدحِ محبوبِ مکرمؐ سے — ہوئی گلپاشیٔ انوارِ وحدت عرشِ اعظم سے
احادیثِ نبیؐ آیاتِ قرآنی تلاوت کیں — بیاں جملوں میں تفصیلاتِ احکامِ شریعت کیں
تصدق تھی فصاحت ہاشمی رنگِ فصاحت پر — زباں منہ چومتی تھی اس لطافت اس سلاست پر
فصیحانِ دمشق و شام پر تھیں حسرتیں طاری — بقدرِ ذوق تھیں خاموش مسجد کی صفیں ساری
جو فقرہ برمحل بے ساختہ منہ سے نکلتا تھا — اثر انداز ہوتا تھا اثر میں ڈوبا ہوتا تھا

[illegible] — [illegible]

پیا جناب حضار کو حسب [illegible] — [illegible]

کہا اے ساکنان شام ہے کیا یہ خبر تم کو — [illegible]

وہی خیر البشر خالق کا جو پیغام لائے تھے — وہی خیر البشر [illegible]

وہی خیر البشر ختم الرسل تم جن کو کہتے ہو — وہی [illegible]

وہی ختم رسل محبوب رب العالمیں ہیں جو — وہی ختم رسل [illegible]

وہی نام مبارک ہے محمد مصطفیٰ جن کا — وہی [illegible] قرآن [illegible]

وہ سلطان دو عالم تاجدار یثرب و بطحا — وہ کعبے کے [illegible]

خدا شاہد امام الانبیا وہ میرے نانا ہیں — [illegible] کہتے [illegible]

بھتیجا ہوں حسنؓ کا فاطمہ زہراؓ کا پوتا ہوں — نبیرہ شبیر [illegible]

حسینؓ ابن علیؓ شاہ شہیداں کا پسر ہوں میں — گل ریحان باغ حضرت خیر البشر ہوں میں

امام و سید مظلوم کا نور نظر ہوں — بتولؓ و زینبؓ و کلثومؓ کا لخت جگر ہوں

میں وہ ہوں جسکا لوٹا گیا ہے کارواں میرا — ہوا ہے قتل دشت کربلا میں خانداں میرا

میں وہ ہوں پابجولاں شام تک لایا گیا جسکو — میں وہ ہوں جابجا بازاروں میں ٹھہرایا گیا جسکو

میں وہ ہوں جو خواتین حرم کا ایک محرم ہوں — میں وہ ہوں خود جو اپنی بیکسی پر وقف ماتم ہوں

[illegible] — نہ اٹھے گی [illegible]
[illegible] — [illegible] بات [illegible] نانا کے [illegible]
[illegible] — [illegible] پردہ [illegible]
[illegible] — [illegible] کرتے تھے
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — کہے تہلیل تکبیر اقامت بے گماں ہنسے
[illegible] — کہا سجاد نے لا رب ہو اللہ میرا رب
[illegible] — کہا بات اپنے رب کی دیجے دی محسن نے
[illegible] — تشہد گویا کہا اے بندگان خالق واحد
[illegible] — یزید شام کے یا آپ کے یا میرے نانا ہیں
[illegible] — کے دادا ہیں میرے عم و اب کے جا انجا ہیں
[illegible] — جو اکثر ہوا اب شہید اسلام کی خاطر
[illegible] — تھیں آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوئی تر نمازی کی
[illegible] — دوبارہ پھر ہوئی ہلچل بپا اک بار مسجد میں

علی عدن [illegible] — [illegible]

[illegible] ہو جائے — [illegible] مسلمانوں کا [illegible]

[illegible] ہونے لگیں آخر — [illegible]

[illegible] نظر آئے — [illegible]

سیاستِ یزید

گئے قافلے اپنے اپنے گھر لٹے واپس — دمشق و شام میں تھا حکمران [illegible]

حکمرانِ شام تھے شامی نمائندے — ڈر رہے تھے خدا کے قہر سے [illegible]

ہے ناموافق یہ حکومت کے نہ تھی پنہاں — تبلیغات [illegible] تھے [illegible]

شام نے تدبیر فوراً سوچ لی ذہن میں — بلایا حضرت عابدؑ کو پھر اک بار محفل میں

بار اک فی الفور ایوانِ حکومت میں — تھی اک طرح کھونکی قلب افراد رعیت میں

شام کے ذی رتبہ اشراف و عمائد کو — طلب فرمالیا کو [illegible] سجاد عابد کو

ربار اک پر مغز تقریر سیاسی کی — سراسر کی اہانت کوفیوں کی بدحواسی کی

بن زیاد و ابن سعد و شمر پر لعنت — کہ ان اشرار نے کی کچھ نہ اہلبیت کی عزت

شان ابن انس پر اور خولی پر ملامت کی — غرض تکذیب جو کرنی تھی کی اس قتل عام کی

کہا یہ بھی کہ ہے ابنِ زیاد اس ظلم کا بانی
کہا یہ بھی کہ [illegible]

کہا یہ بھی کہ کوئی میری بدنامی [illegible] شاں ہیں
کہا یہ بھی یہ دشمن میری ناکامی [illegible]

کہا یہ بھی کہ راحت ابنِ مرجانہ ! [illegible] گا
حسینؑ ابنِ علیؑ کا خونِ ناحق رنگ لائے گا

امام دوسرا کا قتل کب منظور تھا مجھ کو
انھیں بہ نظر رکھنا فقط مقصود تھا مجھ کو

نہیں میری خطا اس [illegible] سارا پر میر روشن ہے
مگر حکمِ قضا کے آگے کس کو تابِ گفتن ہے

کیا سجادؑ کا دربار میں اعزازِ شاہانہ
کیا رخصت انھیں آخر بصد اندازِ شاہانہ

روانگی کاروانِ اہلبیت

مدینہ طیبہ کو

صفر کی بیسویں تاریخ اکسٹھ کا وہ دن تھا
بلادِ شام میں ہر عیش ممکن غیر ممکن تھا

امیرِ کاروانِ اہلبیتِ مصطفےٰ عابدؓ
حضورِ قرۃ العینِ شہیدِ کربلا عابدؓ

خواتینِ حرم کے ساتھ تا بابِ دمشق آئے
سلامِ رخصتی کرنے کو اربابِ دمشق آئے

جلو میں نالہ بر کف تھے ہزاروں خویش بیگانے
لگی تھی کس بلا کی چوٹ سینوں ہی خدا جانے

ہزاروں مرد و زن سر دھن رہے تھے وقفِ ماتم تھے
ہزاروں غمگسارانِ وطن با چشمِ پرنم تھے

فغاں کا شور تھا ہر کوچہ و برزن میں ہر گھر میں
رواں تھے اشک کے دریا غمِ سبطِ پیمبر میں

[illegible] ستانے — [illegible] بہت جنگوں سے [illegible]

[illegible] گیا [illegible] — [illegible] ہمراہ [illegible]

[illegible] ہوسی میں [illegible] — [illegible] غمزدہ سے [illegible]

[illegible] شہر سے جب قافلہ آگے نکل آیا — [illegible] کے سرکار اور [illegible]

[illegible] کی زحمت مجھ سو اب دیکھی نہیں جاتی — [illegible] غم [illegible] دل [illegible]

[illegible] آنے والوں سے یہ تم کہدو کہ رک جائیں — مری خاطر [illegible]

[illegible] شہر والوں سے ہوئے نعمان انصاری — کہا [illegible] کے قابل [illegible]

ذرا ٹھہریں مسلماں جو یہاں تک آ گئے ہیں — امام دوسرا کچھ آپ سے فرمانے [illegible]

رکے سب لوگ ٹھہرا قافلہ حضرت نے فرمایا — مسلمانوں تمہارے قلب [illegible]

تم اپنے غمزدہ بھائی کو رخصت کرنے آئے ہو — خدا حافظ مجھے کہنے فقط تشریف لائے ہو

میں ہوں ممنون منت آپکی مہماں نوازی کا — کیا جو آپ نے اکرام [illegible]

خدائے پاک بیشک آپ کو اسکی جزا دیگا — یہہ عاجز آپ کو [illegible]

عزیزانِ گرامی آپ سے ہے التجا میری — سنو اور قابلِ تعمیل سمجھو [illegible]

ہمیشہ اتباعِ دینِ حق کرتے رہو لوگو — [illegible] رہو [illegible]

کرو ہر کام میں تعمیل احکام شریعت کی — [illegible]

کرو تبلیغِ دینِ مصطفیٰ جب تک رہو دنیا میں — مرو راہِ خدا [illegible]
ہمیشہ متحد رہنا نشانِ فتح و نصرت ہے — وِلائے مصطفیٰ تکمیلِ ایماں کی علامت [illegible]
ہے عشقِ اہلِ بیت و الفتِ اصحاب [illegible] — تمہیں آسانیاں پیش آئیں گی ہر اک مشکل میں
گرفتارِ مصائب گر خدا ناخواستہ ہو تم — ازالہ تم کہاں آفات کا بھی دل سے چاہو تم
مصائب یاد کرنا کربلا کے شہیدوں کے — ابھی تک ہیں حسینؑ پاک حامی نا امیدوں کے
یہ کہہ کر رو بقبلہ ہو کے عابدؓ نے دعا مانگی — دعائے نصرتِ اسلام رب سے برملا مانگی
کہا اے شام کے احباب اب جاؤ خدا حافظ — ہمارے حق میں بھی سب مل کے فرماؤ خدا حافظ

قافلہ کا کوچ

بڑھے نعمانؓ آگے تیس فوجی نوجواں لیکر — ہوا رخصت یہاں سے کاروانِ سبطِ پیغمبر [۱۴]
چلا منزل بہ منزل قافلہ تا کربلا پہونچا — امامِ پاک تک ابنِ امامِ دوسرا پہونچا
ہوئے سب قافلے کے لوگ محوِ گریہ و زاری — یہاں حاضر تھے جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری
مدینہ کی جماعت اور بھی اک کربلا میں تھی — ہجومِ رنج سے مصروف فریاد و بکا میں تھی
ادا کی تعزیت کی رسم اربابِ مدینہ نے — غمِ پیہم کا نظارہ کیا ہر چشمِ بینا نے
سروں کو دفن نعشوں سے ملا کر شہ نے فرمایا — خواتینِ حرم کو حد سے زائد مضطرب پایا

[illegible]

... آل اطہر ... [illegible]

... یہ کاروان ... [illegible]

... نے روضۂ اقدس کو جب دیکھا ... [illegible]

... ام کلثوم شکستہ دل کہنے لگے ... [illegible]

زادی نبی کے سامنے سرگرم شکوہ تھی ... شکستہ دل کی یہ آواز ... تھی

لفاظ دگر مفہوم ان اشعار کا یہ تھا ... تخیل ام کلثوم ... [illegible]

ترجمہ اشعار حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

ہمارے سامنے ہرگز نہ آئے ملبوس رحمت ... یہاں ہم آگئے ہیں با دل شکستہ ... [illegible]

قبیلہ ساتھ تھا حضرت یہاں سے جب گئے تھے ہم ... لٹا کر قافلہ سب آگئے ہیں ... [illegible]

حسین قافلہ سالار کو ہم کھو کے آئے ہیں ... ہیں تنہا ساتھ گویا زندگی سے ... [illegible]

ہمارے نازکے پالے ہوگئے سارے جدا ہم سے ... ہوئے رو پوش فرزندان محبوب خدا ہم سے

سواری پر عماری پر گئے تھے ہم مدینہ سے ... یہاں آئے ہیں جب ... [illegible]

تہی داماں یہاں ہم آئے ہیں محتاج آئے ہیں ... شکستہ پیرہن لے ... [illegible]

یہاں سے جب گئے تھے اپنے خالق کی اماں میں تھے   کوئی کلفت ...

یہاں آئے ہیں یوں ہو نہ پایا کہ پھر وطن جا کر رہیں   واقف ہیں نہ قاسم ہیں نہ اصغر یہاں ...

حسینؑ ابن علیؑ کیساتھ طیبہ سے گئے   مگر لوٹے شہیدوں کا یہاں کرتے ہوئے ماتم

ہمارا ہر زمیں مدفن ہمارا ... زینت کا   ہے دشت کربلا شہیدان ہمارے عشق و راحت کا

شکستہ دل سکوں پر یا نہیں ہم نوحہ گر ہیں ہم   یقیناً بیٹیاں لیلیٰ و ... کی مگر ہیں ہم

ہم اپنے باپ پر ہیں نوحہ گر ہم صبر کرتے ہیں   وفور غم میں رو لیتے ہیں دل پر جبر کرتے ہیں

ہوئے بابا ہمارے قتل۔ ہو کر ہم یتیم آئے   ہمارے خانماں برباد اے جبار کریم آئے

حسینؓ اے فاطمہؓ کے لال اے والد سکینہؓ کے   حسینؓ اے قرۃ العینین سلطان مدینے کے

رعایت مرتبہ کی آپ کے کچھ کی نہ دشمن نے   ہمیں لوٹا اکیلا جان کر غربت میں رہزن نے

ہمیں بے پردہ اونٹوں پر پھرایا فتنہ کوشوں نے   اہانت کی ہماری جا بجا ملت فروشوں نے

سکینہؓ بھائی کو تپتی زمیں پر یاد کرتی تھی   پیاسی فاطمہؓ بے چین تھی فریاد کرتی تھی

کسی کو بیکسی پر ہائے زینبؓ کی نہ رحم آیا   کوئی ظالم ہماری کسمپرسی پر نہ شرمایا

پہنائیں بیڑیاں سجادؓ کے مجروح پیروں میں   نہ تھی بوئے وفا کچھ پر جفا دیدہ دلیروں میں

پھرایا دربدر دشمن نے ہم کو شاہراہوں پر   کسی کو بھی نہ رحم آیا ہماری سرد آہوں پر

مسلمانوں ہمارے حال سے آگاہ ہو جاؤ   ہمارا غم بٹاؤ کچھ شریک آہ ہو جاؤ۔

...یم جاری — اُدھر حبیب کے مرد و زن تھے وقفِ گریہ و زاری

...ورثا مرد گھر گھر سے — بچشمِ خوں... جا کر ملے آلِ پیمبرؐ سے

...حال و مستورات گلیاں مدینہ کی — کسی کو فرطِ غم سے تھی نہ مرنے جینے کی

...مہاجر زادے اور انصار زادے سب — گھروں سے پا پیادہ چل پڑے تھے اکو بے ڈھب

...ہاشمی سب پیشوائی کو آئے — غرض پیر و جواں عابدؑ کے استقبال کو آئے

...عابدؑ دل ریش تا بابِ السلام آیا — نظر کے سامنے جب گنبدِ خیر الانامؐ آیا

...ہرام شورِ گریۂ اہلِ عزا اُٹھا — درِ رحمت پہ اک طوفانِ محشر تھا اُٹھا

یہ عالم تھا ہجوم بیخودی کا جوش بیحد کا — ہر اک لب پر تھا نعرہ یا محمدؐ یا محمدؐ کا

خدائی یا حسینؑ ابن علیؑ کہہ کہہ کے روتی تھی — حسد سے جاں نکلنے کے لئے بے چین ہوتی تھی

جنابِ ام سلمہؓ فاطمہؑ کو ساتھ میں لائیں — خواتینِ حرم سب صحن پر نور پر آئیں

ہوئے سجادؑ حاضر قبرِ سلطانِ دو عالم پر — کلیجہ تھام کر پائینِ مرقد رکھدیا پھر سر

مزارِ سرورِ دیں کو لگایا اپنے سینے سے — سلام آقا کی روحِ پاک پر بھیجا قرینے سے

غشی چھائی مراتب ہو گئے بیخود نظر آئے — مبارک دل کے اندر عرش کے جلوے نظر آئے

کنارِ رحمۃ اللعالمیں میں لختِ دل آیا — سکینہ بن کے سینہ میں سکون منتقل آیا

ہنوز معرفت دیکھا کہ ہیں آغوشِ رحمت میں — نظر آئے شہیدانِ وفا گلزارِ جنت میں

حیاتِ جاوداں قرباں نظر آئی شہیدِ دیں ... ساتھ
تصدق جو صلہ قائم ہوئے انعامِ جنت سے ... ظہورِ جلوہ کو آنکھوں میں کھینچا اس سعادت سے
ہوئے جی بھر کے لطف اندوز فیض ... کیے انوارِ عرفاں اخذ لمعاتِ نبوت سے
اُٹھا یا سر دیا بوسہ مزارِ جدِّ امجد کو ... لیا سینہ میں انوارِ جمالِ ذاتِ سرمد
ادب سے دست بستہ پھر پڑھے اشعار عابدؓ نے ... صلہ میں پا لیا لبیک اور آثار عابدؓ سے
مزارِ فائز الانوار سے باحسرت و رغبت ... ہوئے یہ کہہ کے فرزندِ شہیدِ کربلا رخصت

نہاں تم سے نہیں آقا مرا حالِ دلِ پر غم
کہ ہو تم رازدارِ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

اِختتام

گھروں میں اپنے اپنے دل شکستہ سوگوار آئے ... امامِ دوسرا کی تعزیت کو غمگسار آئے
خزاں دوبارہ چمن زہرہؓ کا لایا رنگ مرجھا کر ... یزیدِ شام پر دنیا کی لعنت رہ گئی چھا کر
یزیدِ شام کا نام و نشاں دنیا سے پنہاں ہے ... بہارِ جاوداں زہراؓ کے گلشن کی نگہباں ہے
ہیں زہراؓ کے چمن کی نکہتیں گلزارِ جنت تک ... حسینؑ ابنِ علیؑ کی نسل زندہ ہے قیامت تک
یزیدی فتح کی آواز پیغامِ ہزیمت تھی ... کہ پیشِ نصرتِ حق سرنگوں باطل کی قوت تھی

[illegible]

…مرثیہ

…ہ باطل کی مجازی ہیں تباہ سے — [illegible]

…حسینؓ کے ذوقِ شہادت کا — [illegible]

…واسطہ خونِ گلوئے ابنِ زہرا کا — الٰہی واسطہ [illegible]

…ابنِ علیؓ کی نسبت کا واسطہ یا رب — جمالِ قاسمؓ [illegible] کا واسطہ یا رب

…جعفرؓ و عباسؓ و عبداللہؓ و عثمانؓ کا — وسیلہ اکبرؓ [illegible] کا

صداقت حرؓ ابوبکرؓ و [illegible] و حبانِ مسلمؓ کا — زہیرؓ و عابسؓ و شوذب کی [illegible]

الٰہی ملتِ اسلام کو ذوقِ شہادت دے — نوالے کفر کو [illegible] کی طاقت دے

عطا فرما مسلمانوں کو توفیقِ عمل یا رب — منظم کر ہمارا اتحاد [illegible] یا رب

ہمارے قلب سے زائل نفاق و بغض و کینہ ہو — نثارِ جذبۂ اسلام ہر مسلم کا سینہ ہو

ہمیں آزادیٔ کامل کا احساسِ مکمل دے — ہماری ہمتِ پیہم کو فتوحاتِ مسلسل دے

ہماری حریت کوشی نوید کامرانی ہو — ہمیں دشمن پہ حاصل اقتدارِ جاودانی ہو

ہمیں قرآں بسر خنجر بکف رہنے کی ہمت دے — ہمیں عباسؓ کی صولت ہمیں قاسمؓ کی جرأت دے

۱؎ قاسمؓ بن حسنؓ بن علیؓ ۲؎ تا ۵؎ ۔ پسرانِ حضرت علیؓ از بطنِ امّ البنین بنت الحزام ۶؎ عبداللہ علی الاصغر ۷؎ علی اکبر پسران حسین بن علیؓ ۸؎ و ۹؎ پسران عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب از بطنِ حضرت زینبؓ ۱۰؎ محمد بن ابی سعید بن عقیل ۱۱؎ محمد بن علیؓ از بطن ام الولد ۱۲؎ و ۱۳؎ پسرانِ عقیل ۱۴؎ ابوبکر بن حسن بن علی۔

نئی تنظیم ہو مسلم کی دینِ تیغ و قرآں ہو [illegible]

نمایاں عسکری طاقت کے [illegible] ہمارے نوجوانوں کا [illegible]

ہمارے خوفِ ناکامی میں تازہ [illegible] ہمارے ضعف و اضمحلال میں جوشِ شباب [illegible]

ہمیں فتحِ مبیں اعدائے ملت پر عطا کر دے الٰہی ہم میں زورِ خالدؓ و فاروقؓ [illegible]

گروہِ فتنہ کوشاں پر وطن پر کر ہمیں غالب ہمیں دے زورِ بازوئے علیؓ ابنِ ابی [illegible]

بنا دے ہمارا جاں نثارانِ رسالت کو نشانِ نصرتِ اسلام دے مسلم جماعت [illegible]

بنا نصرت نشاں خیر الورا کے نام کا جھنڈا

رہے یارب قیامت تک بلند اسلام کا جھنڈا

راس حسینؓ

ہے تاریخی ثبوت آئینہ اُن اسرارِ پنہاں کا سرِ اقدس کہاں ہے دفن سردارِ شہیداں کا

روایاتِ سیر نامعتبر ہیں بے دلائل ہیں مگر ہم بے سند خود ساختہ باتوں کے قائل ہیں

اکابر اہلِ دانش کا قوی تر یہ قرینہ ہے سرِ شاہِ شہیداں رونقِ ارضِ مدینہ ہے

بقیع پاک ہیں نزدِ مزارِ محملِ زہرہؓ ہوا کوفے سے دفن آکر سرِ لختِ دلِ زہرہؓ

روایت یہ بھی آتی ہے نظر اقوال دیگر ہیں سرِ انور رہے پہلوئے مزارِ سبطِ اکبر ہیں

سر پر نور حسین ناز میں کے ساتھ

آپ کا دفن سر پہ بھی روایت ۔۔۔ بعض کہتے ہیں کہ بھی سر سے نسبت ہے

تھا یہ کہ مستعصم کے ایام غلافت ۔۔۔ وہ تھا یہ سلیمان کی عقیدت میں

زہے سر پر نور جب یہ جلالی پر ۔۔۔ ۔۔۔ نور آیا قبر پہ

وہ شہیداں کا عیاں بہ فیض کامل تھا ۔۔۔ ۔۔۔ جنت نشان ۔۔۔ تھا

قبر کہنہ سے سر پر نور کو باہر ۔۔۔ ۔۔۔ عقیدت کے ۔۔۔ فرق اطہر پر

رامت آفریں تھی فرق خوں آلود کی صورت ۔۔۔ ۔۔۔ سے ۔۔۔ آئی ۔۔۔

رکھی بنیاد مشہد بادشہ نے جوش عقیدت میں ۔۔۔ ۔۔۔ فرق مبارک کی حفاظت میں

نسیم خلد نے کی عطر بیزی باغ جنت میں ۔۔۔ ۔۔۔ مشہد ۔۔۔ جاری میں

کیا مدفون پھر سر کو بعد ۔۔۔ تعمیر مشہد میں ۔۔۔ رفیع الشان منبر بھی کیا ۔۔۔ مشہد میں

ہوئی جب سطوت ۔۔۔ ۔۔۔ نظر آنے لگا ۔۔۔ ۔۔۔ بے دم

خود مسندوں نے قائم کی ۔۔۔ منتقل فوراً ۔۔۔ کیا ۔۔۔ کو وہاں سے منتقل فوراً

یہ قصہ پانچسو چالیس ۔۔۔ ہجری ۔۔۔ ۔۔۔ قاہرہ ۔۔۔ پایا

له نور الابصار ۔۔۔ دمشق ۔۔۔ باب الفرادیس ۔۔۔ دفن ہوا ۔۔۔ سلیمان بن عبدالملک
سه دمشق ۔۔۔ سر مبارک ۔۔۔ گیا ۔ سه ۔۔۔ المستنصر باللہ ۔۔۔ ۵ ۔۔۔ وزیر اعظم
۔۔۔ عسقلان میں ۔۔۔ الفاطمی ۵۴۸ھ
۔۔۔ ۔۔۔

نبیؐ

زوار با اعتبار شاہِ مصر سے آ ... | ... طیب
لبِ علامہ ہروی[۱] سے سُنی یہ حمد و ثنا | بنا عسقلاں میں مشہدِ شاہِ شہید
دیارِ عسقلاں وہ شہر دلکش خا [illegible] | جہاں علامہ ہروی پانچسو ستر میں
میر اُحب آیا عسقلا [illegible] | رہا کچھ دن یہاں تہ خانۂ قصرِ شہ
مکمل پانچسو چالیس و نو میں جب ہوا مشہد | بنا فرمانِ شاہی کے بموجب خوشنما گنبد
ہوا [illegible] پھر فریقِ ایام دو مرا اس میں | تجلی بن کے چمکا ہر طرف نورِ خدا اس
زیارت گاہِ اہلِ قاہرہ ہے جب سے یہ مشہد | بنا ہے قبلۂ حاجات حکمِ رب سے یہ مشہد
صلاح الدین ایوبی کے عہدِ عدل گستر میں | مدارس مذہبی قائم ہوئے جب قاہرہ بھر میں
شہنشاہِ معظم نے قریبِ مشہدِ عالی | بنا کے مدرسہ سن پانچسو ستر میں چھ ڈالی
ترقی دی مدرسہ کے نصابِ ابتدائی کو | کیا تعلیم پر مامور علامہ[۲] بہائی کو
یہ علامہ دمشقی ایک فقیہ نامآور سے تھے | جہانِ علم میں سب اپنے ہمعصروں کے افسر تھے
معین الدین بن شیخ الشیوخ پاک طینت نے | قریبِ مشہدِ عالی کئے تعمیر کچھ حجرے
بنائی خانقاہِ خوشنما ایوان کی صورت | غرض دی مشہدِ راسِ حسینؑ پاک کو زینت

۱: امام ہروی سیاح نے ۵۷۹ھ میں سرِ مبارک [illegible] پر نقل ہونے کی شہادت دی۔ ۲: فتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی نے مدرسہ حسینیہ قائم کیا اور امام فقیہہ بہائی دمشقی کو صدر مدرس بنایا۔

یا ۱

خا یہ مشہد پہ لوز کا ۔ پایا

نے حالت خود لصیداد لکھی ہے

امور سیاح نے تذکرہ پہ مشہد پہ

قاسم نے چھ سو بیس یا چوبیس ہجری میں ٦٢٠

زینہ فلک تک مشہد راس متور کا

گئی چھ سو چھیالیس میں جل کر آگ شہید یہ ٦٤٦

درستی از سر نو ہو گئی فوراً عمارت کی

یہ سیاح جہاں ابن بطوطہ کی شہادت

بطوطہ سات سو چھبیس ہجری میں یہاں آیا ٧٢٦

سفرنامہ میں اس نے تذکرہ لکھا ہے مشہد کا

بیاں اک اور خالد ابن عیسیٰ مغربی کا ہے

یہاں سیاحت میں سات سو چھتیس ہجری آیا ٧٣٦

ہے خالد کا یہ دلکش تبصرہ سامان مشہد پہ

ہائک تاہرہ تھا تو خود میں شان محبوبی

ابن جبیر نامور سیاح بھی آیا

رائیں حسین پاک لکھی ہے

[illegible] تفریق باوجود کے اندر

اضافہ خود کیا مشہد کی خوبی خوب اس میں

منارہ اب اختصر ہے کیا [illegible] کا

گرانی نہ آئی اصلا دیں ایوان مرقد یا

نہ صانعوں نے نشان بدلی [illegible] کا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۔ سفرنامہ سیاحت ۲۔ [illegible] ابن ناصر [illegible]

اکثر جھاڑ شیشے کے ہیں محرابوں میں آویزاں
خدیو مصر سلطان سعید[1] [illegible]
[illegible] طغرا ہیں ہر شیشہ پہ نام [illegible]
تھا اک شیشہ عجب ان شیشہ آلات [illegible] — نگاہیں جس کی تابش جس کی [illegible]
نزول [illegible] ہر [illegible] — ہمیشہ والیان مصر مشہد کے رہے
لقب کتخدا امیر حسن[2] نے عہد میں اپنے — توجہ صرف کی توسیع مشہد میں عقیدت سے
بنایا خوشنما تابوت چوب آبنوسی کا — سنہرا کام تھا جس پر صدف کا اور چاندی کا
تھی اس تابوت اطہر پر حریر سبز کی چادر — زیارت کے لئے افراد شاہی آتے تھے اکثر
بفرمان خدیو مصر سلطان جہاں پرور — لکھے اشعار عبداللہ شبراوی[3] نے ہر در پہ
بصد تزئین ہر محراب و در پر وہ زر روشن ہیں — ہوئے تحریر یہ اشعار سن گیارہ سو چھپن میں ۱۱۵۶
ہوئی پھر یک ہزار و یکصد و ستر میں مشہد کی — بحکم عبد رحمٰن[4] کتخدا تعمیر میں بیشی
کیا تعمیر قبہ خوبصورت اس نے مشہد پہ — کرایا نصب باب البحر پہ تاریخ کا پتھر
۱۱ [illegible] عقیدت سے اخوشا ذوق جہانداری — رہا مشہد کی تعمیرات کا سلسلہ جاری
بعہد شاہی سید علی الوازری عزت — ہوئی توسیع تعمیر [illegible] مشہد حضرت

---

[1] الملک الظاہر ابو سعید (جقمق) والی مصر ۸۴۲ھ [2] امیر حسن کتخدا عزبان الجلفی المتوفی ۱۱۴۲ھ [3] مشہور عربی شاعر مصر [4] عبدالرحمٰن والی مصر [illegible]ھ والی مصر

۱۳۱۱
سنہ ہزار و تین سو گیارہ میں یہ کمرہ

... دوں زمین بہت محل ہے
... رحمت عز و جل ہے

... سا ہے دنیا میں آثار معظم کی
... کے قسمت ہے شہاں مصر کی چمکی

... نا پنہاں ہیں اسی حجرہ کی زینت ہیں
... کیا تاج سعادت ہیں

... مشہد راس حسینؑ پاک یہ حجرہ
... درست پایا ہے آثار سے تو لاک یہ حجرہ

... سید محمود شیخ مشہد اقدس
زعیم قاہرہ شیخ الطریق ہر کس کے ہیں

... ہے فائز زیارت کے درون قصر شہ خانہ
بجا لائے عقیدت سے تمام آداب شاہانہ

انھوں نے حسب معمولات فرق شاہ والا کی
۱۳۲۱
زیارت ایک ہزار و تین سو اکیس میں کی تھی

وکیل مسجد شہداء محمد عرفہ ذی عزت
بطور خود ہوئے فائز زیارت سے اسی صورت

سر پر نور کی دونوں بزرگوں نے زیارت کی
ہے اہل مصر میں توقیر اس عینی شہادت کی

سر پر نور کی نسبت یہ تاریخی تناظر ہیں
خلاف واقعہ ہیں اور جو فرضی ذخائر ہیں

جناب مظہر حسین نے یہ سب حالات لکھے ہیں
ثبوت قاہرہ سے بعد تحقیقات لکھے ہیں

عراق و مصر و شام و قاہرہ کا یہ سفرنامہ
۱۹۳۸
ہے سن اڑتیس کے وحدت کا بالتفصیل سفرنامہ

یہ تحقیقات کامل ہیں شہادت مستند تر ہے
تن شاہ شہیداں کربلا میں مصر میں سر ہے



تجلیل کو بقدر ذوق بہہ سقت [illegible] دت کسکو کہتے ہیں شہادت
شہادت کے نئے [illegible] ب شہید ارباب دانش کسکو کہتے ہیں
شہادت کے سبار [illegible] ان سے اسلوب کی ہیں شہید اللہ کے نزدیک کیوں محبوب کی
شہادت کیوں مکرم تر ہے آخر ماجرا کیا ہے حقیقت میں شہادت کا مکمل فلسفہ کیا
بجا کیوں ہے قتیل خنجر جانکاہ ہو جانا ہے کیوں زیبا شہید فی سبیل اللہ ہو جانا
شہادت نزد ارباب عقیدت کسکو کہتے ہیں شہادت کے ہیں کیا معنی شہادت کسکو کہتے ہیں

پے گفتن شہادت کے ہیں معنی جان دیدینا خدا کی راہ میں جان شوق سے خود اپنی دیدینا
شہادت ہے مگر وہ جذبۂ ایثار و قربانی ہیں جسکے سامنے حاجز قوائے عقل انسانی
شہادت کیف روحانی کا ہے اک لازمی سر بستہ نہاں ہے قرب حق کا حسن جسکے محسوسات میں رستہ
شہادت ہے پئے راہ حق کا نام ہے گویا شہادت عشق کی تکمیل کا پیغام ہے گویا
شہادت ہے وہ اک نعمت سرا سفو ہے جسکی شہادت وہ ہے لذت زندگی سے دور ہے جسکی
شہادت ہے وہ اک جذبہ عمل متوازی ہے جس پر شہادت ہے وہ سر آب دم تلوار ہے جس پر

[illegible] | ہمت ہی جو منجملۂ انعام باری ہے
[illegible] امتحاں ہی جملۂ ثانی مصائب | جہاں زیبا عیار ہے اوج مراتب کا
[illegible] اثر آغاز عالم سے ابھی [illegible] | اثر ہر عام انساں سے ہی تا کے [illegible]
کا بالفاظ دگر ہے نام قربانی | [illegible] شانِ عشقِ ربانی

کا حکم ابراہیمؑ کو یہ عرش سے آیا | خلیلِ رب نے خواب میں [illegible] فرمایا
ہماری راہ میں قربان اسمٰعیلؑ کو کر دو | کہو لختِ جگر سے عشقِ حق میں جان دو سر دو
ذبیح اللہؑ نے تعمیلِ فرمانِ الٰہی کی | خود اپنے قتل کے محضر پہ خود اپنی گواہی کی
چھری رکھدی پدر نے نوجواں بیٹے کی گردن پہ | شکن آئی نہ اسمٰعیلؑ کے رخسارِ روشن پہ
ہوئی تکمیلِ الفت امتحاں گاہِ محبت میں | رہے ثابت قدم یہ ابن و اب راہِ محبت میں
سکھے ہیں اور بھی نظارے قربانی کے دنیا نے | رہِ الفت میں دی ہے جان یحییٰؑ نے زکریاؑ نے
رسولوں نے باذن اللہ یہ قربانیاں دی ہیں | رضائے کبریا میں [illegible] جانیں گنوا [illegible] ہیں
فقط پیغمبروں ہی تک نہ تھی محدود قربانی | حسینؑ پاک بھی [illegible] دانی
انہیں معلوم [illegible] اپنی شہادت کے | [illegible] رسالت کے
[illegible] آنکھ جہانبانی [illegible] | [illegible] قربانی

نہ تھا ذوقِ جہاد اُن کا نمود و نام کی ...

خروج و ملک گیری تھا نہ جذبہ ان کا ... حکومت

انھیں منظور تھی تقدیسِ احکامِ شریعت ... لاح کرنی درحقیقت تھی

انھوں نے جان کر دی ... ابد تک اور ہیں نصرت ہمیشہ خوباں کی

حق و باطل میں باہم ہے ازل سے کشمکش جاری ہمیشہ سے رہی ہے حامیِ حق نصرتِ باری

ہوئے ہیں سرفروشانِ وفا حق کیلئے قرباں حسینؓ ابنِ علیؓ نے بھی لٹا دی راہِ حق میں جاں

شہیدانِ محبت نے بتایا کیا ہے قربانی خدا کے عشق میں خود کو مٹا دینا ہے قربانی

ہے قربانی یقیناً امتحاں عشق و محبت کا
ضیاءؔ گویا مکمل فلسفہ ہے یہ شہادت کا

سلام

سلام اُن سرفروشانِ وفا کو بار ہا کہیے
سلام اپنے شہیدِ کربلا کو بار ہا کہیے

سلام اُن پر جو سلطانِ حریمِ عرش ٹھہرے ہیں سلام اُن پر جو ختمِ انبیاء ... داور ہیں
سلام اُن پر جو ہیں ارکانِ بزمِ وحدت سلام اُن پر جو صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہیں

[illegible] آپ پہ جو ہیں شیرِ خدا فاتحِ خیبر ہیں

[illegible] پہ جو بزمِ مصر [illegible] — [illegible] اکبر دوشِ پیمبر ہیں

[illegible] پہ ملا جو مانجی نے باسم — [illegible] پہ گلے کا ہار جنکے تیغ و خنجر ہیں

[illegible] پہ ہے جو زیبِ دوشِ مصطفیٰ رہ کر — [illegible] سجدہ خاک گزر رہے ہیں

[illegible] ان پہ بنی جنکے لیے خطبہ میں اٹھتے تھے — سلام ان پہ جو زینب زینتِ [illegible] ہیں

[illegible] ان پہ جو ہیں ریحانِ بستانِ [illegible] — سلام ان پہ جو اپنی تشنگی سے [illegible] ہیں

سلام ان پہ جبیں تھی بوسہ گاہِ مصطفیٰ جن کی — سلام ان پہ کہ زخمِ خونفشاں جنکی جبیں پہ ہیں

سلام ان پہ ہوئے جو ملتِ اسلام پہ قرباں — سلام ان پہ جو بیناکہ امتِ مسلم کے رہبر ہیں

سلام ان پہ بہر [illegible] کربلا میں تین دن پیاسے — سلام ان پہ جو ابنِ ساقیِ تسنیم و کوثر ہیں

سلام ان پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کہتی ہیں [illegible] جن کو — سلام ان پہ شہیدِ عشق [illegible] ہیں

سلام ان پہ جہاں جن کے نواسوں کا سلامی ہے

سلام ان پہ صبا [illegible] ہم جن کے مداح و ثنا گر ہیں

یہ اوراق پریشاں جو مرقع ہیں ... [illegible] ے جس میں ...
یقیناً مصحفِ حسن ... ہیں اس میں مستند تر واقعات

شکیل[1] خوش بیاں فرزند ... ہیں سخن فہم و سخنداں مست و مدہوش کو
ہر ... جان و جگر کو دوں کا پالا ہے کسی مرحوم کی تصویر یہی گھر کا اجالا ہے

پئے تفریح یہ پہنچا بمبئی والد کی خواہش پر سفر لیکن کیا یوسف[2] میاں کو ساتھ ہی لے کر
نماز عید اضحیٰ پڑھنے دونوں بمبئی پہونچے ملے عیش و خوشی کے ساتھ اپنے بھائی عمو سے

محرم کی مجالس کا زمانہ جب قریب آیا مجھے مہر سند پیغام شکیل خوش لقب آیا
رسید تاکید مجھ کو دونوں بچوں نے یہ لکھا تھا کہ ہم کو بمبئی کی مجلسوں میں مرثیے پڑھنا

شکیل اللہ رکھے خوش بیاں ہیں خوب پڑھتے ہیں سنانے کو کلام خاص جب مجھ سے لیتے ہیں
سحر جیسے کر لیتے ہیں ارباب محفل کو [illegible] کرتے ہیں غرض محظوظ ہر دل کو

مگر تعمیل فرمائش سے ممکن ہی نہ تھا مجھ کو بعجلت نظم ناگی [illegible] مجھ کو

---

[1] شاعر کے دلبند مولوی شکیل احمد قادری [2] ابوالجمال مولانا جمیل احمد صاحب سوختہ قادری متوفی ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء بروز یکشنبہ [3] محمد اظہر الحق پسر ... قادری ...

[illegible]

لے کمال [illegible] — [illegible] ان کربلا

محبت حسین علیہ السلام کی — [illegible] کربلا

تفصیل واقعات شہادت کی مرحبا — [illegible] سرگزشت ... [illegible] کربلا

یوسف ہے فکر سال مرقع نوکر رقم — امید گاہ خون شہیدان کربلا

۱۳

نیاز مند - یوسف حسین نور قادری جامع اوراق [illegible]

مرقع کا ہر شعر صلے علیٰ — ہے تنویر آئینہ کربلا

کرے نور سال طباعت رقم — بیاض تجلی آل عبا

۱۳

ناز - جناب منشی شرافت اللہ صاحب ناز صدیقی بدایونی

پڑھیے سو بار مرقع اے ناز — گنجینۂ ماتم آل [illegible]

لکھیے تاریخ شہادت نامہ — یادگار ماتم آل [illegible]

۱۳

نور - جناب خطیب نور الدین صاحب نور اشرفی [illegible]

[illegible]

[illegible]

مشایخ : علماء و ادبیات

[illegible]رت مولانا شاہ معین الحق فضل رسول [illegible]

تذکرہ طیبہ : سوانح حیات حضرت امام العصر [illegible] شاہ [illegible]

تحفہ ربانی : منظوم و مکمل تاریخی میلاد نامہ حضور رحمۃ للعالمین صلعم جو ہر گھر میں پڑھا جا[illegible]

تاج مضامین : دیوان مناقب علمائے اسلام و اولیائے کرام تازگی ایمان کا پر کیف مجموعہ

دیوان مناقب حجاج : حضرت مولانا علی احمد خان صاحب اسیر قادری نقشبندی علیہ الرحمہ کا [illegible]

آثار اولیائے بدایوں : مدینۃ العرفان بدایوں کے مشائخ اولیاء [illegible]

نظام عمل : مصنفہ الحاج حضرت مولانا شاہ [illegible] دین و دنیا کو

آیات و احادیث کی روشنی میں [illegible]

سفرنامہ حجاز مقدس : [illegible] و عبادات کا مختصر

عدل عثمانی : [illegible] کا [illegible]

پاسبان حرم اور اسلام : [illegible]

[illegible]